یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیة
فی
الفتاویٰ النقشبندیة

المجلد الثالثة عشر

تصنیف

فخر المتاخرین العالم العارف باللہ

مفسر کلام اللہ تعالیٰ وخادم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ السید احمد علی شاہ

الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی

النقشبندی الجشتی القادری السہروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الدررالجمیلہ فی جوازِالوسیلہ

انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنانے کے جواز کے بیان میں

نحمدہ و نصلّی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ کے متعلق کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو وسیلہ بنانا جائز ہے یاناجائز؟ اسی طرح ان سے مدد مانگنا جائز ہے یاناجائز؟ دونوں مسئلوں کی وضاحت فرمائیں۔ جزاک اللہ فی الدّارین۔

الجواب بعون الملک الغفّار وبِحرمت سیّد الابرار:

انبیاء اور اولیاء اللہ کو وسیلہ بنانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے:

قال شیخ الاسلام محمّد غزالی رحمۃ اللہ علیہ: ”وقال احمد ابن رزوق شارح کتاب الحکمۃ وھو من الفقھاء العظام و علماء الصّوفیہ من دیار المغرب، قال الشیخ ابو العباس الحضرمی یوما ھل امداد الحی اقوی ام امداد المیّت؟قلت انھم یقولون امداد الحی اقوی و انا اقول المیّت اقوی فقال نعم انہ فی بساط الحق و النقل فی ذالک کثیر من ھذہ الطائفۃ ولم یعرف فی الکتاب و السُنۃ و اقوال السلف ماینافی ذالک کیف وقد ثبت فی الدّین ان الروح باقیۃ ولھا علم و شعور بالزائرین۔ سیما الارواح الکمل قرب و مکان من جانب الحق تعالیٰ کما کان فی الحیاۃ و اتم من ذالک و انما اطبنا الکلام فی ھذ المقام رغم انف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرزمۃ ینکرون الاستمداد من اولیاء الذین نقلوا من ھذہ الدار الفانیۃ الذین احیاء عند ربّھم ولکن لایشعرون الخ۔

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”جس شخص سے اس کی زندگی میں مدد مانگ سکتے ہو بعد الوفات بھی مانگ سکتے ہو، احمد بن رزوق شارح کتاب الحکمت، جو اعظم فقہاء اور ملک مغرب کے صوفیاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہا یک دن شیخ ابو العباس الحضرمی نے پوچھا کہ زندوں کی امداد قوی ہے یا مردوں کی؟ میں نے کہا باقی لوگ تو زندوں کی امداد کو قوی مانتے ہیں اور میں کہتاہوں کہ مردے کی امداد قوی ہے، انہوں نے فرمایا کہ بیشک میّت سے دنیوی علائق (تعلق) منقطع ہو گئے اور قربِ الٰہی کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس میں ان طائفہ سے بہت سی نقلیں موجود ہیں اور کتاب و سنت اور اقوال سلف میں اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ دینی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ ارواح باقی ہیں اور ان کو اپنے زائرین کا علم وشعور حاصل ہے اور خصوصاً کاملین کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے حضور دنیاوی زندگی سے زیادہ قرب اور مرتبہ حاصل ہے اور اسی وجہ سے ان کی امداد بھی قوی ہے۔ صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں کہ استمداد کے مسئلہ میں زیادہ بحث اس لئے کی کہ موجودہ دور میں ایک ایسی

جماعت پیدا ہو گئی ہے جو کراماتِ اولیاء اللہ بعد الموت کے منکر ہیں، حالانکہ اولیاء اللہ عند اللہ زندہ ہیں لیکن یہ لوگ شعور نہیں رکھتے۔[1]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں: اولیاء کرام جب فوت ہوتے ہیں تو دنیاوی علائق ان سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اپنے اصل یعنی عالمِ ارواح کی طرف رجوع کر لیتے ہیں، یہ لوگ ملائکہ کے اتنے قریب ہو جاتے ہیں گویا ملائکہ ہو جاتے ہیں، ان کو بھی ملائکہ کی طرح الہام ہوتا ہے اور ملائکہ جو کام کر سکتے ہیں ویسے یہ بھی کر سکتے ہیں، اعلاء کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اور کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیّم کتاب الروح ص۱۶۶ میں لکھتے ہیں:

و اما بعد مفارقة البدن شان أخر وقد تواتر الزوايات من اضاف بنی أدم علی افعل الارواح بعد موتها ما لا يقدر علی مثله حال اتصالها بالبدن من هزيمة الجيوش كما روی نبی اللہ ﷺ فی النوم و معه ابوبكر و عمر رضی اللہ عنهماوقدهزمت ارواحهم عساكر الكفر و الظلم۔

ترجمہ: اولیاء کی ارواح کو مفارقتِ بدن کے اور ایک عظیم شان حاصل ہوتی ہیں تواتر سے ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ اولیائے کرام کے ارواح بدن سے جدا ہونے کے بعد وہ کام کرتے ہیں جس پر دنیاوی زندگی میں قدرت نہیں رکھتے، جیسے کہ لشکروں کو شکست دینا، اور بہت دفعہ حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ خواب میں دیکھے گئے کہ کافروں کے لشکر کو شکست دی۔"

مشارۃ الانوار میں ہے:

الولی بعد موتہٖ اشد کرامة منه فی الحال الحياته لانقطاع تعلقه بالمخلوق و تجدد روحه للخالق فيكرمه اللہ تعالیٰ بقضاء حاجته المتوسلين الخ۔ شواهد الحق ص ۶۹ تنوير الايمان فی اتباع مذهب النعمان ص ۱۲ المسائل المنتخبه للعلامه حبيب الحق پرمولی ديوبندی۔

---

[1] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۴۶، اعلام المؤمنین علی الحق المبین للعلّامہ احمد شاہ اخون کلے سوات، البصائر ص ۴۲، للعلامہ حمد اللہ جان دیوبندی مردان، اشعۃ اللمعات ص ۷۶۲، اثبات الاغراض ص ۸۳، للعلّامہ شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، الرسائل الستہ فی مسائل الستہ ص ۴۸، للعلّامہ عبد المتین دیوبندی، سیف القدیر للعلامہ عبد الحنان کاٹلنگ مردان، تحفۃ المؤمنین للعلّامہ سید احمد علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ، تحفۃ الاحباب ص ۱۵۶، الذخائر للعلامہ کفایت اللہ ڈاگئی مردان، نور العقائد، نور الایمان بزیارت اثار حبیب الرحمٰن ص ۲، للعلامہ احمد اللہ بدخشانی دیوبندی، جاء الحق ص ۱۹۷ للعلامہ احمدیار خان رحمہ اللہ تعالیٰ، حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۴، حاشیہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۵، قطب الارشاد ص ۳۹۵)

ترجمہ: اولیائے کرام کی کرامت بعد الوفات دنیاوی زندگی سے کئی درجہ زیادہ ہوتی ہے کیونکہ دینا میں ان کا تعلق مخلوق کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بعد الوفات ان کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مرتبہ زیادہ فرماتا ہے، ان کے وسیلہ سے جو حاجات مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے۔[1]

مولانا حمد اللہ دیوبندی البصائر ص ۴۲ میں لکھتے ہیں:

قال الامام الشافعی رحمة اللہ علیہ قبرِ موسیٰ کاظم تریاق مجرب لاجابته الدعاء۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک اجاباتِ دعا کے لئے تریاق و مجرّب ہے۔[2]

پہلے ذکر ہوا کہ جن سے زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں، بعد الوفات بھی مدد مانگ سکتے ہیں تو ان دو اقوال سے مردوں سے مدد مانگنا جائز ہے، زندہ استمداد کرے گا اور مردہ امداد کرے گا۔

جیسا کہ یہ حدیث مبارک ہے:

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور۔

ترجمہ: جب تم کو کسی کام میں پریشانی ہو تو اہلِ قبور سے مدد مانگا کرو، اس کام کے ہونے میں۔[3]

قال الامام شافعی رحمة اللہ علیہ انّی لاتبرک بابی حنیفه، رحمة اللہ علیہ و اجیٔ الی قبره فاذا اعرضت لی حاجته صلیت رکعتین و سألت اللہ تعالیٰ عند قبره فتقضی سریعاً۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر مبارک پر آتا ہوں، دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، تو میری حاجت جلدی پوری ہو جاتی ہے۔" اگر اہل قبور سے استمداد شرک ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرک کیا؟ **العیاذ باللہ!**[4]

غوثِ اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"و من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادیٰ باسمی فی شدةٍ فرجت عنه و من توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجة قضیة له"۔

---

[1] (مشارۃ الانوار ص ۱۰۵)

[2] (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸)

[3] (مجموعۃ فتاویٰ للعلامہ عبد الحیٔ، تحفة المؤمنین مرقاۃ، تنبیہ الضمائر علی رذ ذخائر ص ۲۹، للعلامہ حافظ کفایت اللہ، اعلام المؤمنین علی الحقّ المبین)

[4] (شامی ج ۱ ص ۳۹، ثم البصائر للعلّامہ حمد اللہ دیوبندی ص ۳۸)

ترجمہ: جو تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے تو تکلیف ختم ہو جائے گی اور جو سختی میں میرا نام لے اس کی سختی ختم ہو جائے گی اور جو کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو حاجت پوری ہو جائے گی۔[1]

مشارق الانوار میں ہے:

و قد نقل العارف الشعرانی عن بعض مشائخہ انّ اللّٰہ تعالیٰ یوکل بقبر کل ولی ملکا یقضی حوائج الزّائرین۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض مشائخ سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ولی کے مزار پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو زائرین کی حاجت پوری فرماتا ہے۔[2]

بریقہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

”ویجوز التوسل بالانبیاء والاولیاء والصّالحین بعد موتھم والکرامۃ لا تنقطع بعد الموت وعن الامام الرملی ایضا قول بعدم انقطاع الکرامۃ بالموت وعن امام الحرمین ولا ینکر الکرامۃ بعد الموت الا رافضی وعن الاجھوری الولی فی الدنیا کاالسیف فی غمدۃ فاذا مات تجر دعنہ فیکون اقویٰ فی التصرف۔[3]

حدیقہ ندیہ میں ہے کہ:

”کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضاً ومن زعم خلاف ذالک فھو جاھل متعصب“ الخ۔

ترجمہ: کراماتِ اولیاء بعد الممات باقی ہیں اور جو اس کے خلاف شک کرتا ہے وہ جاہل اور متعصب ہے جیسا کہ دورِ حاضر کے جہلاء منکر الکرامات بعد الممات ہیں۔

امداد الارواح اور کراماتِ اولیاء موت کے بعد زیادہ قوی ہوتے ہیں، رسالت ولایت اور ایمان موت سے ختم نہیں ہوتے، اولیاء اللہ کے مزاروں پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو حاجت مندوں کی حاجت پوری فرماتے ہیں۔

قطب الارشاد اور تمہید ابو شکور سالمی میں ہے:

وصف الرسالۃ والنبوۃ لا یزول عن الرسول والنبی بموتہ وقد ذکر فی کتب العقائد ان وصف الولایۃ لا یزال عن الولی بموتہ وکذا وصف الایمان لا یزول عن المؤمن بموتہ۔

ترجمہ: رسالت اور نبوت رسول اور نبی سے موت کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی، جیسا حیاتِ دنیاوی میں رسول و نبی ہیں، اہلسنّت والجماعت کے عقائد کی کتب میں ہے کہ ولی سے ولایت موت کے آنے سے زائل نہیں ہوتی، جیسے دنیا میں ولی ہیں بعد الممات بھی ولی ہیں۔

---

[1] (بھجۃ الاسرار، خلاصۃ المغافر، نزھتہ الخاطر، تحفۃ قادریہ، زبدۃ الآثار)

[2] (مشارق الانوار، ص ۱۰۸)

[3] (بریقہ ج ۱ ص ۲۰۳، بحوالہ تنویر الایمان ص ۱۵)

ولی کسے کہتے ہیں؟

ابوالمنتھی شرح فقہ اکبر میں ہے:

الولی فی اللغۃ القریب فاذا کان العبد قریباً من حضرۃ اللہ تعالیٰ بسبب کثرۃ الطاعۃ و کثرۃ اخلاصہ کان الرّب قریباً منہ برحمتہ و فضلہ و احسانہ۔۔۔الخ۔

ترجمہ: "ولی لغت میں قریب کو کہتے ہیں اور جب بھی بندہ کثرتِ اطاعت سے اور اخلاص سے اللہ تعالی کے حضور قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت، فضل اور احسان سے ان کے قریب ہوتا ہے"۔[1]

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کی آنکھیں ہو جاتا ہوں، ان کے کان ہو جاتا ہوں، ان کے ہاتھ بن جاتا ہوں تو دیکھیئے کہ ولی سے کرامت ظاہر کرانے میں کیا مصلحت ہے۔

ابوالمنتھی میں ہے:

و کرامات الاولیاء ای خوارق الّتی تصدر عن الاولیاء تسمی کرامت لان اللہ تعالی یرید بصدورھا عنھم کرامھم واعزازھم۔

ترجمہ: "اولیاء کی کرامت حق ہے، ہر وہ کام جو خلافِ عادت ہو اور اولیاء سے صادر ہو جائے اس کو کرامت کہتے ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے خلافِ عادت کام ظاہر کرا کر مخلوق کو عند اللہ ان کی بزرگی عزت اور اکرام ظاہر فرماتا ہے۔"[2]

اور جو عند اللہ دنیا میں معزز و مکرم ہوں، بعد الوفات بھی معزز و مکرم ہوتے ہیں، اس لئے ان کی ولایت بعد الممات بھی باقی ہوتی ہے۔

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

و قدقالوا بعدم انقطاع فیض الولی ایضاً بعد انتقالہ من دار الکثافۃ و الفناء الیٰ دار البقاء۔[3]

الصّواعق الربانیہ میں ہے:

ذواتِ فاضلہ کو وسیلہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، اس پر بڑے بڑے علماء نے تشریح فرمائی اور وسیلہ قرآن سے بایں قول ثابت ہے: **فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرۃ ۳۷)**

---

[1] (ابو المنتھی شرح فقہ اکبر ص ۴۷)

[2] (ابو المنتھی ص ۴۶)

[3] (تفسیر روح المعانی ص ۱۵۸)

ترجمہ: پس سیکھ لئے آدم (علیہ السلام) نے اپنے ربّ سے چند کلمات، پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی"۔[1]

امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تفسیر فرمائی:

اللّٰھم بحق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الا ماغفرت لی۔

ترجمہ: "اے اللہ میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری بخشش فرما۔"

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منثور فی تفسیر القرآن بالماثور میں فرماتے ہیں:

اخرج ابن منذر عن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنھم قال لما اصاب أدم الخطئنیة عظم کربه و اشتد ندمه فجاء جبرئیل فقال یا أدم ھل اعلمک دعاءُ و من جملة اللّٰھم اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامة علیک ان تغفرلی خطیئتی (الحدیث)

ترجمہ: "جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ کلمات آدم علیہ السلام کو سکھا دیئے کہ یا اللہ میں بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے اور یہ تیرا بندہ ایسا بندہ ہے جو تجھے سب سے افضل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور بزرگی تو ہی جانتا ہے۔"

اور (امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ) دوسری جگہ فرماتے ہیں:

و اخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن علی قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیه وسلم عن قول اللہ تعالیٰ فتلقیٰ أدم من ربّه کلمت فتاب علیه قال سئل بحق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا (الأیة) و اخرج ابن النجار عن ابن عباس قال سالت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الا ماغفرت لی۔ قال اللہ تعالیٰ و کیف عرفت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اولم اخلقه قال لانک لما خلقتنی بیدک و نفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علٰی قوائم العرش مکتوب لا الٰه الا اللہ محمد رّسول اللہ فعلمت انک لم تصل الیٰ اسمک الا احب الخلق الیک قال اللہ تعالیٰ یا أدم اذا سالتنی بحقه غفرت لک ولو لا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ما خلقتک۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بخش دے، اللہ نے فرمایا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا کیونکہ ان کو تو میں نے پیدا ابھی نہیں فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھایا تو میں نے وہاں یہ لکھا ہوا دیکھا "**لا الہ الا اللہ محمد رّسول اللہ**" تو میں نے جان لیا کہ تو نے نہیں ملایا اپنے نام کے

---

[1] (الصّواعق الربانیہ ص ۱۰)

ساتھ مگر وہ جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھا تو اللہ نے فرمایا کہ جب تو نے مجھ سے محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کیا تھا تو میں نے تجھے بخشا، اگر میں محمد ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو تجھے بھی پیدا نہ فرماتا۔"[1]

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ وسیلہ شرک نہیں ہے، اگر شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کبھی بھی شرک نہ کرتے تو معلوم ہوا کہ یہ شرک نہیں بلکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی وسیلہ اختیار کیا ہے، اگر کوئی انکار کرے تو آیات واحادیث کا انکار ہے۔

نقل عارف الشاھب العجمی عن شیخ الاسلام الشھاب الرملی الانصاری ان الاستغاثۃ بالانبیاء والصلحا والعلماء جائزۃ فان لھم اغاثۃ بعد موتھم کحیاتھم۔

ترجمہ: شہاب عجمی نے شیخ الاسلام شہاب رملی سے نقل فرمایا کہ مدد طلب کرنا انبیاء علیہم السلام اولیاء، صلحاء اور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ سے جائز ہے کیونکہ یہ حضرات دنیا میں فریاد رس ہیں تو بعد الممات بھی فریاد رس ہیں۔[2]

جامع الصغیر میں علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ازابن عباس مروی شدہ کہ آنحضرت ﷺ وقتِ گور کردن فاطمہ بنت اسد ایں دعا در حق او فرمودہ بود:

"اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِ وَیُمِیتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ اَلْاَسَدْ وَمَعَ عَلَیْھَا مَدْخَلَھَا بِحَقِ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاء مِنْ قَبْل"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فاطمہ بنت اسد کے دفنانے کے بعد اس کے لئے یہ دعا فرمائی: "اے اللہ تو وہ ذات ہے کہ مارتا اور جلاتا ہے اور تو ہمیشہ زندہ ہے، میری والدہ کو بخش دے اور اس قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے جو پہلے گزرے"۔

دیکھو، حضور ﷺ نے اپنی والدہ کے لئے انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے سوال کیا۔

راوی البیھقی و ابن شیبۃ بسند صحیح عن مالک الدار مولی عمر: أصابَ الناسَ قحطٌ في زمنِ عمرَ، فجاءَ رجلٌ إلی قبرِ النبيِّ ﷺ فقال: یارسولَ اللہِ! استسقِ لأمَّتک، فإنَّھُمْ قدھلکُوا۔

---

[1] (طبرانی شریف ج۲ ص ۸۲تا۸۳، تلخیص الذھبی ص ۶۱۵، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۷ ۱، مستدرک ج۲ ص ۶۱۵، کتاب الوفا باحوال المصطفٰے ج ۱ ص ۳۳، مواھب الدنیہ ج ۱ ص ۱۲، انوارِ محمدیہ ص ۱۰۹، زرقانی ص ۶۲، تفسیر عزیزی ص ۱۸۳، افضل الصلوٰۃ ص ۱۱۷، شواھد الحق ص ۱۳۷، تبلیغی نصاب فضائل ذکر ص ۱۳۲)

[2] (مشکوٰۃ الانوار، ص ۱۰۵)

ترجمہ: بیہقی اور ابن شیبہ نے صحیح سند سے ذکر کیا مالک الدار سے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خزانچی تھا، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط آیا، ایک آدمی حضورِ اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک پر آیا اور سوال کیا اور عرض کی رسول اللہ ﷺ سے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بارش کا سوال کریں کیونکہ آپ ﷺ کی امت قحط سے ہلاک ہو گئی۔[1]

حضرت مالک الدار جو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن یعنی وزیر خوراک تھے ان سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب ؛ فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله، استسق الله لأمتک فإنهم قد هلكوا ؛ فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام ؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام ، وأخبره أنكم مسقون . وقل له: عليک الكيس الكيس . فأتى الرجل عمر ، فأخبره ، فبكى عمر ثم قال: يا رب ما آلو إلا ما عجزت عنه۔

ترجمہ: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑا، تو ایک شخص آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے لئے بارش مانگیں اللہ تعالیٰ سے کیونکہ وہ ہلاک ہونے والی ہے، پس رسول اللہ ﷺ اس کے خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ، اور ان کو میرا اسلام کہنا اور ان کو کہو کہ دانش مندی اور فراست سے کام لیجیئے۔ پس وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے میرے رب! میں ہر گز سستی سے کام نہیں لیتا مگر جس سے عاجز آجاؤں"۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کے بارے میں فرمایا:

"وروى عن ابى شيبة باسناد صحيح"۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال الحافظ ابو بكر البيهقي۔۔۔وهذا اسناد صحيح۔

دیکھیے! اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

ا) صحابی کا روضہء رسول ﷺ پر حاضر ہونا۔

---

[1] (الرسائل ستة ص ۵۲، خلاصته الوفا، شفا استقام، القسطلاني (ت ۸۲۳)، المواهب اللدنية ۳/۳۷٤•)

[2] (دلائل النبوة للبيهقي، ج۸، ص ۹۱)

۲) یارسول اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارنا۔

۳) حضور ﷺ سے سوال کرنا کہ امت کے لئے سوال کریں۔

اگر ان صحابی کا روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دینا، یارسول اللہ ﷺ کہنا اور حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور حضور ﷺ سے کہنا کہ آپ ﷺ اللہ سے سوال کریں، یہ سب خلافِ شرع ہوتا تو کسی اور صحابی نے منع کیوں نہیں کیا؟ کہ یہ خلافِ شرع کام ہے، نہ کرنا لیکن افسوس کہ دورِ حاضر کے جہلاء جو درگاہ پر جانے، یارسول اللہ ﷺ کہنے اور ان بزرگوں کو وسیلہ بنانا اور ان سے عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ میری حاجت پوری ہو جائے، ان تمام کو خلافِ شرع، ناجائز اور شرک کہتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ کس کی شریعت لوگوں کو دکھاتے ہیں۔

عن عثمان بن حنيف: أنَّ رجلًا ضريرَ البصرِ أتى النَّبيَّ ﷺ فقال ادعُ اللهَ أن يُعافيَني قال إن شئتَ دعوتُ وإن شئتَ صبرتَ فهو خيرٌ لک قال فادْعُه قال فأمره أن يتوضأ فيحسنَ وضوءَه ويدعو بهذا الدعاء اللهم إني أسألُک وأتوجَّه إليک بنبيِّک محمدٍ نبيِّ الرحمةِ إني توجَّهتُ بک إلى ربي في حاجتي هذه لتقضىَ لي اللهم فشَفِّعْه فيَّ۔ رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب۔

ترجمہ: "عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک اندھا شخص آیا اور فرمایا، یارسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ میری آنکھیں بینا ہو جائیں، حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر چاہے صبر کرو، کیونکہ اندھا ہونا تیرے لئے بہتر ہے، انہوں نے کہا کہ دعا فرمادیجئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح سے دعا کرو کہ "یااللہ میں تیری طرف متوجّہ ہو کر تجھ سے سوال کرتا ہوں حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے جو نبی رحمت ہیں اور یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے ربّ کی طرف متوجّہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری فرمائے، یااللہ اپنے حبیب ﷺ کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرما۔ راوہ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔"[1]

اور اب اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے استمداد اور اعانت جائز ہے لیکن کسی اور کے وسیلہ سے جائز نہیں تو مشکوٰۃ المصابیح ملاحظہ فرمائے:

عن أمية بن خالد بن عبد الله بن أسيد: أنه كان يستفتحُ بصعاليکِ المهاجِرينَ۔ رواه في شرح السنة۔

---

[1] (مشکوٰۃ ص، ۲۱۱، الترمذي (ت ۲۷۹)، سنن الترمذي ۳۵۷۸• الطبراني (۹/۱۷) أخرجه ابن خزيمة (۲/۲۲۵)، وابن ماجه (۱۳۸۵)، وأحمد (۱۷۲٤۰) البيهقي (ت ٤۵۸)، دلائل النبوة ٦/١٦٦•)

ترجمہ: ”امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے دشمن پر فتح اور غلبہ کا سوال فرماتے۔“[1]

غور فرمایئے! فقراء مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء (علیہم السلام) نہیں ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ استمداد اور وسیلہ انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) دونوں حضرات کیساتھ جائز ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا اسم گرامی خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ انصاری ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کے میزبان بنے اور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ان کی شہادت جہاد قسطنطنیہ میں ہوئی ان کی وصیت کے مطابق ان کو باب قسطنطنیہ میں ہی دفن کیا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ”فتح الباری شرح صحیح بخاری“ میں لکھتے ہیں کہ:

”فیقال ان الروم صاروا بعد ذلک یستسقون بہ“۔

پس وہ کہتے ہیں کہ بے شک اس کے بعد جب اہل روم پیاسے ہوتے (یعنی بارش نہ ہوتی تو) اس کے ساتھ بارش طلب کرتے تھے۔[2]

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ ”**الاستیعاب**“ میں لکھتے ہیں کہ:

”وقبر أبي أیوب قرب سورها معلوم إلی الیوم معظم یستسقون به فیسقون“۔

”اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اس کی (یعنی شہر) دیوار کے قریب ہے جو کہ آج تک معلوم اور معظم ہے وہ اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں، پس بارش دیے جاتے ہیں“۔[3]

امام ابو بکر الدینوری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری (خالد بن زید) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد روم میں جہاد کیا، اور قسطنطنیہ میں فوت ہوئے اور اس شہر کے قلعہ کے پاس ان کی قبر بنائی گئی اور اس پر روضہ بنایا گیا جب صبح ہوئی تو اہل روم اس پر مطلع ہوئے اور انہوں نے کہا: اے گروہ عرب! کل رات تمہارا کیا مسئلہ تھا؟ انہوں نے کہا ہمارے رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک بزرگ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے ہیں اور اللہ

---

[1] (ابن عبدالبر (ت٤٦٤)، الاستیعاب ۱/۱۹۷•باب فضل الفقراء مشکوٰۃ ص ۴۴۷، فصل ثانی)

[2] (فتح الباری ج ۲۳ ص ۱٦۵)

[3] (الإستیعاب في معرفة الأصحاب ج ۱ ص ۱۲٦)

تعالیٰ کی قسم !اگر تم میں کوئی ان کی قبر کو نقصان پہنچائے گا تو بلاد عرب میں تمہارے گرجے گرادیے جائیں گے، اور جب روم والوں پر قحط آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے پردہ ہٹادیتے تو ان کے لئے بارش نازل ہوتی تھی۔[1]

امام حاکم مستدرک میں محمد بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے لکھتے ہیں کہ:

وقبره بأصل حصن القسطنطينية بأرض الروم فيما ذكر يتعاهدون قبره ويزورونه ويستسقون به إذا قحطوا۔

ترجمہ: ''اور ان کی قبر روم کی سرزمین میں قسطنطنیہ اصل بلند جگہ (مضبوط قلعہ) میں ہے وہ اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں اور جب قحط پڑے تو اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں''۔[2]

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ جب ان کو بارش کی ضرورت ہوتی تو وہ قبر سے پردہ ہٹاتے تو بارش ہونے لگتی۔

امام شعبی فرماتے تھے کہ میں نے حکم سے پوچھا کہ کیا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''صفین'' میں حاضر تھے ؟انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ جنگ نہروان میں موجود تھے۔

اور ابن القاسم نے حضرت امام مالک سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں کہ:

''مجھے یہ خبر پہنچی کہ رومی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے بارش طلب کیا کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

الاستیعاب لابن عبدالبر ج۴، ص ۱۶۰۶، طبقات الکبریٰ لابن سعد ج۳، ص ۴۸۳، ومعرفة الصحابه لابی نعیم ج۲، ص ۱۸۷، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۱۶، ص ۲۱، المعارف لابن قتیبة، ص ۲۷۴/۲۷۵، وبگیة الطلب فی تاریخ حلب لابن ابی جرادة، ج۷، ص ۳۰۳۸، البدایة النهایة لابن کثیر، ج۵، ص ۵۹، المقفی الکبیر للمقریزی ج۳، ص ۲۱۴، والتحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة للسخاوی ج۱، ص ۳۱۴، تاریخ الاسلام للزهبی، ج۲، ص ۵۵۲۔

نمبر (۳)

حضرت ام حرام بنت ملحان الانصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں، وہ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سمندر میں جہاد کے لئے گئیں اور شام میں فوت ہوئیں، ان کی قبر قبرص میں ہے۔ ان کی سواری کا جانور بدکا اور وہ گر کر شہید ہو گئیں، اور اہل شام ان کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے۔

---

[1] (المجالسة وجواهر العلم لابی بکر الدینوری ج۲ ص ۳۵-۳۶)

[2] (مستدرک الحاکم باب مناقب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ج۳ ص ۵۱۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں حضرت عبد الرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

فماتت وأهل الشام يستسقون بها يقولون قبر المرأة الصالحة۔

"پس ان کی وفات ہوگئی، وہاں ان کی قبر ہے جس کے وسیلہ سے لوگ بارش مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے"۔[1]

نمبر (۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ "الاصابة فی تمییز الصحابة" میں حضرت عبد الرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

و دفن عبد الرحمن فی بلاد الترک فهم يستسقون به الى الآن۔

ترجمہ: اور عبد الرحمن بلاد ترک میں دفن ہیں اور اب تک ان کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔[2]

یاقوت الحموی نے " معجم البلدان "میں " بلنجر " شہر کے ذکر میں نقل کیا کہ یہ شہر عبد الرحمن بن ربیعہ اور ان کے بھائی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہاں تک کہ عبد الرحمن بن ربیعہ شہید ہوگئے، اور جھنڈا ان کے بھائی نے اٹھالیا، وہ لڑتا لڑتا یہاں تک لڑا کہ بلنجر کے نواح میں عبد الرحمن اپنے بھائی کی قبر بنانے میں کامیاب ہوگیا، اور باقی مسلمانوں کے ساتھ جیلان کے راستہ پر لوٹ آیا، تو عبد الرحمن بن جمانہ باہلی نے کہا:

و ان لنا قبرين قبر بنجر	و قبر بصين استان يالک من قبر
فهذا الذی بالصين	و هذا الزی يسقی به سبل الفطر

"ہمارے لیے دو قبریں ہیں، ایک قبر بلنجر میں، اور ایک قبر چین میں، کیا شان ہے اس قبر کی، پس یہ جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو بلنجر میں ہے، اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے"۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ترک میں جب عبد الرحمن بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ شہید ہوئے، یا کہا گیا ہے کہ سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھی شہید ہوئے، وہ لوگ ہر روز ان کے مورچوں سے نور نکلتا دیکھتے تھے۔

[1] (تاریخ مدینة دمشق و ذکر فضلها و تسمیة من حلها من الأماثل، ج ۷۰، ص ۲۱۷)
[2] (تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۵۴۲)

پس انہوں نے سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پکڑا اور تابوت میں رکھ دیا، تو جب بھی ان پر قحط پڑتا تو وہ اس کے سبب سے بارش طلب کیا کرتے تھے، اور جو چین میں شہید ہوئے وہ قتیبہ بن مسلم الباھلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔[1]

نمبر (۵)

اور حافظ ابن کثیر "البداية والنهاية" میں "فصل فی ذکر من توفی زمان عثمان ممن لا یعرف وقت وفاته على التعيين" میں لکھتے ہیں کہ:

سلمان بن ربيعة الباهلي، يقال له صحبة۔۔۔۔فقتل ببلنجر، فقيرة هناک في تابوت يستسقي به الترک إذا قحطوا۔

"سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا گیا ہے کہ ان کو صحابی رسول ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پس وہ بلنجر میں شہید ہوئے، پس ان کی قبر وہیں تابوت میں ہے، جب ترک قحط کا شکار ہوتے ہیں، تو اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں"۔[2]

نمبر (۶)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے ساتھ وسیلہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا بارش عطا فرمانا۔

حضرت امام حافظ ابو علی الغسانی فرماتے ہیں، ہمیں خبر دی ابو الفتح نصر بن الحسن السکتی السمرقندی نے جو کہ ہمارے پاس بلنسیہ میں ۴۶۴ھ کو تشریف لائے، اور ہمارے یہاں سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑا ہوا تھا، لوگ کئی مرتبہ نماز استسقاء پڑھ چکے تھے، لیکن بارش نہیں برسی تھی۔

پس ایک شخص جو نیکی میں معروف تھا قاضی سمرقند کے پاس آیا، اور قاضی سے کہا: میرا ایک مشورہ ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ میری رائے ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ لوگ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کی طرف

---

[1] (معجم البلدان ج ۱، ص ۳۰۵ و ج ۱، ص ۴۹۰، و البلدان لابن الفقیه ص ۵۸۸، و المعارف لابن قتیبة ج ۱، ص ۴۳۳، و تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱، ص ۴۷۳، ۴۷۴ و مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان لسبط ابن الجوزی ج ۵، ص ۴۵۹۔ اور شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح نقل فرمایا: "فهذا الذی بالصین عمت فتوحه و هذا الذی بالترک یسقه به القطر۔" اور جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو ترک میں ہے اس سے بارش طلب کی جاتی ہے"۔ امام طبری جیلان اور جرجان پر چڑھائی کرنے والوں کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: "۔۔۔۔فانه خرج علی جیلان و جرجان و فیهم سلمان الفارسی و ابو هریرة، و اخز القوم جسد عبدالرحمن فجعلوه فی سفط، فبقی فی ایدیهم، فهم یستسقون به الی الیوم و یستنصرون به۔۔۔۔"الطبری فی تاریخه ج ۲، ص ۲۲۷، ابوزکریا الازدی فی تاریخ الموصل ج ۱، ص ۲۳)

[2] (البداية والنهاية، ج ۷، ص ۲۴۶)

نکلیں، اور آپ کی قبر خرتنک میں ہے، اور وہاں ہم بارش کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ جلدی ہی ہمیں بارش عطا فرمائے گا۔ تو قاضی صاحب نے فرمایا: بہت اچھا خیال ہے تیرا۔ پس قاضی لوگوں سمیت نکلا اور لوگوں کے ساتھ وہاں جا کر دعا مانگی، اور لوگ قبر کے پاس رو رہے تھے۔ اور صاحب قبر (امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ) سے شفاعت مانگ رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے موسلا دھار بارش بھیجی، جس کی وجہ سے لوگ ہفتہ بھر تک خرتنک میں رکے رہے اور کثرت بارش اور اس کی تیزی کی وجہ سے کوئی شخص بھی سمرقند نہ پہنچ سکا، حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا۔[1]

نمبر (۷)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "**سیر اعلام النبلاء**" میں "**محمد بن الحسن بن فورک**" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"**قال عبد الغافر فی "سیاق التاریخ": الاستاذ ابو بکر قبرہ بالحیرۃ یستسقی بہ۔**

"عبد الغافر بن اسماعیل نے "سیاق التاریخ" میں کہا کہ استاذ ابو بکر جن کی قبر حیرہ میں ہے جس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔[2]

نمبر (۸)

احمد بن محمد مقری تلمسانی "**نفح الطیب من غمص الاندلس الرطیب**" میں "**یحی بن یحی اللیثی**" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"**وقبرہ یستسقی بہ بقرطبۃ**"۔

"اور ان کی قبر قرطبہ میں ہے اور اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔[3]

نمبر (۹)

اور اسی میں "ابو العباس بن الحریف" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"**قلت: لقد زرت قبرہ المعظم بمراکش سنۃ عشر و الف۔ وھو ممنیتبرک بہ فی تلک الدیار، ویستسقی بہ الغیث**"۔

---

[1] (تقیید المھل و تمییز المشکل فی رجال الصحیحین البخاری و مسلم لابی علی الغسانی الجیلانی، ص ۳۶، بسند صحیح، ابن شکوال فی الصلۃ فی تاریخ آئمۃ الاندلس ۶۰۳، و ذکرہ ابو بکر بن خلقون فی المعلم بشیوخ البخاری و مسلم، ص ۲۶، و الذھبی فی سیر اعلام النبلاء ج ۱۲، ص ۴۶۹، و فی تاریخ الاسلام ج ۱۹، ص ۱۹۵، والسبکی فی طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲، ص ۲۳۴)

[2] (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷، ص ۲۱۵، التاریخ الاسلام (بشار) ج ۹، ص ۱۰۹)

[3] (نفخ الطیب من غصن الاندلس الرطیب، ج ۹، ص ۲)

"میں کہتاہوں کہ میں نے ان کی قبر معظم کی زیارت کی ۱۰۱۰ ہجری مراکش میں، اور وہ ان میں سے ہیں جن سے دیار میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔ [1]

نمبر (۱۰)

"مرآۃالزماں" کے ذیل میں قطب الدین ابوالفتح یونینی" ابو القاسم بن منصور بن یحیٰ اسکندرانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وقبره يزار ويتبرك به وزرته في شهر ذي القعدة سنة ثمان وثمانين وستمائة ودعوت الله تعالى عند قبره بدعوات توسلت به فيه وظهر لي أثر بركة زيارته والتوسل به في إجابة دعائي في بعض ما سألته وأرجو الإجابة في جملته إن شاء الله تعالى۔

"اور ان کی قبر زیارت گاہ ہے اور ان کے ساتھ تبرک کیا جاتا ہے اور میں نے اس کی ذی القعدہ کے مہینہ میں ۶۸۸ھ میں زیارت کی، اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس کے ساتھ توسل کرتے ہوئے، اور اس میں میرے لئے اس کی برکات ظاہر ہوئیں اس کی زیارت اور توسل میں میری دعا، میں نے جو سوال کئے ان کی قبولیت کے ساتھ اور مجھے ان تمام کی قبولیت کی امید ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ [2]

نمبر (۱۱)

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تاریخ نیسابور" میں لکھتے ہیں کہ:

"وسمعت ابا الحسین عبداللہ بن محمد الفقیہ یقول: ما وقعت فی ورطۃ قط، ولا عرض لی امر مھم فقصدت قبر ابی الولید وتوسلت بہ الی اللہ تعالیٰ الا استجاب اللہ لی"۔

"اور میں نے ابو حسین عبد اللہ بن محمد فقیہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں کبھی بھی کسی مشکل معاملے میں نہیں پھنسا نہ ہی کوئی امر مشکل پیش آیا، تو میں نے ابو ولید کی قبر کا رخ کیا اور اس کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے قبول فرمایا"۔ [3]

---

[1] (نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ج۳، ص ۲۳۰)

[2] (ذیل مرآۃ الزماں ج ۱، ص ۲۷۷)

[3] (تاریخ نیسابور، فی ترجمۃ: حسان بن محمد بن احمد ص ۲۴۳، عبدالوھاب فی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۳، ص ۲۲۸، والسمعانی فی الانساب، فی ترجمۃ: ابو الولید ج۴، ص ۴۵۰)

نمبر (۱۲)

ایسے ہی امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، "باب ذکر فی مقابر بغداد المخصوصة بالعماءو الزھاد بالجانب الغربی۔۔۔" میں لکھا کہ:

" الحسن بن إبراهيم أبا علي الخلال يقول ما همني أمر فقصدت قبر موسى بن جعفر فتوسلت به الا سهل الله تعالى لي"۔

"ابو علی خلال، حسن بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے جب کبھی کسی کام کا پختہ ارادہ کیا تو میں نے موسیٰ بن جعفر کی قبر کا قصد کیا، پس اُس کے ساتھ توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کو میرے لئے آسان کر دیا"۔ [1]

اس کو امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسن بن حسین بن محمد استر اباذی سے روایت کیا کہ وہ صدوق ہے، اور اس نے احمد بن جعفر بن مالک بن حمدان سے روایت کیا اور وہ بھی صدوق ہے اور وہ روایت کرتا ہے حسن بن ابراہیم بن توبہ سے اور اُس کا ذکر خطیب نے تاریخ میں کیا ہے مگر کوئی کلمہ جرح یا تعدیل ذکر نہیں کیا مگر امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں جلد ۱۵، ص۳۹۸ میں اس سے روایت کی اور شعیب ارنووط نے اس کے بارے میں کہا کہ "اسنادہ جید"۔

اس بارے میں کئی اور باتیں بیان کی جاسکتی ہیں مگر ہم اختصار کے پیش نظر ان ہی پر اکتفاء کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ فعل شرک و حرام تھا، جیسا کہ موجودہ دور کے خوارج نے امت کو مشرک ثابت کرنے کی کوششوں میں اس بات کو اپنا ہتھیار بنایا ہوا ہے، تو ان محدثین و علماء کے بارے میں کیا فتویٰ صادر ہو گا جنہوں نے ان باتوں کو اپنی کتب میں بلا نکیر نقل کیا، جن کے سامنے بیان یا رونما ہوتا رہا؟۔

یاد رکھیں کہ اگر یہی حکم اس بارے میں ہے کہ ایسا کرنا شرک و حرام اور اس کا رد نہ کرنا شرک و حرام کے ارتکاب کو پروان چڑھتے دیکھنا اور تقویت فراہم کرنا ہے تو امت کے عظیم سپوت اس فتوے کی زد میں آکر بدعتی اور مشرک قرار پائیں گے جن میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام ابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۳۰ھ)

(۲) امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۳۵ھ)

(۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۵۶ھ)

(۴) امام ابن قتیبہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۷۶ھ)

---

[1] (تاریخ بغداد للخطیب ج ۱، ص ۱۲۰)

(۵)امام ابو بکر بن احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ(م۲۷۹ھ)

(۶)امام احمد بن یحییٰ بن جابر بلازری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۲۷۹ھ)

(۷)امام ابو بکر احمد بن مروان بن محمد دینوری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۳۳۳ھ)

(۸)امام ابوذکریا یزید بن محمد بن ایاس الازدی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۳۳۴ھ)

(۹)ابو الفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ(م۳۳۷ھ)

(۱۰)ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن اسحاق ہمدانی ابن فقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ(م۳۶۵ھ)

(۱۱)امام ابو ہلال بن عبد اللہ بن سہل العسکری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۳۹۵ھ)

(۱۲)ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۰۵ھ)

(۱۳)امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۳۰ھ)

(۱۴)امام خلیلی ابو یعلی خلیل بن عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۴۶ھ)

(۱۵)امام بیہقی ابو بکر احمد بن حسین بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۵۸ھ)

(۱۶)ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۶۳ھ)

(۱۷)امام ابن عبد البر ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ القرطبی النمری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۶۳ھ)

(۱۸)امام منصور بن محمد السمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۸۹ھ)

(۱۹)ابو علی الغسانی حسین بن محمد الجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۴۹۸ھ)

(۲۰)امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۵۱۰ھ)

(۲۱)ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور السمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۵۶۲ھ)

(۲۲)ابو القاسم خلف بن عبد المالک بن بشکوال رحمہ اللہ تعالیٰ(م۵۷۸ھ)

(۲۳)جمال الدین، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۵۹۷ھ)

(۲۴)حافظ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۶۳۰ھ)

(۲۵)حافظ یاقوت بن عبد اللہ حموی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۶۲۶ھ)

(۲۶)حافظ ابو الحسن علی بن ابو الکرم محمد بن محمد عزالدین ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ(م۶۳۰ھ)

(۲۷)حافظ ابو الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ(م۶۳۴ھ)

(۲۸)ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خلفون رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۳۶ھ)

(۲۹) شمس الدین، سبط ابن الجوزی، ابو المظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۵۴ھ)

(۳۰)حافظ عمر بن احمد بن ہبتہ اللہ ابن ابی جرادہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۶۰ھ)

(۳۱)حافظ قطب الدین ابو الفتح موسیٰ بن محمد یونینی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۲۶ھ)

(۳۲)شہاب الدین النویری احمد بن عبد الوہاب البکری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۳۳ھ)

(۳۳) فتح الدین، ابن سید الناس، ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد الیعمری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۳۴ھ)

(۳۴)جمال الدین، ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۴۲ھ)

(۳۵) شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الزھبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۷ھ)

(۳۶)تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۷۱ھ)

(۳۷)علامہ ابو حفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۷۵ھ)

(۳۸) شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۸۶ھ)

(۳۹)محمد بن محمد بن عبد اللہ العاقولی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۹۷ھ)

(۴۰) تقی الدین المقریزی، احمد بن علی الحسینی العبدی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۴۵ھ)

(۴۱)ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۹۲ھ)

(۴۲)بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۵۵ھ)

(۴۳)عبد الرحمٰن بن عبد السلام الصفوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۹۴ھ)

(۴۴)ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المنعم الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۰۰ھ)

(۴۵) شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۰۲ھ)

(۴۶)علامہ نور الدین عالی بن احمد سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۱۱ھ)

(۴۷)حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی رحمہ اللہ تعالیٰ (م بعد ۹۲۳ھ)

(۴۸) شمس الدین محمد بن احمد خطیب الشربینی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۷۷ھ)

(۴۹)شہاب الدین احمد بن محمد التلمسانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۴۱ھ)

ان کے علاوہ ایک جماعت کے نام ذکر کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ حوالہ جات سے ظاہر ہے مگر راقم الحروف انہی پر اکتفا کرتا ہے کیونکہ اختصار طوالت سے مانع ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی معترض یہ کہنے لگے کہ اہل روم جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارکہ، اور اہل شام جو سیدہ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارکہ، اور اہل ترک عبد الرحمن بن ربیعہ یا سلیمان ب ربیعہ رضی اللہ عنہما کی قبر مبارکہ کو بارش طلب کرنے کا وسیلہ سمجھتے تھے وہ غیر مسلم ہوں، اہل اسلام ایسا نہ کرتے ہوں، تو عرض یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یا کسی دوسرے آدمی کا حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارکہ پر آکر یہ کہنا کہ "اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ! اللہ سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجیے"۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر انکار نہ کرنا، یہ تو مدینہ منورہ میں خیر القرون کے زمانہ میں ہوا، اگر یہ بات شرک و حرام یا ذریعہ شرک تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کئی سے اس پر انکار مروی ہوتا مگر ہمیں اس بارے میں کسی صحابی رسول ﷺ کے انکار کا علم نہیں ہے۔

ابو فتح نصر بن حسن سکتی جو کہ ایک محدث ہیں انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارکہ کے متعلق جو بیان کیا وہ بھی اہل اسلام کے زمانہ میں ہی واقع ہوا مگر کسی کا انکار ثابت نہیں ہے۔

یونہی حافظ قطب الدین ابو الفتح موسی بن محمد یونینی جن کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المعین فی طبقات المحدثین ۲۳۵ میں ذکر کیا ہے، اور معجم الشیوخ ۶۲۳ میں ان کی تعریف بیان کی ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الدرر الکامنۃ ج۴ص ۲۳۴ میں ان کی تعریف بیان کی ہے وہ ابو القاسم اسکندرانی کی قبر پر جا کر اپنے لئے دعائیں کرتے اور اس کے ساتھ توسل کرتے تھے۔

یونہی ابو حسین عبد اللہ بن محمد فقیہ کا ابو الولید کی قبر کی طرف مشکلات میں قصد کرنا اور اس سے توسل کرنا، یونہی ابو علی خلال کا موسی بن جعفر کی قبر کی طرف قصد کرنا اور اس کے توسل سے دعا کرنا وغیرہ یہ تو محدثین کی جماعت میں شمار ہوتے ہیں۔[1]

وسیلہ جمیلہ میں ہے:

وعندی انہ لا وجہ بتخصیص جواز التوسل بالنبی ﷺ کما زعم الشیخ عز الدین بن عبد السّلام۔

[1] (علمی و تحقیقی مقالات، ص ۱۹۰)

ترجمہ: توسل کا جواز حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ شیخ عزالدین بن عبد السلام نے گمان (شک) کیا ہے"۔[1]

اب توسل، استمداد، استعانت، استغاثہ کے معنی سمجھئے جو لوگ اس کو شرک کہتے ہیں وہ اس کے معنی سے بے خبر ہیں۔

شواھد الحق میں علاّمہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالتوسل والتشفع والاستغاثۃ کلھا بمعنی واحد ولیس لھا فی قلوب المؤمنین معنی الاّ التبرک کذکر احباء اللہ لما ثبت ان اللہ تعالیٰ یرحم العباد بسیماھم سواء کانوا احیاء او امواتا فالمؤثر والموجد حقیقۃ ھو اللہ تعالی وھو لاسبب عادی فی ذالک۔

ترجمہ: توسل، تشفع اور استعانت کے ایک معنی ہیں، مؤمنوں کے دلوں میں ان الفاظ کے بولنے کی غرض صرف اولیاء کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کے وسیلے سے چاہے فی الحیات ہو یا بعد الممات متوسلین پر رحم فرماتا ہے، موثر اور موجدِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اولیاء اسبابِ ظاہری ہیں۔[2]

علامہ الشیخ احمد الصّاوی المالکی اپنی تفسیر میں **وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ إِلٰھًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِکٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (القصص ۸۸)** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لیس فی الایۃ مازعم الخوارج ان الطلب من الغیر حیا کان او میتا شرک فانیہ جھل مرکب لانہ من التمسک بالاسباب ولاینکر الاسباب الاجھول وان توسّل بھم من جملۃ الطاعات۔

ترجمہ: "اس آیت میں وہ نہیں جس کا گمان خوارج نے کیا ہے کہ استعانت غیر اللہ سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ شرک ہے، نستعین کے کلمہ سے یہ معنی کرنا جہل مرکب ہے بلکہ مومن کے عقیدے میں غیر اللہ سے مدد (استعانت) یہ **تمسک بالاسباب** کے قبیلہ سے ہے۔ اور اسباب سے ماسواء جہلاء کے کوئی انکار نہیں کرتا، توسل استعانت مقربین سے یہ (اللہ کی) اطاعت میں داخل ہے"۔[3]

معلوم ہوا کہ توسل کو شرک کہنا یہ خوارج کلاب النار کا طریقہ ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ **اِیّاکَ نَستَعین** کا معنی **اِیّاکَ نستعین فی العبادۃ** ہے، جب مسلمان **اِیّاکَ نَعبُدُ** پڑھ کر اپنے عجز اور حقیقت کو متوجہ ہوا تو فوراً یہ سوچا کہ میں تو ایک

[1] (وسیلہ جمیلہ ص ۴، از نواب صدیق حسن خان بھوپالی، اھلحدیث)

[2] (شواھد الحق ص ۷۹)

[3] ("تفسیرِ صاوی" جلد۳، ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر)

عاجز بندہ ہوں، میرے ساتھ اتنا بڑا دعویٰ مناسب نہیں تو فی الحال کہا "اِیّاکَ نَستَعین" یعنی یا اللہ اگر میں عبادت کرتا ہوں تو تیری ہی مدد اور تیری ہی دی ہوئی قوّت سے کرتا ہوں، ورنہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں، اس تفسیر کی رو سے یہ آیت عام نہیں۔

قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو توسّل کا حکم فرمایا اور توسل کو ذریعہ فلاح و نجات ٹھہرایا ہے:

قولہ تعالی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة ۳۵)

ترجمہ: "اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یقیناً تم فلاح پاؤ گے۔"

وسیلہ کا معنیٰ

تفسیر مدارک میں ہے:

وھی کلما یتوسل بہ ای یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، وہ "وسیلہ" ہے۔[1]

تفسیر خازن میں ہے:

الوسیلۃ فعلیۃ من وسل الیہ اذا تقرب الیہ و المعنی اطلبوا الیہ القرب بطاعۃ و العمل بما یرضی۔

ترجمہ: وسیلہ بروزن فعلیہ عرب کہتے ہیں وسل الیہ اذا تقرب الیہ آیت کے معنی یہ ہے، اے مومنو قرب اور نزدیکی حاصل کرو اللہ تعالیٰ کی طرف اطاعت سے اور ہر اس عمل سے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔[2]

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

الوسيلة: التوصل إلى الشيء برغبة وهي أخص من الوصيلة، لتضمنها لمعنى الرغبة۔

وسیلہ کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے (یعنی توصل) کے ہیں اور وسیلہ میں رغبت کا پہلو شامل ہونے کی وجہ سے یہ "وصیلۃ" سے خاص ہے۔[3]

ابن منظور رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوسيلة هي في الأصل ما يتوصل به إلى الشيء و يتقرب به۔

درحقیقت وسیلہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔[4]

---

[1] (تفسیر مدارک ص ۴۹۱)

[2] (تفسیر خازن ص ۴۹۱)

[3] (مفردات الفاظ القرآن ص ۸۷۱)

[4] (لسان العرب ص ۷۲۵ ج ۱۱)

امام زمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

الوسیلۃ: کل مایتوسل بہ أی یتقرّب... بہ إلی اللّٰہ تعالی۔

ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچا جائے یعنی قرب حاصل کیا جائے، اسے ہی وسیلہ کہتے ہیں۔[1]

اور آیت کا عام ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اعمالِ صالحہ ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ نجات کے اسباب سے ایک سبب ہے، جیسا کہ غار والی حدیث جو تمام صحاح ستّہ کی کتب میں موجود ہے، نجات کے لئے اور بھی بہت سے اسباب ہیں۔

جیسا کہ اسماعیل قتیل دہلوی نے "منصبِ خلافت" میں لکھا ہے:

"مراز وسیلہ شخصے باشد کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔"

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو۔

شاہ ولی اللہ نے بھی القول الجمیل میں یہی لکھا ہے۔ بہر حال وسیلہ قربِ الٰہی کے لئے سبب کو کہتے ہیں اور قرب کے تمام اسباب غیر اللہ ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کا حکم فرمایا ہے۔

معلوم ہوا توسل غیر اللہ سے شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے کیونکہ مامور بہ ہے۔

روی الحاکم فی صحیحہ و ابو عوانۃ و البزاز بسند صحیح و ابن السنی عن ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان النبی ﷺ قال اذا انفلتت وابۃ احدکم فی ارض فلاۃ فلینا دیا عباد اللہ احبسو اثلاثا فان اللہ حاضر سیحبسہ روی لطبرانی وان ارادعونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی ذکر ھذا الحدیث الائمۃ فی کتبھم و نقلوہ اشاعۃ و حفظا للامۃ ولم ینکروہ منھم النووی فی الاذکار و ابن القیّم فی کتابہ الکلم الطیب و ابن مفلح فی الاداب بعد ذکر ھذا الاثر قال عبد اللہ ابن احمد سمعت ابی یقول حججت خمس حجج الامام نووی شارح مسلم فضللت الطریق فی حجۃ و کنت ما شیا فجعلت اقل یا عباد اللہ دلونا علی الطریق فلم ازل اقول ذالک حتی وقفت علی الطریق۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی سے جنگل میں سواری بھاگ جائے تو تین مرتبہ پکارے "اے اللہ کے بندو میری سواری پکڑو!" ۔ اللہ تعالیٰ حاضر ہے سواری کو بند کر دے گا، طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جائے تو یہ آواز لگائے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! تینوں ائمہ نے اس حدیث کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔ اور امت کی اشاعت اور حفظ کے لئے نقل کیا ہے اور کسی نے انکار نہ کیا۔ بعض ان ائمہ سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، انہوں نے کتاب الاذکار میں اور ابن قیم نے الکلام الطیب میں اور ابن مفلح نے کتاب الآداب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ حدیث کے بعد عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے

---

[1] (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۶۲۸ تحت الآیۃ المائدۃ ۳۵)

والد سے سنا کہ میں نے پانچ حج کئے، ایک بار حج کرنے جارہا تھا کہ راستہ بھول گیا، میں پیدل تھا تو میں پے در پے یہ آواز لگا رہا تھا کہ اے اللہ کے بندو مجھے راستہ دکھاؤ، یہاں تک بولتا رہا کہ راستہ مل گیا۔[1]

عباد اللہ کے بارے میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ملّاعلی قاری فی شرحۃ المراد بعباد اللہ الملائکہ او المسلمون او رجال الغیب المسلمون بالابدال۔

ترجمہ: عباد اللہ سے مراد ملائکہ یا مسلمان، یا رجال الغیب ہیں جو کہ مسلمان ابدال میں سے ہیں۔

و قال قاضی شوکانی فی تحفۃ الذاکرین و فی الحدیث دلالۃ علی جواز الاستغاثۃ ممن لایراھم الانسان من عباد اللہ سبحانہ تعالیٰ من الملائکۃ و صالح الجن و لیس فی ذلک بأس۔

ترجمہ: قاضی شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے استغاثہ کے جواز پر، اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے جن کا انسان دیکھ نہیں سکتے، وہ ملائکہ اور صالح جنّ ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی امت کی مدد کے لئے ایک مخلوق پیدا کی ہے جن کو دیکھا نہیں جا سکتا اور وہ مومنوں کی حاجت کے وقت ان کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہدایت یعنی استمداد عن غیر اللہ ہمیں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے اور اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ **استعانت عن غیر اللہ** کو شرک سمجھو یا جائز سمجھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نا معلوم الحقیقت مخلوق سے استعانت جائز ہے تو اسی طرح **یا رسول اللہ ﷺ مدد**، اور **یا غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدد** کہنا بھی جائز ہے۔

عن عبداللہ بن یزید الخطمي: اللھم ارزُقنِی حُبَّکَ، و حُبَّ مَن یَنفَعُنِي حُبُّہُ عندَکَ۔

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ اپنی دعاؤں میں یوں فرماتے تھے، اے اللہ اپنی محبت نصیب فرما اور ہر اس شخص کی محبت نصیب فرما جس کی محبت میرے لئے تیری بارگاہ میں فائدہ مند ہو۔[2]

عن أبي الدرداء: کان داوٗدُ یقولُ: اللھم إني أسالُکَ حُبَّکَ، و حُبَّ مَن یُحِبُّکَ، و العملَ الذي یُبَلِّغُنِي حُبَّکَ۔

ترجمہ: ابی دردار ضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ان الفاظ سے دعا مانگتے تھے، یا اللہ میں تجھ سے تیری محبت اور ان کی محبت جن کی محبت تیرے ساتھ ہو، مانگتا ہوں۔ اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت کا ذریعہ بن جائے۔[3]

---

[1] (صواعق البھیہ ص ۳۵، حصن حصین ایضاً للامام شارح مسلم)
[2] (مشکوٰۃ ص ۲۱۱)
[3] (مشکوٰۃ ص ۲۱۲)

حدیثِ مذکورہ بالا میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مقربین کی محبت کا سوال کیا ہے، معلوم ہوا کہ مقربین کی محبت نجات اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں اور ان سے بغض وعداوت دنیاو آخرت کا خسارہ ونقصان ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

''اَلمَرءُمَعَ مَن اَحَبّ''۔

یعنی دنیا میں جو جس سے محبت کرے گا بروزِ قیامت اسی کے ساتھ ہو گا۔[1]

اور جو ان سے بغض وعداوت رکھے تو وہ ان سے دور جہنم میں ہو گا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (البقرة ۹۸)

ترجمہ: ''جو کوئی دشمن ہو اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتوں کا اور اس کے رسول کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔''

پتہ چلا کہ انبیاء(علیہم السلام) اور ملائکہ (علیہم السلام) سے عداوت کفر اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے، اور محبوبانِ خدا سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا یوں ذکر فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول (ﷺ) کی تابعداری کرے تو وہ لوگ قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین میں سے، اور ان کی معیّت بہت اچھی ہے۔

(اللہ ربّ العزت ہمیں ان کی معیّت نصیب فرمائے۔ آمین!)

مفتی رشید احمد، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں:

توسل چاہے زندہ سے ہو یا مردہ سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا دوسروں کے، سب جائز ہے اور دعا میں یہ جائز ہے کہ یا اللہ فلاں پیغمبر یا ولی کے طفیل میری حاجت پوری فرما۔[2]

---

[1] (البخاري (ت ٢٥٦)، تهذيب التهذيب ٦/٢٠٠• البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري • صحيح • [أخرجه البخاري ٦١٦٨] (٦١٦٨)، ومسلم (٢٦٤٠) البزار (ت ٢٩٢)، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ١٣/٢٨١•الطبراني (ت ٣٦٠)، المعجم الأوسط ٢/٣٥٢ •ابن القيسراني (ت ٥٠٨)، ذخيرة الحفاظ ٤/٢٤٥٨•المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ٤/٨٦•الذهبي (ت ٧٤٨)، سير أعلام النبلاء ١٢/١٣٥•الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ١٠/٢٨٣•)

[2] (''مسئلہ التوسل والدّعا'' صفحہ ۱۳)

عبدالوھاب شعرانی "الجوھر والدرر"میں فرماتے ہیں:

ان بعض مشائخه ذکر له، ان الله تعالیٰ یوکل بقبر الولی ملکا یقضی حوائج الناس، کما وقع اللامام شافعی والسیّده نفسیه وسیّد احمد بدوی۔ (فی النقاذ الاسیر من اسره من بلاد الفرنج) وتارة یخرج اولی من قبره بنفسه ویقضی حوائج النّاس لان للاولیاء انطلاق فی البرزخ وان لا رواحهم۔

ترجمہ: ذکر کیا العارف باللہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر والدرر میں کہ بعض مشائخ نے ہمیں ذکیر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کے قبر پر فرشتہ مقرر کیا جو لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے، جیسا کہ واقع ہوا امام شافعی، سیدہ نفسیہ سید احمد بدوی کے لئے۔ (گرفتار مسلمان کو فرنگی کے قید سے آزاد کرنے کے وقت) اور کبھی کبھی ولی اپنے مزار شریف سے نکلتا ہے اور لوگوں کی حاجت پوری کرتا ہے کیونکہ اولیاء کے لئے برزخ میں آزادی ہے۔"[1]

ولی کا قبر سے نکلنا اور تصرف کرنا عقل سے بعید بات نہیں

دیوبندیوں کے پیشواء اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ:

امام شافعی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت محمد بن ابی بکر الحکمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ذکر لینے (بیعت کرنے) کے واسطے آیا مگر محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ وفات پاگئے تھے۔ پس وہ شخص ان کی قبر پر گیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قبرِ مبارک سے نکلے اور اس شخص کو بیعت کر لیا۔[2]

تفسیر مظہری میں ہے:

ان الله تعالی یعطی لارواحهم قوة الأجساد فیذهبون من الأرض والسماء والجنة حیث یشاؤن وینصرون أولیاءهم ویدمرون أعداءهم ان شاءالله تعالی ومن أجل ذلک الحیوة لا تأکل الأرض أجسادهم ولا أکفانهم۔ وایضاً فی البصائر للعلامه حمد الله دیوبندی ویتوسل الیه تعالیٰ باانبیاء والصالحین من عباده من العلماء والشهداء والاولیاء الخ۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام صلحاء شہداء و علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ کرنا چاہیئے۔ ہم زندگی میں زندوں سے صبح شام مدد مانگتے ہیں اس یقین پر کہ زندہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ زندوں کو مدد کرنے اور دوسروں کی کام آنے کی قدرت و قوت کس نے دی ہے؟ تم ضرور کہوگے کہ اللہ تعالیٰ نے قدرت دی ہے تو یقین رکھو کہ وہی اللہ مردوں کو طاقت دینے سے عاجز نہیں، ان کو بھی قوت دے سکتا ہے، زندہ اور مردے یہ دونوں ظاہری اسباب ہیں۔ مسبب و مؤ

[1] (نفحات القرب، ص ۲۲۲)

[2] (جمال الاولیاء ص ۱۰۶)

ثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، آخر سوچو یہ مردو زمین بحکمِ الٰہی بیج سے پودا نکالتا ہے، یہ بے روح ہوا، بادل، پانی اور کائنات کی اشیاء انسان کی کئے حاجت پوری کرتے ہیں اور مردے میں روح بھی ہوتی ہے اگر نہ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کو حاجت روائی کا سبب بتاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، وہ کام کر سکتا ہے جن کی طرف ہماری سوچ بھی نہیں جاتی۔[1]

توسل النبی ﷺ و اصحابہ و سلف الامۃ و خلفھا فانھم جمیعھم کانو ایتوسلون۔

ترجمہ: "وسیلہ کیا ہے حضور ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امّت کے سلف و خلف نے۔"[2]

فقد کان من دعاء النبی ﷺ اللّٰھم انی اسئلک بحق السّائلین علیک و ھذا توسّل صریح لا شک فیہ و کان یعلم ھذا الدّعاء اصحابہ و یامرھم بالا یتان بہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی دعامیں سے تحقیق یہ بھی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرنے والے پیغمبروں (وغیرہم) کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں اور یہ توسل صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور حضور ﷺ اس دعا کی تعلیم صحابہ کو دیتے تھے اور اس کے پڑھنے کا امر فرماتے۔[3]

ذکر کیا ہے توسل کے جواز کو "طریقہ محمدیہ میں نقلاً عن الزازیہ ج ۲ ص ۱۵۵ وجود فی البزاریہ ان یقول اللّٰھم اسئلک بحرمۃ فلاںاہ حدیقہ میں اس قول کی اچھی تفسیر بیان کی ہے:

فیذکر لانبیاء و اولیاء و صلحاء و العلماء حیا کان او میتا کمانقل عن بعض العارفین انہ کان یقول للمریدین اذا سالتم من اللہ شیئاً فاسئلو بی فانی انا الواسطۃ الان بینکم و بینہ تعالیٰ۔ و فی روح البیان (ج ۱، ص ۲۰۲) وینبغی ان نتوسل الی اللہ تعالیٰ بالانبیاء و الاولیاء و الصالحین۔

یعنی انبیاء (علیہم السلام) و اولیاء اور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے سوال کرنا چاہیئے۔

البصائر میں ہے:

و منھا التوسل الی اللہ تعالیٰ بعباد اللہ الصالحین۔

ترجمہ: دعا کے آداب میں سے ایک ادب مقربین کے وسیلے سے دعا کرنا ہے۔[4]

دیوبندیوں کے مفتی اعظم ہند عزیز الرّحمن دیوبندی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس طریقہ پر دعا کرنا صحیح ہے کہ یا اللہ اپنے اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طفیل میری حاجت پوری فرما۔[5]

---

[1](تفسیر مظھری، ج ۱، ص ۱۵۲)

[2](شواھد الحق ص ۷۶)

[3](شواھد ص ۷۶)

[4](البصائر، ص ۲۲۴)

[5](فتاوٰی دار العلوم دیوبند ج ۵، بحوالہ مسئلہ التوسل و الدعا، رشید احمد حقانی ص ۲۰)

مولانا نصیر الدین غور غوشتوی دیوبندی ارشاداتِ نصیری میں لکھتے ہیں:

توسل بالانبیاء والاولیاء جائز، روا، مشروع ہے، کتابوں میں توسل بالاعمال و ذوات فاضلہ سے آیا ہے، بیت اللہ، قرآن شریف، اولیاء، مثلاً غوث اعظم، پیر بابا، کاکا صاحب رحمہم اللہ کے وسیلے سے دعا جائز ہے۔

مولوی سرفراز خان دیوبندی لکھتے ہیں:

ویجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ والاستغاثۃ بالانبیاء والصّالحین بعد موتھم۔

یعنی انبیاء (علیہم السلام) واولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو بعد الوفات وسیلہ کرنا اور ان سے فریاد رسی کرنا جائز ہے۔[1]

مولوی زکریا فضائل درود شریف پر لکھتے ہیں:

ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ والصالحین من عبادہ۔[2]

مولوی خلیل احمد دیوبندی **"المھند علی المفذ"** جو عقائد علماء دیوبند پر ہے، لکھتا ہے:

"**سوال:** علماء دیوبند کے نزدیک حضور (ﷺ) اور سلف صالحین اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ وغیر ہم کو وسیلہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء (علیہم السلام) و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ کرنا جائز ہے خواہ **فی الحیات** ہو یا **بعد الممات** اور یوں کہے یا اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری حاجت پوری فرما۔"

مولانا حافظ کفایت اللہ فاضل جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں کہ توسل مطلق ثابت ہے وسیلہ کا طریقہ یہ ہے:

"ان یذکر نبیاً او اولیاء او علماء او صالحاً ویسئل بحقہ من اللہ تعالیٰ"۔[3]

جیسے کہ طریقہ محمدیہ میں ہے اور اگر مردے کی طرف نسبت کی اور یوں کہے کہ تم یہ کام کرو یعنی میرے لئے یہ دعا کرو، یہ بھی جائز ہے، جیسا کہ اعرابی کا قول کہ یارسول اللہ ﷺ میرے لئے استغفار طلب فرمایئے، یا شامی کا یہ قول **"یا سید احمد بن علوان"** اور اگر ایسا کام ہو کہ ولی کی طاقت میں نہ ہو، جیسے شفا دینا، غائب کارد کرنا، وَلَد دینا پھر بھی جائز ہے کیونکہ مجاز ہے۔ حقیقت میں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رد کرنا شامی کے قول میں مذکور ہے۔[4]

---

[1] (تسکین الصدور، ص ۴۴۴)

[2] (تبلیغی نصاب، ص ۵۴)

[3] ("الذخائر"، ص ۲)

[4] (طریقۂ محمدیہ، ج ۲، ص ۱۵۵، حاشیہ حدیقہ)

انبیائے کرام علیہم السلام واولیاء عظام وصلحاء عالی مقام رحمہم اللہ تعالیٰ سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہیئے کہ یوں پکارے: **اعینونی یاعباد اللہ! رحمکم اللہ:** مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔[1]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہیے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ بندو میری مدد کرو کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔[2]

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول حرز ثمین شرح حصنِ حصین میں ہے:

"اذا انطلت دابۃ احدکم فیلقل یاعباد اللہ اعینونی المراد بہ الملک او المسلمون من الجن او رجال الغیب ھذا حدیث یحتاج الیہ المسافر اھ"۔

اور ولد کی نسبت کرنا غیر کو یہ بھی جائز ہے۔

جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کو فرمایا:

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ۱۹)

ولد ھبہ کرنا اللہ کا کام ہے اور جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طرف نسبت کیا کیونکہ واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا تو اگر کسی نے کہا کہ اے ولی اللہ مجھے بچہ دو تو یہ مجاز ہے اس کو شرک کہنا غلط ہے۔

اور اگر نبی یا ولی کو یہ کہا کہ میرے لئے دعا کرو تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ دعا میت کے اختیار میں ہے اور دعا امور آخرت میں سے ہے۔

جیسا کہ خازن میں ہے:

واما حکم صلوٰتھم یفحتمل انھا الذکر او الدعاء وذالک من اعمال الآخرۃ اھ۔[3]

تو اگر کوئی یہ کہے کہ یہ دعا نہیں کر سکتے تو یہ غلط ہے۔

---

[1] (حصن حصین وبزار)

[2] (حصن حصین)(المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۲۱۷ رقم ۱۰۵۱۸، مسندابویعلی ج ۹ ص ۱۷۷، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۶۲ رقم ۵۰۶، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، حاشیۃ المطالب العالیہ ج ۳ ص ۲۳۹)

[3] (خازن، ج ۴، ص ۱۱۳)

حافظ کفایت اللہ الذخائر میں لکھتے ہیں:

"توسل بعد الوفات جائز ہے، قولہ تعالیٰ "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا" (النساء ۶۴)، ایک اعرابی حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور روضہ ٔمبارک کی مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگے اور فرمایا یارسول اللہ ﷺ جو قرآن آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے کما مرّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا الخ اب میں حاضر ہوا، میرے لئے دعا فرمایئے تو روضہ رسول ﷺ سے آواز آئی کہ تجھے اللہ نے بخش دیا۔[1]

اس آیت کے ذیل میں تفسیر معارف القرآن لشفیع دیوبندی نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔ اہل روم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا ہے شفاعت اور توسل ایک معنی یہ ہے اور توسل کا منکر شیطان ہے۔[2]

پس ذرا سوچیۓ اور وہابیوں کے عقیدے سے اجتناب کیجیے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی نوراللہ مرقدہ رحمت خدا بوسیلہ اولیاءاللہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ ان کا نام۔ ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا" (النساء ۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یارسول اللہ ان کی سفارش کریں۔ تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تاقیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلموا میں کوئی قید نہیں۔ اور اذن عام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یرشد تعالی العصاۃ والمذنبین اذا وقع منھم الخطا والعصیان ان یاتوا الی الرسول افیستغفروا اللہ عندہ ویسالوہ ان یغفر لھم فانھم اذا فعلوا ذلک تاب اللہ علیھم ورحمھم وغفرلھم ولھذا قال { " لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا" (النساء ۶۴)، } وقد ذکر جماعۃ منھم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابہ الشامل الحکایۃ المشھورۃ عن

---

[1] (تفسیر مدارک ج ۱، ص ۲۳۲)

[2] (کمافی روح البیان ج ۲، ص ۹۰، سورہ ھود) (تفسیر روح البیان ج ۴، ص ۲۶)

العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبیﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ سمعت اللہ یقول "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا"(النساء ۶۴)، وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعاً بک الی ربی۔ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ	فطاب من طیبھن القاع والاکم
نفسی انفداء لقبر انت ساکنہ	فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبیﷺ فی النوم فقال یاعتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قد غفر لہ۔

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوا إِلَیْہِ الْوَسِیلَۃَ وَجَاھِدُوا فِي سَبِیلِہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔کیونکہ اعمال تو اتَّقُوا اللہَ میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

ترجمہ:(اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطاو گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیئے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔جب وہ ایسا کریں گے تو یقینا اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔اسی لئے فرمایا گیا لَوَجَدُوا اللہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا"(النساء ۶۴)(تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بناپر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورہ میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہوگئے میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں جس میں عفاف و بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ مجھ سے فرمارہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنادے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔[1]

امام ابو بکر بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

قال فی محکم کتابه "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا" (النساء ۶۴)، وقد جئتک بابی انت وامی مثقلا بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفرلی ذنوبی وان تشفع...[2]

صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(وکانو من قبل) من قبل محمدا والقرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد والقرآن (علی الذین کفروا) من عدوهم اسد وغطفان ومزینة وجهینة (فلما جاءهم ما عرفوا) صفته ونعته فی کتابهم (کفروا به) جحدوا به (فلعنة الله) سخط الله وعذابه (علی الکافرین) علی الیهود۔

ترجمہ: (یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد غطفان مزینۃ اور جھینۃ کے قبائل کے خلاف اللہ عزوجل سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات و خصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کردیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔[3]

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

ان یهود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثها الله من العرب کفروا به وجحدوا ما کانوا یقولون فیه فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور اخو بنی سلمة یا معشر یهود! اتقوا الله واسلموا افقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد او نحن اهل شرک وتخبرونا انه مبعوث وتصفونه لنا بصفته۔

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹۔۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

[2] (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۵۔۴۹۶ رقم الحدیث ۴۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (کتاب الاذکار للنووی ص ۹۲۔۹۳ مطبوعہ المطبعة الخیریة مصر)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواهب اللدنیه ج ۴ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۱۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵۔۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[3] (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: یہود حضور نبی اکریم ﷺ کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسداً) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو جب تم ہم پر فتحیابی کے لیے محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ نبی عنقریب مبعوث ہو گا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔[1]

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

قبل ان یبعث محمد ایقولون اللھم انصرنا بحق نبیک الذی تبعثہ فلما لم یجئھم علی ھواھم و مرادھم کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔

ترجمہ: یہود حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ جسے تو نے ابھی مبعوث فرمانا ہے ہماری مدد فرما۔ لیکن جب حضور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔[2]

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ان یہود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثہ۔

ترجمہ: بے شک یہودی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔[3]

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ان الیہود من قبل مبعث محمد علیہ السلام و نزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسالون الفتح والنصرۃ و کانوا یقولون اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی۔

---

[1] (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کتاب الشریعۃ للآجری ص ۴۴۶ مطبوعہ لاہور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مدارک التنزیل تفسیر نسفی ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ قاہرہ مصر)، (تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۷۶)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

[2] (تاویلات اھل السنۃ ماتریدی ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون بیروت)

[3] (الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی ﷺ کے وسیلے فتح و نصرت عطا فرما۔[1]

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (توبہ ۱۰۳)

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (جمعہ ۲)

ترجمہ: رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک و صاف فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (بقرہ ۸۹)

ترجمہ: یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ (بقرہ ۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔ (بقرہ ۱۴۴)

---

[1] (التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران ایران)

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا ہے۔

وَکَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّکَ أَنْ یَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا (کھف ۸۲)

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

أُولَئِکَ الَّذِینَ یَدْعُونَ یَبْتَغُونَ إِلَی رَبِّهِمُ الْوَسِیلَةَ أَیُّهُمْ أَقْرَبُ وَیَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَیَخَافُونَ عَذَابَهُ (الاسراء ۵۷)

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِیبَکُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَیْرِ عِلْمٍ لِیُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ یَشَاءُ لَوْ تَزَیَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِینَ کَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِیمًا۔ (الفتح ۲۵)

اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو بیں ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تا کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بیدینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

قَالَ الَّذِینَ غَلَبُوا عَلَی أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَسْجِدًا۔ (کھف ۲۱)

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی قبور پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا (یوسف ۹۳)

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (۱) وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (البلد ۲)

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (۱) وَطُورِ سِينِينَ (۲) وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (التین ۳)

ترجمہ: یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آئے گا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران ۴۹)

میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي (طه ۹٦)

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا)۔

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجده ١١)

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ١٩)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (انفال ٣٣)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ ﷺ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا (بقره ٦١)

ترجمہ: اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من و سلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ (آل عمران ٣٨)

ترجمہ: یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا:

یسقی بھم الغیث وینصریھم علی الاعداء ویصرف بھم عن اھل الشام العذاب۔

ترجمہ: یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔[1]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح ونصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو المغیرۃ ثنا صفوان حدثنی شریح یعنی عبید قال ذکر اھل الشام ثم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو بالعراق فقالوا العنھم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ثم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔

ترجمہ: شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا دل بنادیتا ہے اس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

واخرج الطبرانی وابن عساکر عن عوف بن مالک قال لاتسبوا اھل الشام فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیھم الابدال بھم تنصرون وبھم تمطرون۔[2]

[1] (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

[2] (الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ البقرہ تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ای ببر کتھم او بسبب وجودھم فیما بھم یدفع البلاء عن ھذہ الامۃ۔

ترجمہ: ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔[1]

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبر اللنبی ﷺ فاجعلوا منہ کوی الی السماء حتی لایکون بینہ و بین السمآء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی یکون نبت العشب و سمت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

ترجمہ: یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہوگئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔[2]

(۳) شرح السنہ میں ابن مکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہوگئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا آپ نے شیر سے فرمایا:

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد لہ بصبصۃ حتی اقام الی جنبہ کلما سمع صوتا اھوی الیہ ثم اقبل یمشی الی جنبہ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔

ترجمہ: یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پرنور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔[3]

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۲۰ مطبوعہ ملتان)

[2] (سنن دارمی ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (امتاع الاسماع ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواھب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۱۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفی لابن جوزی ص ۸۱۷۔۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وفاء والوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

[3] (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲ رقم الحدیث ۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر زید بن وھب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیھقی ج ۶ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۳۷۰۔۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنھایہ ابن

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں:

فرجعت فمررت علی موسی فقال بم امرت قلت امرت خمسین صلوۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوۃ کل یوم وانی واللہ جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجۃ فارجع الی ربک فسئلہ التخفیف لامتک۔

ترجمہ: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔[1]

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے **فوالذی نفسی بیدہ ما وضعھا حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر یتحادر علی لحیتہ۔** یعنی خدا کی قسم ابھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیہ فقال اللھم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیۃ من السحاب الا انفرجت۔

ترجمہ: تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہی پھٹ جاتا تھا۔[2]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

کثیر ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (خصائص الکبری باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بان طائفۃ من امتہ لاتزال علی الحق وان فیھم اقطابا واوتادا ونجباء وابدالا الخ ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[1] (صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ج ۱ ص ۵۰۔۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[2] (صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ ج ۱ ص ۱۴۰۔۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ الاستسقاء فصل فی الکفایۃ بالدعاء من الصلوۃ فی خطبۃ جمعۃ واجابۃ السائل والدعاء لقحوط المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳۔۲۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ **یارسول اللہ طھرنی** اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرمادیں۔[2]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور ﷺ کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا **اسئلک مرافقتک فی الجنۃ** میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔[3]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور ﷺ سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ تو **قمت الیھا فقطعتہ** میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔[4]

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای فم القربۃ فحفظتہ بی بیتی و اتخذتہ شفاء۔

ترجمہ: یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تاکہ اس سے شفا حاصل کی جائے۔

---

[1] (صحیح البخاری کتاب الجھاد ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[2] (مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود الفصل الاول ص ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[3] (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[4] (سنن ابن ماجہ کتاب الاشربہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

معلوم ہوا کہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں:

هذا جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها و كان النبى ﷺ يلبسها فنحن نغلسها للمرضى نستشقى بها۔

ترجمہ: یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستَوهبناهُ مِن فضلِ طَهورِهِ فدعا بماءٍ فتوضّأَ وتمضمَضَ، ثمّ صبَّهُ في إداوةٍ وأمرَنا فقالَ: اخرُجوا فإذا اتيتُمْ أرضَكُم فاكسِروا بيعتَكُم وانضَحوا مَكانَها بِهذا الماءِ واتَّخِذوها مسجدًا۔

ترجمہ: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ ﷺ کا غسالہ مانگا تو آپ ﷺ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کیا ہوا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔[2]

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

---

[1] (صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[2] (سنن النسائی کتاب المساجد باب اتخاذ البیع مساجد ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ طبع مجتبائی لاہور وفی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذالک الشعر و الاظفار فاجعلہ فی فمی و علی عینی و مواضع السجود منی۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگھوں میں رکھ دینا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ **(الحرف الحسن)**[1]

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔

وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا:

إنِّي ألبَسْتُها قميصي لتُلْبَسَ مِن ثيابِ الجنَّةِ و اضْطَجَعْتُ معها في قبرِها خفف عنها مِن ضَغْطةِ القبرِ۔

ترجمہ: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تا کہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جائے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تا کہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔[2]

(۱۴) مسلم شریف میں ہے:

إذا صَلّى الغَداةَ جاءَ خَدَمُ المَدِينَةِ بآنِيَتِهِمْ فِيها الماءُ، فَما يُؤْتى بإناءٍ إلّا غَمَسَ يَدَهُ فِيها۔

ترجمہ: جب نبی ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آئے تھے۔[3]

---

[1] (اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۱۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب ریاض)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عاصم بن سلیمان احول ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (العلل المتناهیۃ حدیث فی فضل فاطمۃ بنت اسد ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار المصطفی ﷺ ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرۃ باب ما جاء فی ضغط القبر علی صاحبہ و ان کان صالحاً ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

[3] (مشکوۃ المصابیح باب فی اخلاقہ شمائلہ ﷺ ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی، مسلم ت ٢٦١، صحیح مسلم ٢٣٢٤)

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے فرمایا:

يَأْتِي على النّاسِ زَمانٌ، فَيَغْزُو فِئامٌ مِنَ النّاسِ، فيقولونَ: فِيكُمْ مَن صاحَبَ رَسولَ اللهِ ﷺ؟ فيقولونَ: نَعَمْ، فيُفْتَحُ لهمْ۔

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہو گی۔[1]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

هلْ تُنْصَرُونَ وتُرْزَقُونَ إلّا بضُعَفائِكُمْ۔

ترجمہ: تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔[2]

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

شَفاعتي لأهلِ الكبائرِ من أمّتي۔

ترجمہ: یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔[3]

اس کی شرح میں شیخ عبد الحق لمعات میں فرماتے ہیں:

ای لوضع السیات واما الشفاعۃ لرفع الدرجات فلکل من الاتقیآء والاولیآء۔

---

[1] (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۳ ص ۱۳۳۵ رقم الحدیث ۳۴۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ج ۴ ص ۱۹۶۲ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۰۵۲ ا مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۴۷۶۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

[2] (مشکوۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۴۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٢٨٩٦• أحمد شاكر (ت ١٣٧٧)، مسند أحمد ٣/٥١)

[3] (سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنہ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ترجمہ: یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہو گی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجتمند ہے۔ بہت سے بد عمل لوگ بھی حضور پر نور ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے۔ اور کوئی ولی بھی حضور اقدس ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَشفعُ يومَ القيامةِ ثلاثةٌ الأنبياءُ ثُمَّ العُلَماءُ ثُمَّ الشُّهداءُ۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے: انبیاء علیہم السلام علمآء رحمہم اللہ تعالیٰ پھر شہداء رحمہم اللہ۔ [1]

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی، دارمی، ابن ماجہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يدخُلُ الجنّةَ بشفاعةِ رجلٍ من أمتي أكثرُ من بني تميمٍ۔

ترجمہ: یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔ [2]

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قيل الرجل عثمان ابن عفان قيل اويس قرني وقيل غيره۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جارہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔

---

[1] (سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحديث ۴۳۱۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (شعب الايمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحديث ۱۷۰۷ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

[2] (سنن الترمذى كتاب صفة القيامة و الرقائق باب ماجاء فى الشفاعة ج ۴ ص ۶۲۶ رقم الحديث ۲۴۳۸ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)، (سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحديث ۴۳۱۶ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (سنن الدارمى ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحديث ۲۸۰۸ مطبوعه دار الكتاب العربى بيروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ـ ۴۷۰ رقم الحديث ۱۵۸۵۷ مطبوعه موسسة قرطبه مصر)، (مسند ابو يعلى ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحديث ۶۸۶۶ مطبوعه دار المامون للتراث دمشق)

سرکارِ دوعالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ:

فإنّه شَکا لِکَثرۃِ العملِ و قلّۃِ العَلَفِ، فأَحسِنوا إلیه۔

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ [1]

معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابو لہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثوبیہ نے حضور سرور دوعالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ [2]

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابو لہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔ [3]

یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

---

[1] (مشکوۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ابن کثیر (ت ٧٧٤)، البداية والنهاية ٦/١٤٥ ••أخرجه أحمد (١٧٥٦٥) شعيب الأرنؤوط (ت ١٤٣٨)، تخريج العواصم والقواصم ٥/١٠٤•)

[2] (صحیح البخاری کتاب النکاح باب و امهاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیهقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن هشام ج ۳ ص ۹۸۔۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نصب الرایۃ الاحادیث الهدایۃ ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الحدیث القاهرۃ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۷ ص ۱۷۱۔۱۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (البدایۃ والنهایۃ ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاهور)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[3] (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید و السنن ج ۲۸ ص ۶۲۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبة قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیه قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتمی عصمة للارامل

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابیه وربما ذکرت قول الشاعر وانا انظر الی وجه النبی ﷺ یستسقی فما ینزل حتی یجیش کل میزاب۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگتے۔[1]

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنه فقال اللهم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔[2]

---

[1] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

[2] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبری للبیهقی ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۹۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۱۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن اسیر بن جابر ان اهل الکوفة وفدوا الی عمر فیهم رجل ممن کان یسخر باویس فقال عمر هل ههنا احد من القرنیین؟ فجاء ذلک الرجل فقال عمر ان رسول الله ﷺ قد قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال له اویس لا یدع بالیمن غیر ام له قد کان به بیاض فدعا الله فاذهبه عنه الا موضع الدینار او الدرهم فمن لقیه منکم فلیستغفر لکم۔

ترجمہ: اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درھم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہئیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔[1]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

واخرج البیهقی من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سیکون فی التابعین رجل من قرن یقال له: اویس بن عامر علیہ الرحمۃ یخرج به رضح فیدعو الله ان یذهبه عنه فیذهبه فیقول: اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتک علی فیدع له فی جسده فمن ادرکه منکم فاستطاع ان یستغفر له فلیستغفر له۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا "**اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتک علی**" اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی

---

[1] (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند البزار ج ۱ ص ۴۷۹ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم المدینة المنورة)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰۔ ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبة التجاریة مکة المکرمه)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تهذیب التهذب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چھوڑدے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑدے گا لہذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔[1]

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

قالوا یارسول اللہ کیف لنا برجل منهم قال ذاک اویس القرنی قالوا و ما اویس القرنی قال اشهل ذا صهوبة بعید ما بین المنکبین معتدل القامة آدم شدید الادمة ضارب بذقنه الی صدره رام بذقنه الی موضع سجوده واضع یمینه علی شماله یتلو القرآن یبکی علی نفسه ذو طمرین لا یؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول فی اهل الارض معروف فی اهل السماء لو اقسم علی اللہ لا بر قسمه الا وان تحت منکبه الایسر لمعة بیضاء الا وانه اذا کان یوم القیامة قیل للعباد ادخلوا الجنة ویقال لاویس قف فاشفع فیشفع اللہ عزوجل فی مثل عدد ربیعة و مضر یا عمرو و یا علی اذا انتما لقیتماه فاطلبا الیه ان یستغفر لکما یغفر اللہ لکما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں "اویس قرنی" ہے جس سے تمہاری ملاقات ہو گی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہو گا۔ کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہو گا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہو گا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہو گی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہو گا اون ہی کی چادر اوڑھی ہو گی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہو گی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔[2]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبد اللہ القرنی وان شفاعة فی امتی مثل ربیعة و مضر۔[3]

---

[1] (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴۔۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[2] (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[3] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

واخرج ابن سعد والحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر انه قال لاویس القرنی استغفر لی قال: کیف استغفر لک وانت صاحب رسول اللہ ﷺ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔[1]

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللہ استسق لامتک فانهم قد هلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انکم مستقیون وقل له علیک الکیس علیک الکیس فاتی عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب لاآلو الا ماعجزت عنه۔

ترجمہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوگئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جاکر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔[2]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

وروی ابن ابی شیبة باسناده صحیح۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

---

[1] (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سیدالمرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

[2] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۱ مطبوعہ مکتبة الرشد الریاض)

[3] (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہوگئی۔ جب بارش زیادہ ہوگئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم توڈوب جائیں گے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔

اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو ادرک ابو طالب ھذا الیوم لسرہ فقال لہ بعض اصحابہ یارسول اللہ اردت قولہ:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ　　　ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

ترجمہ: اگر ابو طالب اس دن کو پاتے تو یقیناانہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور بیواؤں کے ملجاوماوی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہاں۔[1]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ الْخَبَائِرِيِّ، أَنَّ السَّمَاءَ قَحِطَتْ فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَأَهْلُ دِمَشْقَ يَسْتَسْقُونَ، فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: أَيْنَ يَزِيدُ بْنُ الأَسْوَدِ الْجُرَشِيُّ؟ قَالَ: فَنَادَاهُ النَّاسُ، فَأَقْبَلَ يَتَخَطَّى، فَأَمَرَهُ مُعَاوِيَةُ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ الْيَوْمَ بِخَيْرِنَا وَأَفْضَلِنَا، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ بِيَزِيدَ بْنِ الأَسْوَدِ الْجُرَشِيِّ، يَا يَزِيدُ، ارْفَعْ يَدَيْكَ إِلَى اللهِ، فَرَفَعَ يَزِيدُ يَدَيْهِ، وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ، فَمَا كَانَ أَوْشَكَ أَنْ ثَارَتْ سَحَابَةٌ فِي الْمَغْرِبِ، وَهَبَّتْ لَهَا رِيحٌ، فَسُقِينَا حَتَّى كَادَ النَّاسُ لا يَصِلُونَ إِلَى مَنَازِلِهِمْ۔

ترجمہ: (بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یزید! اللہ تعالیٰ

---

[1] (السیرۃ النبوۃ لابن ھشام مع الروض الانف ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زور دار بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔[1]

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما أذنب آدم الذي أذنبه، رفع رأسه إلى العرش، فقال: أسألک بحق محمد إلا غفرت لي، فأوحى الله إليه: وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال: تبارک اسمک، لما خلقتني رفعت رأسي إلى عرشک، فإذا فيه مكتوب: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمت أنه ليس أحد أعظم عندک قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمک، فأوحى الله إليه: يا آدم إنه آخر النبيين من ذريتک، وإن أمته آخر الأمم من ذريتک، ولولا هو يا آدم ما خلقتک۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام (اجتہادی) خطا ہو گئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے بحق محمد (ﷺ اپنی بخشش کا) سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر لا الہ الا اللہ محمد رسول لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی امت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔[2]

---

[1] (طبقات ابن سعد ج۷ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت، ج ۹، ص ۴۴۸، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

[2] (طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۶۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصفیٰ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اہل اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنانے اور ان سے روحانی استمداد کا جواز

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

وقيل إقسام بالنفوس الفاضلة حالة المفارقة لا بد أنها بالموت فإنها تنزع عن الأبدان غرقا أي نزعا شديدا من أغرق النازع في النفوس إذا بلغ غاية المد ينتهي إلى النصل لعسر مفارقتها أياها حيث الفنه وكان مطية لها لاكتساب الخير ومظنة لازدياده فتنشط شوقا إلى عالم الملكوت وتسبح به فتسبق به حظائر القدس فتصير لشرفها وقوتها من المدبرات أي ملحقة بالملائكة أو تصلح هي لأن تكون مدبرة كما قال الإمام أنها بعد المفارقة قد تظهر لها آثار وأحوال في هذا العالم فقد يرى المرء شيخه بعد موته فيرشده لما يهمه وقد نقل على جالينوس أنه مرض مرضا عجز عن علاجه الحكماء فوصف له في منامه علاجه فأفاق وفعله فأفاق وقد ذكره الغزالي ولذا قيل وليس بحديث كما توهم تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور أي أصحاب النفوس الفاضلة المتوفين ولا شك في أنه يحصل لزائرهم مدد روحاني ببركتهم وكثيرا ما تنحل عقد الأمور بأنامل التوسل إلى الله تعالى بحرمتهم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے: اس سورت پاک کے ان ابتدائی جملوں میں موت کے وقت نیک لوگوں کی ارواح کی جسموں سے جدائی کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ارواح کی انہی مختلف کیفیات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ یہ ارواح بدنوں سے کھینچ کر نکالی جاتی ہیں، کیوں کہ ان بدنوں کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ سے وہ جدا ہونا پسند نہیں کرتیں۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ نیکیاں کمانے کیلئے بدن سواری کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی بدولت نیکیاں بڑھنے کا امکان و گمان زیادہ ہوتا ہے۔ پھر وہ ارواح عالمِ ملکوت کی طرف پرواز کرتی ہیں اور تیرتے ہوئے حریم قدسی تک پہنچ جاتی ہیں ، اوراپنی شرافت وقوت کی وجہ سے کارکنانِ قضاء وقدر کے ساتھ مل جاتی ہیں یعنی فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں ، یا انتظام وتصرف کی صلاحیت حاصل کر لیتی ہیں ۔ اس لئے کہا گیا ہے: جب تمہیں مشکلات پیش آئیں تو اہل مزارات سے مدد طلب کیا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے ان محبوب ومقبول بندوں سے جو نفوس قدسیہ کے مالک ہیں، اور وصال فرماگئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان کے مزارات پر حاضری دے، اسے ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے، اور بسااوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حرمت کا وسیلہ پیش کرنے سے مشکلات کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

وقيل إقسام بالنفوس حال سلوكها وتطهير ظاهرها وباطنها بالأجتهاد في العبادة والترقي في المعارف الإلهيو فإنها تنزع عن الشهوات وتنشط إلى عالم القدس فتسبح في مراتب الأرتقاء فتسبق إلى الكمالات حتى تصير من المكملات للنفوس الناقصة۔

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیاہے کہ ان جملوں میں ان پاک سرشت لوگوں کی قسم اٹھائی گئی ہے، جو میدان سلوک میں قدم رکھتے ہیں اور عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے ظاہر وباطن کوپاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معرفت خداوندی حاصل کرلیتے ہیں ۔(ان قدسی لوگوں پران جملوں کاانطباق یوں ہوگا کہ) یہ حضرات خودکونفسانی خواہشات سے روکتے ہوئے عالم قدس کی طرف مائل ہوتے ہیں اورارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کمالات کی حدوں تک پہنچ جاتے ہیں، تا آنکہ یہ ناقص وناکارہ لوگوں کو کامل وکارآمد اور مقبول بنانے کے قابل بن جاتے ہیں۔"[1]

الاستمداد والتوسل کے بارے میں عالم ربانی عارف حقانی عالم ربانی حضرت مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ نے ایک مکمل رسالہ لکھاہے۔ بعض دلائل، پیش کرتاہوں:

توسل، استمداد اور استغاثہ کے معنیٰ

توسل، تشفع، استعانت اور استمداد وغیرہ الفاظ استعمالاً قریب المعنی ہیں۔

چنانچہ کُتب لغت قاموس، صراح اور لسان العرب وغیرہ میں ان کے معنی اس طرح مرقوم ہیں:

التوسل: وسیلہ جستن، تقرب حاصل کردن۔

استمداد: طلب مدد۔

استعانت: طلب نصرت، طلب رحمت، طلب باراں، طلب فریادرسی۔

[1](روح المعانی ج۸ص۲۷-۳۰)

استمداد وتوسل کی تین صورتیں

مطلب ان سے یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک برگزیدہ بزرگ کے ذریعے سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا مقبول و محبوب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس محبوب کے صدقے یا برکت یا مرتبے کے ذریعے سوال پورا کردے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے　　　　اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اس کی تین صورتیں ہیں:

کسی بزرگ کے طفیل سوال کرنا

ایک یہ کہ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کسی بابرکت بزرگ کے وسیلے سے سوال کرے، یعنی یوں کہے کہ خداوند! فلاں بزرگ کے طفیل میری یہ حاجت پوری فرما مثلاً:

یارب بمحمد و علی و زھرا　　　　یارب بہ حسین و حسن و آل عبا

ترجمہ: اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کے طفیل، اے پروردگار! حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت آل عبا کے طفیل۔

از لطف برآر حاجتم ھادو سرا　　　　بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

ترجمہ: اے سب سے برتر ذات! دونوں جہانوں میں مخلوق کے احسان کے بغیر میری حاجت پوری فرما۔

اس صورت میں سوال درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے کیا گیا ہے بزرگ کا محض واسطہ ہے مُعطی اور موجد تو اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ بزرگ۔

کسی زندہ بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا

دوسری صورت یہ ہے کہ (اس میں بھی دو مزید صورتیں ہیں):

ایک یہ کہ سوال کرنے والا کسی زندہ بزرگ سے کہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مراقبے میں کسی متوفی بزرگ کی روحانیت سے خطاب کرکے کہے کہ: میری فلاں مراد بر لائے اور میری فلاں تکلیف دور کرے مثلاً:

نبی الوریٰ ضاقت بی الحال فی الوریٰ　　　　و انت لما املت فیک جدیر

فسل خالقی تفریح کربی فانہ　　　　علیٰ فرجی دون الانام قدیر

مطلب یہ ہے کہ اے خدا کے نبی ﷺ! میرا حال تنگ ہے، آپ خدا سے دعا کر کے میری تنگی دور کرائیے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ ءدیوبند یہ فرماتے ہیں:

دعا تری مرے طلب کے ہو اگر حامی — تو بخت بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

اس صورت میں بھی سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہے بزرگ محض دعا گو ہے نہ مُعطی و مُوجد، عطا و ایجاد صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔

کسی بزرگ کو مستمد و مستغاث مان کر کچھ طلب کرنا

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو مستمد و مستغاث کر کے خطاب کیا جائے، اور بے قراری میں عرض کیا جاتا ہے کہ عالی جاہا مجھے مصیبتوں نے ہر طرف سے آگھیرا ہے، خدا کے لیے آپ میرے حال زار پر رحم کر کے میری امداد فرمایئے، آپ اُس قادر مطلق کے پیارے محبوب ہیں۔

مثلاً مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ز مہجوری برآمد جان عالم — ترحم یانبی اللہ ترحم

ترجمہ: آپ سے ہجر اور فراق کے باعث ایک جہان کی جان نکلی جارہی ہے یارسول اللہ ﷺ! رحم کی درخواست ہے رحم فرمایئے۔

بدہ دستے زپا اُفتادگاں را — بکن دلداری دلدادگاں را

ترجمہ: گرے ہوؤں کی مدد فرمایئے، اپنی ذات پر فریفتہ افراد کی دل نوازی فرمایئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یاحبیب اللہ خُذبیدی — مالعجزی سواک مُستندی

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے! میری مدد فرماؤ آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف ﷺ فرماتے ہیں:

یااکرم الخلق مالی من الوذُبہ — سواک عندحلول الحادث العمم

اے اشرف الخلق! آفات نازل ہونے کے وقت تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں ہے، مدد فرمایئے۔

غرض ان تینوں صورتوں میں کوئی محذور شرعی اور عقلی لازم نہیں آتا جس کی بناء پر یہ ممنوع ہوں۔

مجاز اور حقیقت کے دلائل

(۱) انبتت الربیع البقل۔ بارش نے ساگ اُگایا۔

دیکھیئے اس میں بارش کو ساگ اُگانے والا بتلایا ہے حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں بارش بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔ اس قسم کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں چنانچہ:

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا (البقرة ۶۱)

زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

اس میں زمین کو اگانے والا بتایا ہے، حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں زمین بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔

(۳) سورۃ المومن رکوع نمبر ۴ میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ (۳۶) أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا (غافر ۳۷)

"اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک کاہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔"

دیکھیئے اس میں مینار یا محل کی بناء کی نسبت ہامان کی طرف کی گئی ہے، جو بطور مجاز کے ہے، اس لیے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے، ورنہ دراصل مینار بنانے والے تو معمار تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کے لیئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو مقرر کرتے ہوئے سورۃ القصص رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا (القصص ۳۵)

فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب۔

دیکھیئے بازو کو قوت دینے کی نسبت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قوت دینے والا ہے مگر بطور مجاز کے ایسا فرمایا کیونکہ یہ عالم اسباب کا ایک سبب ضروری تھا۔

(۵) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کلمہء حق کی طرف پکار پکار کر تھک جاتے ہیں تو بارگاہ الہیٰ میں یوں عرض کرتے ہیں:

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا (۲۱) وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا (نوح ۲۲)

"نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا اور بہت بڑا داؤ کھیلے۔"

یہاں خسران و نقصان کی نسبت مال و اولاد کے ساتھ مجازی ہے کیونکہ یہ چیزیں نقصان رساں نہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور نقصان رساں اللہ تعالیٰ ہے۔

(۶) قرآن مجید کی تعلیم کی بابت سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ہوتا ہے:

الرَّحْمَنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (الرحمن ۲) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

اور سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى (النجم ۵)

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

دیکھیے بظاہر دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو بالکل متضاد نہیں ہیں، کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل قرآن مجید کا سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور دوسری آیت مجاز کو ظاہر کرتی ہے، یعنی بظاہر جبرئیل علیہ السلام نے قرآن کو سکھلایا۔

(۷) ارواح کو قبض کرنے کی بابت سورۃ الزُمر، رکوع نمبر ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (الزمر ۴۲)

"اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔"

اور سورۃ السجدہ رکوع اول میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجدۃ ۱۱)

"تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔"

دیکھیے دونوں آیتیں بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آیت دوسری مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ملک الموت مارنے والا ہے۔

(۸) جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

دیکھیے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے فعل کو اللہ تعالیٰ کا فعل اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے، گویا اس میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، کیونکہ بظاہر تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا، مگر دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور خلیفۃ اللہ تعالیٰ تھے، اس واسطے آنحضرت ﷺ کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پایا۔

جب جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے کفار کی طرف کنکروں اور مٹی کی مُشت بھر کر پھینکی تو وہ ان سب کی آنکھوں، منہ اور ناک میں جا پہنچی، جس کے باعث ان (کفار) کو شکست فاش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال ۱۷)

"اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔"

دیکھیے اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، گو آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ مارمیت (یعنی نہیں پھینکی تونے) سے حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اذرمیت (یعنی جب تونے پھینکی) سے مجاز کی طرف۔ کیونکہ بظاہر اس کو حضور ﷺ نے ہی پھینکا تھا۔

(۹) اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۵۲) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (الشوری ۵۲-۵۳)

"اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔"

اور سورۃ القصص رکوع نمبر ۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (القصص ۵۶)

"بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔"

دیکھیئے بظاہر یہ دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت اول مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ہدایت دینے والے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور دوسری آیت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ دراصل ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ (۴۹) أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا (الشوری ۵۰)

"اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔"

دیکھیئے ان آیات میں بیٹے بیٹیاں پیدا ہونا یا بانجھ ہونا بحکم الٰہی مذکور ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے ایسے صریح حکم کے باوجود پھر بھی ان صورتوں کا مریض ضرور علاج معالجہ کراتا ہے۔ بعض اوقات ادویات سے کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ مجازاً کہہ دیتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں حکیم کے علاج سے میں تندرست ہوا، اور میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ تو یہ سب مجازی صورتیں ہیں ایسا کہنا جائز ہے۔ ہاں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو دل میں جاننا چاہیئے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ سورۃ المریم رکوع نمبر ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۶) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷) قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (مریم ۱۸)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو ان سے ادھر ایک پردہ کر لیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

مریم علیہ السلام کو تیرھواں یا پندرھواں سال تھا کہ حیض ہوا، بعد ایام معمولی نہانے کے لیے لوگوں کی طرف سے پردہ کر کے ایک پُورب رُخ جگہ جا بیٹھیں تو جبرئیل علیہ السلام خوبصورت جوان مرد بن کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ مریم علیہ السلام نے اجنبی مرد کو دیکھ کر خدا کا واسطہ دیا اور نا محرم کے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کی خواہاں ہوئیں تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اظہار کر کے آنے کی وجہ ظاہر کی:

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ۱۹)

"بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔"

دیکھیئے یہاں جبرئیل علیہ السلام نے لڑکا عطاء کرنے کی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ دراصل لڑکا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (آل عمران ۴۹)

"میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔"

دیکھئے یہاں بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے اور کوڑھی کو شفایاب کر دینے اور غیب کا احوال بتا دینے کی نسبت اپنے ساتھ مجازاً کی ہے ورنہ ان باتوں کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۳) حدیث شفاعت کو دیکھیئے کہ لوگ بروز حشر آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے، پھر درجہ بدرجہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اللہ علیہ سے فریاد کریں گے، پھر محمد ﷺ رسول اللہ ﷺ سے فریاد کریں گے، انبیاء علیہم السلام کا فریاد کو پہنچنا مجاز کے طور پر ہے، ورنہ حقیقی فریادرس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نداریم غیر از تو فریادرس — توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

ترجمہ: ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے، تو ہی گناہگاروں کے گناہ معاف فرمانے والا ہے اور بس۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

بما اعرف انک نبی؟

ترجمہ: میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

قال إنْ دعوتُ هذا العِذْقَ مِنَ هذِهِ النخلَةِ تشهدُ أنّي رسولُ اللهِ۔

ترجمہ: میں اس کھجور کے درخت میں سے اس خوشہ کو بلاؤں اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

فدعاه رسولُ اللهِ -صلى الله عليه وآله وسلم-، فجعل ينزلُ من النخلةِ حتى سقط إلى النبيِّ -صلى الله عليه وآله وسلم-، ثم قال: ارجِعْ، فعاد، فأسلم الأعرابيُّ۔

ترجمہ: پس آپ ﷺ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور کا اترنے لگا، یہاں تک کہ وہ زمین پر آپ ﷺ کی طرف آگرا اور گواہی دی، پھر فرمایا چلا جا، پس وہ جہاں سے آیا تھا چلا گیا، پھر وہ اعرابی اسلام لایا۔[1]

(۱۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک گنوار آیا، جب وہ نزدیک ہوا تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله؟

ترجمہ: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول؟

گنوار نے کہا:

ومن يشهد على ما تقول؟

ترجمہ: اور کون ہے جو اس پر گواہی دے جو تم کہتے ہو؟

یعنی رسالت کا دعویٰ جو کرتے ہو کوئی چیز غیر جنس انسان سے بطور معجزے کے گواہی دے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

هذه السَّلَمَةُ، فدعاها رسولُ اللهِ ﷺ - وهو بشاطئِ الوادي، فأقبلَتْ تَخُدُّ الأرضَ حتى قامت بين يَدَيْهِ، فاستَشْهَدها ثلاثًا، فشَهِدَت ثلاثًا أنه كما قال، ثم رَجَعَتْ إلى مَنْبَتِها۔

ترجمہ: یہ کیکر کا درخت گواہی دے گا، آپ ﷺ نے اس کو اس حال میں بلایا کہ آپ ﷺ نالے کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی درخت نے تین بار گواہی دی کہ واقعی میں اس طرح ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ (دارمی)

(۱۶) عن طاوس بن كيسان اليماني: منْ أحيا مَواتًا منَ الأرضِ، فهوَ لهُ، وعاديُّ الأرضِ للهِ ولرسولِهِ، ثم هي لكُم مِنّي۔

ترجمہ: حضرت طاؤس سے بطریق ارسال کے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کے واسطے ہے اور قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے (یعنی اس میں تصرف کرتا ہوں جس طرح چاہتا ہوں اور اس کے آباد کرنے کا اذن دیتا ہوں) پھر وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔[2]

---

[1] (الترمذي (ت ٢٧٩)، سنن الترمذي ٣٦٢٨•)

[2] (ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، المطالب العالية ٢/١٣٥• وأخرجه موصولاً البزار (٣٣٩٣)، والطبراني (١٣/١٧))

(یعنی آنحضرت ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے)۔

دیکھیئے اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے صاف فرمادیا کہ قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے، لیکن آنحضرت ﷺ کی ملکیت کس طرح ہو سکتی ہے؟ یہ اختیار ان کو کس نے دے رکھا تھا؟

حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (آل عمران ۱۲۹)

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔"

باوجود ایسے صریح حکم کے رسول اللہ ﷺ نے کس دعوے سے یہ فرمادیا کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے واسطے ہے؟ معلوم ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا بھی ہے۔

اسی واسطے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هی لكم منی۔

گویا آپ ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔

چنانچہ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ (النساء ۸۰)

"جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔"

دراصل یہ اختیار مجاز عقلی ہے، ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے۔

(۱۷) عن جابر بن عبدالله: إنَّ إبراهيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وإنِّي حَرَّمْتُ المَدِينَةَ ما بينَ لابَتَيْها، لا يُقْطَعُ عِضاهُها، ولا يُصادُ صَيْدُها۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے اس کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔[1]

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

فعليه لعنةُ اللهِ وملائكتِهِ والنّاسِ أجمعينَ۔

[1] (مسلم (ت۲۶۱)، صحیح مسلم ۱۳۶۲] صحیح)

جو کوئی ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ ﷺ کا کس قدر اختیار ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا۔ اگر آپ کو کوئی اختیار نہ تھا تو آپ ﷺ نے ایسا کیوں کر ارشاد فرمایا۔ کیا آپ خلاف حکم خدا کوئی امر فرماسکتے تھے؟ نہیں ہر گز نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا فرمانا عین اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے۔ غرض آپ کو اختیار مجاز عقلی ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار کُل ہے۔

توسل بالغیر کی قسمیں

توسل بالغیر کی چار قسمیں بتفصیل ذیل ہیں:

(۱) کسی غیر اللہ کو تمام امور عادیہ وغیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت اور ہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات جان کر امر مقدور میں استعانت کرے۔

(۲) غیر اللہ سے جب استمداد کی جائے تو اس کو قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقت بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب الاسباب بندہ کو ان کا فاعل مختار کیا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندے کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور باوجود طاقت بشریہ میں داخل ہونے کے جس سے استعانت کی گئی ہے اس سے استقلال قدرت کا توہم نہ ہو ایسے امور عادیہ میں استعانت کی جائے۔

(۳) کوئی نبی اعجازاً یا کرامتاً اپنی ذات کے لیے یا دوسرے نبی یا ولی کے لیئے کسی شخص خاص یا گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے، یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا ہم کر دیں گے۔ (اور مثل انبت الربیع کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہیں) یا کسی شخص نے بدوں اجازت اپنی حالت شوق وبے اختیاری میں کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدور تھا ہو گیا جس میں اس ولی کو کچھ نہیں بلکہ ممکن ہے اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہو۔ مگر یہ کام جب ہو گا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں اس کی ہمت کی ضرورت بطور کرامت ہو گی۔ یا مرید حسب استعداد اموت تعلیمیہء سلوک میں اپنے شیخ سے استعانت اور استمداد کرے جیسے ظاہری علوم کے کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

(۴) کسی غیر اللہ میں حی یا میت کی طرف یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے اوقدرت کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر قسم کی مرادات جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ اب وہ بعد عطائے الٰہی مستقل ہے، وہ بزرگ جب کسی شے کے عطاء کرنے کا ارادہ کسی کو فرمائے تو ملنا ضرور ہے، جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیابیا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہء قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔

حکم اقسام مذکور:

پہلی صورت بالاتفاق کفر اور شرک ہے، چنانچہ شواہد الحق میں ہے:

وانت اذانظرت الی کل فرد من افراد المسلمین عامتھم وخاصتھم لاتجد فی نفس احد منھم غیر مجرد التقرب الی اللہ تعالی لقضاء حاجتھم الدنیویۃ والاخرویۃ بالاستغاثات والزیارات لاولئک السادات مع علمھم بانھم عبید اللہ تعالیٰ لیس لھم من الامر شئی فقلوب المسلمین وجوارحھم ولحمھم ودمھم مجبولۃ والحمد للہ علی توحید اللہ تعالیٰ وتکادانہ الافعال المطلق المستحق للتعظیم بالاصالۃ وحدہ لاشریک لہ وتعظیمھم لسواہ من خواص عبیدہ انمایکون بقدر منزلۃ ذلک العبد عند اللہ تعالیٰ لحسب ماعلموہ۔

ترجمہ: اگر مسلمانوں کے ہر فرد خاص کو تو دیکھے گا تو ان کے دل میں (بزرگوں کے متعلق) سوائے اس کے اور کوئی بات نہ پائے گا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اپنی قضائے حاجات کے لیے وسیلہ گردانتے ہیں اور اپنی دینی، دنیاوی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے ان کے تقرب کے طفیل مانگتے ہیں، نہ یہ کہ ان کو مستقل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات بذات خود اور بالاستقلال کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے دل کیا بلکہ اُن کے جوارح اور دل اور خون بھی ایسے ہیں کہ جن سے توحید کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ باور کرتے ہیں کہ دینے والا وہی قادر مطلق ہے۔ باقی رہا دوسروں کی تعظیم تو وہ اس لئے کہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں شرعاً مستحق تعظیم ہیں۔

حضرت قطب مدا ارشاد فرماتے ہیں:

فمن اعتقد ان للولی اوغیرہ تاثیرا فی شئی فھو کافر باللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ولی یا غیر ولی کو کسی امر میں بالاستقلال تاثیر کرنے کا اختیار حاصل ہے پس وہ کافر ہے۔ اسی طرح چوتھی قسم بھی شرک اور کفر ہے۔ البتہ دوسری اور تیسری صورتیں جائز ہیں ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

استعانت کی جائز وناجائز صورتیں:

السوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں کہ:

"استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم"۔

استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں۔ غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت، اور جو استمداد بلاعتقاد علم و قدرت ہو، نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد و مفید ہو تب بھی جائز ہے، جیسے: استمداد بالنار و الماء و الواقعات التاریخیة، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔ پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ و تصور سے قسم رابع کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسم خامس ہے۔

استعانت از ارواح کے جواز پر مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

سوال: کسے صاحب باطن یا صاحب کشف بر قبور ایشاں مراقب شدہ چیزے اخذ مے تواند نمود یا نہ؟

سوال: کوئی شخص جو صاحب باطن ہو یا کشف والا ہو ان بزرگوں کی قبروں پر مراقبہ کر کے کوئی بات اخذ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مے تواند نمود۔

جواب: کر سکتا ہے۔

ٹھیک فرمایا حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے:

بر سر تربت ما چوں گزری ہمت خواہ
کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

ترجمہ: ہماری قبر کے پاس سے جب تو گزرے دعا مانگ کیوں کہ دنیا بھر کے رند لوگوں کے لئے ہماری قبر زیارت گاہ ہو گی۔

صائب نے بھی خوب لکھا ہے:

مشو بمرگ ز امداد اھل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہوتی ہے۔

اور غنی نے خوب ہی گل کھلایا ہے:

آب ورنگ مابعالم عاقبت گل میکند
برزمیں ہرچند چوں برگ حنا افتادہ ایم

ترجمہ: ہماری چمک دمک آخر کار دنیا میں اتنے پھول کھلایا کرتی ہے ہم زمین پر جس قدر برگ حنا کی طرح گرے ہوئے ہیں۔

استعانت واستمداد متنازعہ فیہ

استعانت کے تین محل ہیں:

اول: کسی انسان کی زندگی میں ہو۔

دوم: قیامت میں ہو۔

سوم: دونوں کے مابین، یعنی بعد ممات عالم برزخ میں ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو اختلاف نہیں ہے، البتہ تیسری صورت متنازعہ فیہ ہے۔

تیسری صورت یعنی بعد الممات استعانت بالغیر حق ہے، اور باستثنائے بعض فقہا باقی اہل سنت کا اس پر اعتقاد واتفاق ہے، یہ شرعاً جائز ہے کوئی عقلی اور نقلی محذور لازم نہیں آتا۔

امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم أنّه يجوز ويحسن التوسّل والاستغاثة والتّشفّع بالنّبيّ صلى الله عليه وسلم إلى ربه۔سبحانه وتعالى۔؛ وجواز ذلك وحسنه من الأمور المعلومة لكلّ ذي دين، المعروفة من فعل الأنبياء والمرسلين وسير السّلف الصّالحين والعلماء، والعوامّ من المسلمين، والتوسل بالنبى ﷺ جائز فى كل حال قبل خلقه وبعده فى مدة حياته فى الدنيا وبعد موته فى مدة البرزخ وبعد البعث فى عرصات القيامة والجنة۔

ترجمہ: واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لے جانا جائز اور مستحسن ہے اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، سلف صالحین، علمائے اسلام اور عامۃ مسلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی وطیرہ ہے گویا یہ ایک معروف ومعلوم چیز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی حیات سے پیش تر اور حیات میں اور عالم برزخ میں اور قیامت کے میدانوں میں اور جنت میں جائز ہے۔[1]

---

[1] (الكَشْف المُبْدِي لتمويه أبي الحسن السُّبكيّ ج ١ ص ١٨١)

علامہ شیخ رملی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وللرسل والانبیاء والاولیاء اغاثۃ بعد موتھم لان معجزۃ الانبیاء وکرامۃ الاولیاء لاتنقطع بعد موتھم اما الانبیاء وانھم احیاء فی قبورھم یصلون ویحجون کما وردت بہ اخبار فتکون الاغاثۃ منھم معجزۃ لھم والشھداء ایضاً احیاء شوھدوا انھارا جھارا یقاتلون الکفار واما الاولیاء فھی کرامۃ لھم۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اوراولیائے کرام کے لئے بعد ممات فریادرسی ثابت ہے وجہ یہ ہے کہ انبیائے علیہم السلام کا معجزہ اوراولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامت موت کے بعد منقطع نہیں ہوتی معجزۂ انبیائے کرام علیہم السلام تواس لئے کہ اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں نمازیں پڑھتے اورحج کرتے ہیں پس ان کی فریادرسی توان کے لئے ایک قسم کا معجزہ ہے اسی طرح شہید بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بظاہر روزروشن میں کفار سے جہاد کرتے ہیں اوراولیائے کرام کے لئے ایک کرامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں:

ودراستعانت واستمداد از قبور فقہاء را سخن است، ایشاں گویند کہ زیارت قبور درغیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت اعتبار و تزکر موت بود یابرائے ایصال نفع و استغفار برائے موتی باشد، چنانچہ فعل آنحضرت درزیارت بقیع بصحت رسیدہ است ومشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھُم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء درعالم برزخ دائم وباقی است وتوسل واستمداد بارواح مقدسہ ایشاں ثابت وموثر۔

(۱) وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی می گویند کہ ھرکہ درحیات وے بوے توسل و تبرک جویند بعدازموتش نیز تواں جُست، وایں سخن موافق دلیل است چہ بقائے روح بعد ازموت بدلالت احادیث واجماع علماء ثابت است، ومتصرف درحیات وممات روح است نہ بدن ومتصرف حقیقی حق تعالیٰ است، وولایت عبارت از فنا فی اللہ وبقاء بدوست وایں نسبت بعدازموت اتم واکمل است ونزدارباب کشف وتحقیق مقابلہ مرات بمرات واولیاء راابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بعدآں ظہور نمایند وامداد وارشاد طالباں کنند۔ ومنکراں رادلیل و برھان برانکار آں نیست۔

(۲) یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات۔ یا بیشتر۔ ازاں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی و دو دیگر را از اولیاء را نیز شمردہ۔ الخ۔

ترجمہ: اور قبور سے مدد و اعانت طلب کرنے میں فقہاء کو کلام ہے، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا عبرت و نصیحت حاصل کرنے اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے، یا مُردوں کے لئے ثواب پہنچانے یا بخشش طلب کرنے کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا بقیع کے گورستان کی زیارت کو جانے عمل صحت کو پہنچ چکا ہے، اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں: کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم و قائم ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے امداد چاہنا ثابت و مفید ہے۔

(۱) امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زندگی میں اس کے ساتھ تبرک و توسل کیا جائے تو اس کی وفات کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور یہ بات دلیل شرعی کے موافق ہے، کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث و اجماع علماء کی دلالت سے ثابت ہے اور زندگی و موت میں متصرف روح ہے نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اور ولایت مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم و اکمل ہے، اور ارباب کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ اہل مزارات کی ارواح کے ساتھ انوار و اسرار کے پر تو پڑنے کا باعث ہے، جیسے آئینہ کا مقابلہ آئینہ سے ہو۔ اور اولیاء اللہ کے لئے حاصل کردہ مثالی بدن بھی ثابت ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو امداد و ارشاد فرماتے ہیں، مُنکروں کو اس کے انکار پر کوئی دلیل و بُرہان نہیں ملتی۔

(۲) مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ولی ایسے دیکھے جو اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ، منجملہ ان کے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہما رحمہ اور دو اور اولیاء کرام شامل کئے۔ الخ۔

علامہ شیخ سید احمد دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "تقریب الاصول تسهيل الوصول" میں فرماتے ہیں:

قد صرح كثير من العارفين ان الولى بعد وفاته متعلق روحه بمريديه فيحصل لهم ببركته انوار و فيوضات قال و ممن صرح بذالک قطب الارشاد سيدى عبدالله بن علوى الحداد فانه قال رضى الله تعالىٰ عنه الولى يكون اعتنائه بقرابته و ملاوذين به بعد موته اكثر من اعتنائه بهم فى حياته لانه فى حياته كان مشغولا بالتكليف و بعد موته طرح عنه الاعباء و تجرد و الحى فيه خصوصيت و بشرية و رُبما غلبت احدهما الاخرىٰ و خصوصاً فى هذا الزمان فانها تغلب البشرية و الميت مافيه الا الخصوصية۔

ترجمہ: بہت سے اولیائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی کی روح بعد وفات اپنے مریدوں سے متعلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریدوں کو انوار اور فیوضات حاصل ہوتے ہیں اور فرمایا تصریح فرمانے والوں میں سے حضرت قطب الارشاد سیدی عبداللہ بن علوی الحدادؒ ہیں انہوں نے فرمایا: کہ ولی اپنی موت کے بعد اپنے قرابت داروں اور پناہ گیروں کی ایسی حمایت کرتا ہے جو اس کی بحالت زندگی کی حمایت سے زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ زندگی میں مکلف تھا اور بعد موت یہ بوجھ اُٹھالیا گیا اور وہ محض مجرد ہو جاتا ہے اور زندہ میں ایک خصوصیت و بشریت ہوتی ہے جو آپس میں متغالب رہتی ہیں خصوصاً اس زمانے میں بشریت ہی اکثر غالب آتی ہے اور میت میں محض خصوصیت ہوتی ہے۔

توسل عقلاً اس لئے درست ہے کہ جب زمانہ ء حیات میں توسل جائز اور میدان قیامت میں نیز جائز تو بھلا کیوں؟ کیا انبیاء علیہم السلام ان ہر دو مقام میں خود مستقل ہو جاتے ہیں؟ اجازت الٰہی کی ضرورت اُٹھ جاتی ہے؟ نہیں ہر گز نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، بلکہ وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ توسل کے معنی ہیں ”دعا کرنا“ یا اللہ تعالیٰ سے بذریعہ کسی بزرگ مقبول معزز کے کوئی چیز طلب کرنا“ پس اس میں کوئی محذور شرعی اور فتور عقلی لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اسی معنی پر بعد ممات توسل اور وسیلہ کیوں منع کیا جاتا ہے کیا محذور شرعی لازم ہے؟ کچھ نہیں محض جہالت ہے اور دیدہ دانستہ انصاف سے چشم پوشی ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام شرعی میں وسیلہ ٹھہرایا ہے تو اس کے بندہ نے اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ ٹھہرالیا ہے تو کون سا کُفر لازم آجاتا ہے؟ بلکہ یوں کہیے کہ ان حضرات کی پیدائش ہی محض اس لئے ہوتی ہے کہ مخلوقات کے لئے وسیلہ بنیں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ اُن کی حیات میں بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کے وسیلہ سے درگاہ ایزدی میں پہنچیں ویسے ہی بعد ممات عالم برزخ میں ان کی طرف محتاج ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جائیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مجھے اب کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤں اور وہاں تک پہنچ جاؤں؟ ہر گز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلا وسیلہ تقرب ممتنع ہے، ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بعد ممات بھی وسیلہ ہیں۔

استدلال مخالفین

شیخ ابن تیمیہ اور اُس کے پیرو وغیرہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کو جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ان سے توسل کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں، جیسے:

فَلَاتَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ أَحَدًا (جن ۱۸)

"تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔"

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰہِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف ۵)

"اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔"

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ (الاحقاف ۶)

"اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔"

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ (الشعراء ۲۱۳)

"تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔"

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰہِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ (یونس ۱۰۶)

"اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔"

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (الرعد ۱۴)

"اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔"

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (۱۳) إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (فاطر ۱۴)

"اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔"

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (الاسراء ۵۶)

”تم فرماؤ پکاروانہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔“

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ (الانعام ۱۷)

”اور اگر تجھے اللہ کوئی بُرائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔“

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا (جن ۲۱)

”تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔“

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (المائدة ۷۲)

”اور تمہارا رب بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔“

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى (الزمر ۳)

”کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (الزمر ۸۷)

”اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔“

غرض اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں اور اقوال سلف و خلف ہیں جن سے وہ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص کسی شخص کے ساتھ توسل اور وسیلہ پکڑے یا حالت غائبانہ میں اس کو پکارے یا اُس سے شفاعت چاہے یا کسی کی قبر کی طرف زیارت کے لئے جائے وہ مشرک ہے کیونکہ مشرک بھی بتوں کو خدا تصور نہیں کرتے تھے بلکہ محض تقرب کے لئے ان کو مانتے اور ان کی توقیر کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى (الزمر ۳)

”کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

ورنہ توحید کے وہ کسی حد تک قائل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (الزمر ۸۷)

”اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔“

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (لقمن ۲۵)

"اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔"

اسی طرح وسیلہ پکڑنے والے بھی خیال کرتے ہیں کہ معبود تو خدائے واحد ہے ہم ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس جیسا کہ کفار کو محض اس لئے مشرک کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ کے متلاشی تھے اور شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے ویسے ہی (معاذاللہ) یہ لوگ بھی مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے گا اور ہمارا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گا۔

جواب: ان آیات اور احادیث سے یہ مطلب نکالنا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو ناحق مشرک بنانا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے ہرگز کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھتے ہیں کہ وہ بذات خود اپنی خاص قدرت کے ساتھ کسی چیز پر قادر ہیں یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک ہیں یا کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں، بلکہ ہر مسلم کا یہی اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں کسی طرح وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے کہ اُن کی عبادت کی جائے اور ان کو علیحدہ معبود بنالیا جائے۔ ہاں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، مقرب بنایا، اعلیٰ اعلیٰ انعامات سے ممتاز فرمایا اور وہ ان کی برکت سے اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اُن کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو دور فرماتا ہے، اُن کے طفیل اپنے بندوں پر عجیب عجیب تجلیاں فرماتا ہے جس کی شہادتیں قرآن و حدیث اور اقوال سلف و خلف سے بے شمار مل سکتی ہیں اور ان کی تفصیل اپنے محل پر کی گئی ہے۔

لہٰذا وسیلہ پکڑنے والے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مالک ضار، نافع، کاشف، قادر، قہار، ستار حقیقی تصور کرتے ہوئے اُن بزرگوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور اپنی قضائے حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں ایک وسیلہ گردانتے ہیں اور اُن کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور طرح طرح کے انعامات سے ممتاز فرماتا ہے۔

مُشرکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا

سالہا سال گزر گئے عمریں ختم ہو گئیں مگر آج تک ظاہر پرست ملاؤں کا ہنگامہء تکفیر ختم ہونے میں نہ آیا، جابجا یہی چرچے ہیں کہ فلاں صوفی کافر ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یا رسول اللہ ﷺ کہا، فلاں درویش مشرک ہو گیا، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے فلاں بزرگ کو اپنی فلاں حاجت کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ فلاں بدعتی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ فلاں بزرگ کی قبر پر زیارت کے لئے گیا۔ غرض ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بنایا جاتا ہے۔ اور ان کے ایسے فعل کو بلا فرق

مشرکوں کا سا فعل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا توسل خدا کی وحدانیت و معبودیت میں قطعاً مخل نہیں اور مشرکوں کا توسل صاف شرک پر مشتمل ہے، ان دونوں صورتوں کو یکساں قرار دینا سراسر جہل اور محض تعصب ہے۔

دیکھئے آیت یہ ہے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ (الزمر ۳)

یعنی کفار عرب جو بتوں کی پرستش کرتے تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو کیا تم خدا کو نہیں مانتے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں۔ "کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔"

اب کوئی متعصب معترضین سے پوچھے کیا صوفیہء متوسلین کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی (معاذ اللہ) پرستش کرتے ہیں حاشا و کلا بلکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو اللہ کے بندے مگر مقبول و محبوب بندے سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ شرک سے پاک ہیں، بخلاف ان کے کفار عرب نے بتوں کو معبود و مستحق عبادت سمجھ رکھا تھا لہٰذا وہ مشرک ٹھہرے کیونکہ وہ مشرک فی العبادت ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے، لیکن جب انھوں نے عبادت میں دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک اور کافر کہا۔ مسلمان بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو کبھی اس امر کا معتقد نہیں ہو سکتا، نہ ہوا اور نہ ہو گا کہ کسی مخلوق کو مستحق عبادت ٹھہرائے۔

شواہد الحق میں ہے:

نعم من اعتقد ان النبی او الولی هو الفعال لما اراد من دون الله تعالی فهذا کافر بالاتفاق ولکن لیس احد من المسلمین و لو کان من اجهل الجاهلین یعتقد ذلک مما اعلم فانهم یعتقدون انهم خواص عبید الله فانه هو الفعال المطلق لیس لهم ولا لغیرهم معه من الامر شی سبحانه تعالیٰ۔

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی یا ولی خود بخود کسی چیز کا جب ارادہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کر سکتا ہے وہ بالاتفاق کافر ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان کیسا بھی جاہل کیوں نہ ہو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ مجھے معلوم ہے، اس لئے کہ ہر مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور فعّال مطلق اور ہر چیز کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کو فی نفسہ کوئی قدرت نہیں، اور خود بخود کسی نفع و نقصان کے وہ قطعًا مالک نہیں۔

شواہد الحق میں ہے:

والحاصل ان مذھب السنة والجماعة صحة التوسل وجوازہ بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی حیاته وبعد وفاته وکذا بغیرہ من الانبیاء والمرسلین والاولیاء والصالحین کما دلت علیه الاحادیث السابقة لانا معاشر اھل السنة لاتعقد تاثیرا او لاخلقا ولا ایجادا ولا اعداما ولا نفعا ولا ضرا الا اللہ وحدہ لاشریک له فلاتعقد تاثیرا ولا نفعا ولا ضرا باعتبار الخلق والایجاد للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم والتاثیر ولا غیرہ من الاحیاء والاموات۔

ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے ان کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد توسل جائز ہے جیسا کہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوا، کیونکہ ہم اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی چیز کے لئے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اس کے لئے کسی چیز میں تاثیر حقیقی یا خلق وایجاد واعدام یا نفع وضرر کا دخل ہے، پس ہم رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی حیات و ممات میں کوئی ایجاد و اعدام خلق و تاثیر ثابت نہیں کرتے۔

شواہد الحق میں ہے:

اذا اقل واحد منھم یعلم انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عبداللہ ورسوله وانه لایملک ھو ولا احد من الخلق من دون اللہ لانفسھم ولا لغیرھم ضرا ولا نفعا وھذا کذالک من الامور المعلومة من الدین بالضرورة التی استویٰ فیھا اعلم العالمین واجھل الجاھلین من المسلمین۔

ترجمہ: ادنیٰ مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، مگر وہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بغیر اپنے اور غیر کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور یہ بات دین اور مذہب میں ایسی کھلی ہے کہ گویا ایک بدیہی امر ہے اور اس میں عالم اور جاہل برابر ہیں اور دونوں جانتے ہیں (کہ واقعی قدرت اللہ تعالیٰ کو ہی ہے)۔

کیا کسی بزرگ کی طرف اپنے سوال کی اجابت کو منسوب کرنا مشرک بنا دیتا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں بلکہ اگر کسی مسلمان نے اپنے سوال کی اجابت یا اپنی کسی حاجت کا دفعیہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مشرک اور کافر ہو گیا کیونکہ یہ نسبت مجازاً ہوا کرتی ہے اور متوسل بزرگ کو مستقل نہیں سمجھتا ہے، مگر مخالف اپنی جہالت سے کہتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے اور مجاز کا ایک اختراعی اور مصنوعی ڈھکوسلا ہے۔ لہٰذا اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیا مجاز کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے اور کیا مجازاً کسی کی طرف کوئی چیز منسوب ہو سکتی ہے۔

بحث مجاز

کسی کلمہ کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو یا تو وہ اسی معنی میں استعمال کیا جائے گا جس کے مقابلے میں واضع نے اس کو مقرر کیا ہے، یا کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں کلمہ حقیقت معنوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اپنے حقیقی اور اصل معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے زید کا لفظ بول کر اس کی ذات مراد لی جائے۔

اور دوسری صورت میں کلمہ مجاز لغوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اصلی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے شیر بولا اور مراد زید لیا اب شیر کے لفظ سے زید جو بوجہ مناسبت شجاعت اور بہادری کے مراد لیا گیا ہے وہ مجازی ہے۔

اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا (الانعام ۱۲۲) ای کافرا۔

"اور کیا وہ کہ مُردہ تھا۔"

یہاں میت سے مراد کافر ہے۔

اور دوسری جگہ وارد ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (الانعام ۹۵) ای النطفة۔

"زندہ کو مردہ سے نکالے ۔"

یہاں میت سے مراد نطفہ ہے۔ علی ہذا القیاس سینکڑوں مثالیں حدیث شریف میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح کبھی کلمہ کو ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس کا وہ فعل نہیں ہوتا، اس کو مجاز فی النسبتہ اور مجاز عقلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر مجاز صرف نسبت میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کلمہ منسوب حقیقتہً ہونا چاہیے تھا اس کی طرف نہیں ہوا، بلکہ کسی تعلق کی وجہ سے دوسری چیز کی طرف منسوب ہوا ہے۔ چنانچہ عرب کا عام محاورہ ہے۔

استمداد و توسل کے دلائل مؤیدہ

(۱) اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ۶۴)

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

ذرا غور کیجیے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔

اگر آیت إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحۃ ۵) میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہی سے استعانت شرک ہو گی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء جن سے مدد لینا متعارف ہے خدا ہیں؟ نہیں نہیں جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح سے شرک ہی ہو گی، انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ تو اب کیا جواب ہے آیت کریمہ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (البقرۃ ۴۵)

"اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔"

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کا ارشاد کیا ہے؟

اگر غیر خدا سے مدد ملنی مطلقاً محال ہو تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا؟ اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا قباحت؟

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنا موجب مغفرت ہے، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ:

"ایک اعرابی نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد اسی آیت کے ذریعہ سے مغفرت چاہی تھی روضہء مبارک سے آواز آئی:

قد غفر لک۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔"

غرض اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ بر سبیل التفات فرمایا، اس میں رسول اللہ ﷺ کی شان کی بزرگی اور آپ کے استغفار کی تعظیم مقصود ہے اور اس امر پر آگاہ کرنا تھا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہوگی۔

از گناہ مے کشاں خواھد گزشتن کردگار   چوں شفیع خویشتن ساقی کوثر کردہ اند

ترجمہ: مے کشوں کے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جب کہ انہوں نے اپنی شفاعت کرنے والا حضرت ساقی کوثر ﷺ کو بنایا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال ۳۳)

"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔"

غرض رسول اللہ ﷺ کا وجود کفار کے لئے بھی باعث رحمت تھا، چنانچہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے اس وقت کوئی عذاب ان میں نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو پھر ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ گناہ گار کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کرلے اس کے لئے دو چیزیں پناہ ہیں، ایک تو میرا وجود اور دوسرا استغفار۔

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں   چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

ترجمہ: اے میرے سردارو! حضرت نبی کریم ﷺ نے تم کو کہا ہے کہ میں باپ کی مانند تم پر شفقت اور مہربانی فرمانے والا ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید   جزو را از کل چرا برمے کشید

ترجمہ: اس لئے کہ تم سب میرے اجزاء ہو جزو کو تم کل سے کیوں باہر نکالتے ہو۔

جو وجود باوجود اپنی برکت سے مانع عذاب ہے اس سے رفع تکالیف اور حصول مرادات میں مدد طلب کرنا کیوں مستعد ہے اور کیوں داخل شرک ہے۔

(۳) امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول استمداد کی تائید میں

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضہ ءمقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگوں یا رسول اللہ ﷺ کی

طرف؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم اس رحمتہ للعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ آپ ﷺ تو تمہارے اور تمہارے دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی طرف ہی منہ کرکے آپ ﷺ کو شفیع بناؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ۶۴)

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ ﷺ کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی، پس روضہء مقدسہ میں حاضر ہونے کے وقت یعنی آپ ﷺ کی زیارت کا یہی احترام ہے۔[1]

دیکھئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدث کبیر امام کل پیشوائے اہل مدینہ کے الفاظ سے صاف توسل و استمداد کی تائید ہوتی ہے، حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا، حضور ﷺ کو وسیلہ سمجھنا اور حضور ﷺ کو شفیع بنانا صاف استمداد کی تعلیم ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ سورۃ یونس کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس ۲)

"اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔"

قدم صدق کی تفسیر جمل میں اس طرح آئی ہے:

قال زيد بن اسلم هو شفاعته صلى الله عليه وآله وسلم۔

"زید بن اسلم نے کہا کہ قدم صدق سے مراد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہے۔"

اس آیت میں ایک بشارت عام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہوگی۔ اس آیت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو شفاعت کا اذن بارگاہ الٰہی سے مل چکا ہے۔

(ب) سورۃ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (الاسراء ۷۹)

[1] (شفا قاضی عیاض، زرقانی، مواہب اللدنیۃ) (زرقانی)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

اس مقام پر عسٰی کا کلمہ معنی قطعی الوقوع میں مستعمل ہے، مقام محمود مقام شفاعت کو کہتے ہیں۔

چنانچہ جلالین میں ہے:

وھو مقام الشفاعۃ فی فصل القضاء۔

ترجمہ: وہ شفاعت کا مقام ہے مقدمات کے فیصلے میں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مقام محمود پر ضرور سرفراز فرمائے گا۔

(ج) سورۂ طٰہٰ رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی (طٰہٰ ۱۳۰)

اور اپنے رب کو سراہتے (تعریف کرتے) ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے لفظ ترضیٰ کے تحت فرماتے ہیں:

ماتنال من الشفاعۃ۔

یعنی شفاعت کا حکم ملنے سے رسول اللہ ﷺ راضی ہوں گے۔

(د) سورۃ والضحیٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (والضحیٰ ٦)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ چوں ای آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیاران خود فرمودند کہ من ھرگز راضی نشوم تاآنکہ یک یک کس راازاُمت خود بہ بہشت داخل نہ کنم۔

ترجمہ: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میں اپنے ایک ایک امتی کو بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔

امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ماو گناہ چو کوہ ھر دم و غم نے کہ ھست ــــ بہ کتف ناز کت بار گران ھمہ

ترجمہ: ہم اور ہمارے گناہ ہر آن پہاڑ کی مانند ہیں پھر بھی غم نہیں کیوں کہ یہ سب کچھ آپ کے نازک کندھوں پر بوجھ ہے۔

(ہ) طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا:

ألا أُخبرُکُم بما خَيَّرَني ربّي آنفًا؟ قلنا: بلی یا رسولَ اللهِ! قال: خيَّرَني بينَ أن يدخلَ ثُلُثَي أُمَّتي الجنَّةَ بغيرِ حسابٍ ولا عذابٍ وبينَ الشَّفاعةِ قلنا: يا رسولَ اللهِ! ما الذی اخترتَ؟ قال: اخترتُ الشَّفاعةَ۔

ترجمہ: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو وہ اختیار بتاؤں جو ابھی مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ تہائی امت کو بغیر حساب و عذاب کے بہشت میں داخل کروں، یا شفاعت قبول کروں، پھر صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ان دونوں امور سے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شفاعت کو۔[1]

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو امر میں اختیار دیا کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں اور اس سے آپ ﷺ نے شفاعت کو اختیار کیا تو آپ ﷺ ماذون ہو چکے اور شفاعت عام ہو گی، اس میں قید ثلث یا نصف کی نہیں جیسا کہ دوسری حدیث سے مصرع ہوتا ہے۔

احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خُيِّرتُ بينَ الشفاعةِ أو يدخُلَ نِصفُ أُمَّتي الجنَّةَ، فاختَرتُ الشفاعةَ، لأنَّها أعَمُّ وأكفى۔

ترجمہ: مجھے شفاعت میں اختیار دیا گیا اور اس امر میں کہ نصف امت کو بہشت میں داخل کروں، ان دونوں میں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اس لئے کہ شفاعت عام تر اور کافی تر ہے۔[2]

یعنی اس میں نصف یا ثلث کی قید نہیں ہے۔

ملا غنیمت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

چوں در حرف شفاعت لب کند باز
سزد بر رحمت ار عصیاں کند باز

ترجمہ: جب سرکار دو عالم ﷺ شفاعت کی عرض داشت کے لب مبارک کھولیں گے اس وقت گناہ رحمت الٰہی کے سامنے ناز دکھائیں تو ان کو ایسا کرنا سزاوار ہے۔

[1] (صحيح الترغيب ٣٦٣٧• الهيتمي المكي (ت ٩٧٤)، الزواجر ٢/٢٤٨)

[2] (حمد شاكر (ت ١٣٧٧)، مسند أحمد ٧/٢٢٧•• أخرجه ابن ماجه (٤٣١١) البوصيري (ت ٨٤٠)، مصباح الزجاجة ٤/٢٦٠• إسناده صحيح)

سوالش تا بزیر لب رسیدہ　　　　جوابش گفت عین اللہ بدیدہ

ترجمہ: آپ کی دعا ابھی زیرِ لب ہی پہنچی تھی کہ خود ذات باری تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا قبول ہے۔

دعایش عرض مطلب آرزو کرد　　　　شنیدن تا لب استقبال او کرد

ترجمہ: آپ ﷺ کی دعا نے اپنے مطلوب کو بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی آرزو کی تو قبولیت الٰہیہ نے آپ کے لبوں تک اس کا استقبال کیا۔

(و) عن أبي أمامة الباهلي: وعَدَني ربي أن يُدْخِلَ الجنةَ من أمتي سبعين ألفًا لا حسابَ عليهم ولا عذابَ، مع كلِّ ألفٍ سبعون ألفًا۔

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بلا حساب و عذاب داخل جنت کرے گا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔(مشکوٰۃ)[1]

(ز) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ سالت ربی فوعدنی ان یدخل من امتی سبعین الفاً علیٰ صورۃ القمر لیلۃ البدر۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے پروردگار سے سوال کیا، اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح داخل جنت کرے گا۔[2]

(۵) اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطا کرنے میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ رکوع نمبر ۷ میں فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (التوبہ ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرما دیا کہ اگر منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو عطا فرمایا تھا اور یہ کہتے کہ ہم کو اللہ ہی بس ہے اور وہ آگے اپنے فضل سے اور بہتیرا عطا فرمائے گا اور اس کا رسول بھی۔

---

[1] (أخرجه الترمذي (٢٤٣٧)، وابن ماجه (٤٢٨٦)، وأحمد (٢٢٣٠٣) ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، تخريج مشكاة المصابيح ٥/١٧٢)

[2] (رواہ بیھقی والبزاز والطبرانی واحمد)

دیکھئے اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نعمتیں دینے دلانے میں اپنے رسول ﷺ کو بھی شریک فرماتا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح میں معطی ہوں اسی طرح رسول بھی ہے، اب اس لحاظ سے اگر کوئی انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام سے امداد کا طالب ہو تو وہ کس طرح مشرک ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق امداد طلب کر رہا ہے ؟۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ رکوع نمبر ۱۰ میں فرماتا ہے:

أَنْ أَغْنَاهُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (التوبۃ ۷۴)

"کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔"

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسول کو دولت دینے میں اپنے ساتھ شامل اور شریک کیا جس نے بظاہر ہمارے فریق مخالف کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ مگر نافہم لوگوں کی عقل کا قصور ہے کہ وہ خواہ مخواہ عوام الناس کو شرک کا مغالطہ دے کر ان کے پاؤں صراط مستقیم سے پھسلاتے ہیں، جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک فرماتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت میں یہ لوگ شرک کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے میں جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرمانا

اللہ تعالیٰ سورۃ التحریم رکوع نمبر ۱ میں فرماتا ہے:

فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ (التحریم ۴)

"تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔"

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد میں اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو بھی مددگار بناتا ہے تو اب اگر ان مددگاروں سے عوام الناس مدد طلب کریں تو یہ شرک کس طرح ہو سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ جبکہ وہ خود اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو رسول اللہ ﷺ کی امداد کرنے میں اپنا شریک بتلاتا ہے، تو پھر اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ۸ میں فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵) وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (المائدۃ ۵۶)

"تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔"

دیکھئے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ کو اور مسلمانوں کو شریک کیا، جو بظاہر شرک معلوم ہوتا ہے، لیکن در حقیقت اس معیت میں رسول ﷺ اور صالحین کی عزت و توقیر ثابت ہوتی ہے، اور ان سے امداد طلب کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ یہی ایک نقطہ ہے جو منکرین کی سمجھ میں نہیں آتا، اولیاء کرام انبیاء کرام علیہم السلام سے امداد و اعانت طلب کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی اعانت طلب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو اپنی معیت میں شریک گردانتا ہے تو اس معیت کے کسی وجود سے اگر امداد طلب کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہو گی۔ عوام الناس بھی اس قوت سے امداد کے طالب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قوت ایسے نیک اور پاک وجودوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو اپنی معیت میں شریک کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں غیر اللہ نہیں ہوتے۔ بتوں کے ساتھ اولیاء اللہ کو تشبیہ دینا جو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا صریحاً تحریف قرآن اور کفر ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ سورۃ المومن رکوع نمبر ا میں ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِینَ یَحۡمِلُونَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهُ یُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَیُؤۡمِنُونَ بِهِ وَیَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِینَ آمَنُوا (المؤمن ۷)

"وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔"

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور مخلوق خدا کی سفارش کرنا ہے۔

مَنۡ یَشۡفَعۡ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَکُنۡ لَهُ نَصِیبٌ مِنۡهَا (النساء ۸۵)

"جو اچھی سفارش کرے اُس کے لیے اس میں سے حصّہ ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بھائی کی نیک امر میں سفارش کرے گا اس پر خدا کی نعمتیں نازل ہوں گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی۔ (المائدۃ ۲)

"اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

ذرا لفظ بر اور تقوٰی پر غور کریں کہ کیا بر اور تقوٰی خدا ہیں کہ جن کے پائے جانے کے باعث ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عقل سلیم والا تو خود ہی بول اُٹھے گا کہ واقعی بر اور تقوٰی تو خدا نہیں ہیں، لیکن ہاں یہ اوصاف جس وجود پاک میں ہوں گے ان میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

مطلق استمداد و امداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن عبداللہ بن عمر: اطْلُبوا الخيرَ عِندَ حِسانِ الوُجوہِ۔

”خیر طلب کرو خوش رُو لوگوں کے پاس۔“[1]

(۲) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اطلُبوا الخير و الحوائج من حِسانِ الوُجُوہِ۔

”نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔“[2]

(۳) حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قد سمعنا نبینا قال قولا هو لمن يطلب الحوائج راحة اغتدوا و اطلبوا الحوائج ممن زين الله و جهه بصباحة۔

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔ (رواہ العسکری)[3]

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن علي بن أبي طالب: اطلبوا المعروفَ من رُحماءِ أمّتي تعيشوا في أكنافِهم۔

”میرے نرم دل امتیوں سے نیکی و احسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کرو گے۔“[4]

غرض احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نیک امتیوں سے استعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے۔ اور تم ان کے سایہء عاطفت میں عیش اٹھاؤ گے۔

---

[1] ((التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۸ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۱۵۷)(موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/۴۹)(کشف الخفاء حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۲) وأبو نعيم في «حلية الأولياء» (١٥٦/٣). وأبو يعلى (٤٧٥٩) الطبراني (ت٣٦٠)، المعجم الأوسط/٦/١٧٦•)

[2] (المعجم الکبیر عن ابن عباسس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۸۱) ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، لسان الميزان٢/٥٦٦• البيهقي (ت ٤٥٨)، شعب الإيمان٣/١٣٠٦• الطبراني (ت٣٦٠)، المعجم الأوسط٤/٣٨٦•

[3] (الدر المنثور فی الاحادیث المشتهرہ تحت حدیث ۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ص ۶۸)

[4] (المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/۳۲۱) السيوطي (ت٩١١)، الجامع الصغير ١١١٠• صحيح)

پس اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہو گی؟

شُستہ رویاں نیز مے شویند گہ از دل غبار

نو خطے ہر جانب اشد روئے زیبا ھم خوش ست

ترجمہ: صاف چہرے والے بھی کبھی دل سے غبار دھو لیتے ہیں نو خیز ہر جگہ میسر نہیں آتے حسین چہرہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خوبصورت خوب سیرت ہوتا ہے:

نکورو میکشد از خوئے بد پائے　　چہ خوش گفت آں نکوروئے نکورائے

ترجمہ: خوبصورت لوگ (کبھی) بدخوبی کو ترک کر دیتے ہیں اس حسین سیرت والے نے کیا ہی اچھا کہا۔

کہ ہر کس در جہاں نیکوست رویش　　بسے بہتر ز روئے اوست خویش

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ دنیا میں اس کا چہرہ خوب صورت ہے اس کے ایسے چہرے سے اس کی عادت بہت اچھی ہوتی ہے۔

(۵) طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

عن أبي سعيد الخدري: اطلُبوا الحوائجَ إلى ذَوِي الرَّحمَةِ مِنْ أُمَّتِي تُرْزَقُوا وتَنْجَحُوا، فإنَّ اللهَ تعالى يقولُ: رحمتي في ذَوِي الرَّحمَةِ مِنْ عبادِي، ولا تَطْلُبوا الحوائجَ عندَ القاسِيَةِ قلوبُهم فلا تُرْزَقُوا ولا تَنْجَحُوا، فإنَّ اللهَ تعالى يقولُ: إنَّ سخَطِي فيهِم۔

ترجمہ: تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مراد نہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان پر میرا غضب ہے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہیے جن کے دل نرم ہیں، لیکن جو سخت دل ہیں ان سے حاجت طلب کرنا نہیں چاہیے، پس اگر غیر اللہ سے حاجت طلب کرنا ناجائز اور نامشروع ہوتا تو آپ بھلا کیوں فرماتے کہ نرم دل والوں سے مدد مانگو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

[1] (السيوطي (ت٩١١)، الجامع الصغير ١١٠١) »مكارم الأخلاق« (٥٦٨)، والطبراني في «المعجم الأوسط» (٤٧١٧)

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے دشمن کے واسطے مدد مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ دَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَ هَذَا مِنْ عَدُوِّهِ۔ (القصص ۱۵)

"اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اُس کے دشمنوں سے۔"

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ۔ (القصص ۱۵)

"تو وہ جو اُس کے گروہ سے تھا اُس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا"۔

دیکھئے ایک اُمتی کا نبی سے مدد مانگنا اس آیت میں صراحتاً پایا جاتا ہے، اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرما دیتا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے جس طرح عبادت غیر کو جابجا منع فرمایا ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس شخص کو بظاہر بطور سبب مجاز حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں کیونکہ عالم اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سائل کو جھڑکنے کی نہی سے استمداد کے جواز پر استدلال

اللہ تعالیٰ سورۃ والضحیٰ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ أَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحی ۱۰)

"اور منگتا کو نہ جھڑکو"۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل تم میں سے کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو جھڑکو نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اس کے سوال کو پورا کرو۔

پس اگر غیر اللہ کے پاس جا کر مانگنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس طرح ہرگز نہ فرماتا کہ سائل کو جھڑکو نہیں بلکہ یوں ارشاد فرماتا:

کہ اگر کوئی سائل کسی کے دروازے پر آئے تو اس کو میرے دروازے پر بھیجو کیونکہ میں ہی ہر ایک سائل کی حاجت روائی کرنے والا ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے صاف ظاہر ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہاں سوال عام ہے یعنی مانگنے میں سب کچھ داخل ہے خواہ پیسہ مانگا جائے یا کھانا یا وہ چیز مانگی جائے جو انسان دے سکتا ہے اور اس کی طاقت اور اختیار میں ہے۔

پس جبکہ ایک فعل کو غیر فاعل کے ساتھ مجازاً منسوب کرنے کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا بلکہ مجاز کو فصاحت و بلاغت میں داخل سمجھا جاتا ہے تو ایک مسلمان کے کلام کو کیوں نہ مجاز پر محمول کیا جائے اور کیوں اس کو محمول حقیقت کر کے موجب شرک قرار دیا جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو مشرک اور کافر بنایا جاتا ہے۔

شواہد الحق میں ہے:

والمستغاث به في الحقيقة هو الله، والنبي صلى الله تعالى عليه واسطة بينه وبين المستغيث فهو سبحانه مستغاث به والغوث منه خلقاً وإيجاداً والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم مستغاث والغوث منه سبباً وكسباً۔

ومستغاث به وبالجملة فاطلاق لفظ الاستغاثة لمن يحصل منه غوث ولو سببا وكسبا امر معلوم لاشك فيه لغة وشرعا۔

یعنی: "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ وواسطہ ہیں، تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریاد رسی یوں ہے کہ مراد کو خلق وایجاد کرے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور ﷺ کی فریاد رسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔"[1]

بہر صورت یہ امر پایہء ثبوت کو پہنچ گیا کہ مجازی طور پر کسی غیر اللہ سے کسی چیز میں استعانت ہر گز موجب کفر و شرک نہیں، غیر اللہ کو ایک سفیر محض اور ذریعہء اجابت متصور کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ امر کہ یہ اعانت ووسیلہ شرک سے بالکل خالی ہے اس امر پر موقوف ہے کہ شرک کی تشریح کی جائے کہ وہ کون سا شرک ہے کہ جس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، لہٰذا اب مختصراً اس امر کو واضح کیا جاتا ہے۔

شرک کی تشریح

شرک لغت میں "باکسے شریک شدن" کہتے ہیں۔

[1]("الجوهر المنظم"، الفصل السابع، فيما ينبغي للزائر۔۔۔إلخ، ص ٦٢)

اور شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے کہ کسی وصف کو غیر اللہ کے لئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی ابدی ذاتی غیر محدود و محیط کل ہے اسی طرح کسی نبی یا رسول یا ولی وغیرہ کو بھی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ جملہ صفات کمالیہ کا مستجمع اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے اسی طرح غیر بھی۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بلا توبہ اگر مر گیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوا اور اسی کے متعلق تہدید مزید اور وعید شدید آئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (الحج ۳۱)

"اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء ۱۱۶)

"اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔"

(۳) اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان رکوع نمبر ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمن ۱۳)

"اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔"

قرآن مجید کے بعد احادیث میں بھی شرک کی شدت حظر کو بالفاظ صریح بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ قتل کر دیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے۔[1]

دیکھیئے رسول اللہ ﷺ شرک سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہیں کہ اگر جان بھی جائے تو بھی شرک نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ یہ قابل معافی نہیں ہے۔

(۲) یا ابنَ آدمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرابِ الأرضِ خطايا ثُمّ لَقِيْتَني لاتُشرِکُ بِيْ شَيْئًا لأتيتُکَ بِقرابِها مَغْفِرَةً۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! بے شک تو اگر مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر، پھر مجھ سے ملے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو تو بے شک میں لے آؤں تیرے پاس بخشش دنیا بھر۔[2]

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے جتنے گناہ کئے ہیں اگر ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ہی بخشش کرے گا۔ (مشکوٰۃ)

شرک کی تشریح اور معیار

جس فعل کا شرک ہونا نص سے ثابت ہو وہ واقعی حرام اور ممنوع ہے۔ اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن و حدیث ناطق نہ ہوں اس کو خوامخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ دینا سراسر حماقت و نادانی ہے، کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا ابہام شرک کا بلا دلیل اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرہ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا۔

مثال کے طور پر دیکھئے:

اللہ تعالیٰ موجود ہے، اب کسی غیر کو موجود ہر گز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس سے شرک کا وہم پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود اور غیر اللہ بھی موجود، لہٰذا غیر اللہ معدوم محض ٹھہرے گا۔ تو کیا کوئی عاقل اس کو صحیح ماننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ علیم ہے تو دوسرا کوئی ذی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہم شرک موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی علیم اور غیر اللہ بھی علیم۔

---

[1] (صحيح الترغيب٥٧٠•حسن)

[2] (صحيح الترغيب٣٣٨٢•حسن لغيره•أخرجه الترمذي (٣٥٤٠) واللفظ له، وأحمد (١٣٤٩٣))

اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر (یعنی دیکھنے والا)، رحیم (رحم کرنے والا)، کریم (بخشش کرنے والا) ہے، تو غیر اللہ بصیر اور کریم وغیرہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اندھا، بے ترس، بخیل اور گمراہ وغیرہ ہو گا، علیٰ ہٰذا القیاس اللہ تعالیٰ کے ہزاروں اسماء اور صفات ہیں جو غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں۔

مثلاً رسول اللہ ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (توبہ ۱۲۸)

”وہ رسول مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان“۔

اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا نام ہی وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا خود نام ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ نے غیر کو رحیم ورؤف، بشیر ونذیر، سمیع، بصیر وغیرہ اسماء وصفات سے ممتاز کر کے ایک گونہ سبیل اطلاق کو جائز قرار دیا، یا کہ معاذ اللہ شرک اور ابہام شرک کی تعلیم دی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، کیا کوئی عقل مند تصور بھی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منع بھی فرمائے اور اس ہی کی اجازت بھی دے؟، پھر کس قدر یہ امر پر غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ امر غیر واقعی منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ محض تخیلات کاسدہ اور ظنیات فاسدہ سے خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ابہام شرک کی بے معنی آڑلے کر قرآن وحدیث کی غیر معمولی تحریف کی جاتی ہے، کیونکہ ابہام شرک اگر واقعی کوئی حیثیت رکھتا اور شریعت غراء میں اس کا اعتماد و اعتناء ہوتا تو ضرور قرآن وحدیث میں اس کی تصریح موجب تقریع ہوتی، پھر جبکہ ایسی چیز جس کی وجہ سے جملہ مخلوقات ہی راہ راست سے پھسل جاتی اور شرک وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو قصداً اور اراداً ترک کر دیا گیا ہے۔

اسی لئے علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جب کبھی اسماء صفات الٰہیہ کو غیر اللہ پر بولا جائے گا مناسب حیثیت سے جانبین اطلاق کریں گے، مثلاً لفظ علی جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر بولا جائے گا تو علو و رفعت ذاتی غیر مستفادی مراد ہو گی، اور جس وقت وہ غیر اللہ پر بولا جائے گا مراد علو و رفعت عرضی مستفادی مراد ہو گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی۔

درمختار میں ہے:

وجاز التسمية بعلي ورشيد من الأسماء المشتركة ويراد في حقنا غير ما يراد في حق الله تعالى۔

ترجمہ: علی ورشید وغیرہما کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے گو یہ نابطریقۂ اشتراک غیر اللہ بولے جاتے ہیں لیکن جب غیر اللہ پر بولے جائیں گے تو اسی طرح نہیں بولیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ پر بولے جاتے ہیں۔[1]

---

[1](ردالمحتار علی الدر المختار ج۶ ص۴۱۷)

بہر صورت مطلع بالکل صاف ہے کہ دلائل شرعیہ اور نصوص قطعیہ سے کسی لفظ کی بخیال ابہام شرک ممانعت کا اطلاق ہرگز ثابت نہیں اور جبکہ ادلہ ٔشرعیہ کسی حکم سے ساکت ہیں بلکہ اطلاق و جواز کی تصریح فرما رہی ہیں تو کسی کو بزعم خود یہ کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے جو حکم چاہے ایجاد کر لے اور اس کو شرعی حکم قرار دے لے؟، ہاں جس لفظ کے اطلاق سے شریعت غراء نے ممانعت فرمادی ہے وہ بے شک منع ہو گا۔ جیسے لفظ "اللہ" کبھی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا، علیٰ ہٰذا القیاس خالق، معبود، مالک مطلق وغیرہ بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جائیں گے، کیونکہ ان کا اطلاق شرعاً غیر پر ممنوع ہے۔

آگے ہم قرآن مجید و حدیث شریف سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں معترضین کے دل سے مسئلہ استمداد و توسل کا استبعار فع ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان میں شمہ بہ انصاف ہو۔

توسل و استمداد کی اقسام اور اُن کی تشریح

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النساء ۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کیا جائے، عام ازیں کہ ذات ہو یا فعل یا قول، وسیلہ کو مختص با افعال کہنا ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ذوات فاضلہ کو افعال صادرہ پر بدرجہا تفضیل ہے، خصوصاً رسول اللہ ﷺ کو کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں افعال کو ان کی ذات بابرکات سے کیا مناسبت؟ پھر ایسے مقام پر وسیلہ سے ذوات مراد لینا نہایت مناسب ہے، صاحب مزرع الحسنات اس آیت کو رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ ہونے پر سند لاتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں تحریر فرماتے ہیں:

مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ بزرگ آدمی ہے جو درجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ مقرب ہو۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق وسیلہ مانگنے کا حکم فرمایا لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، چونکہ توسل اور مدد کی کئی قسمیں ہیں اس لئے قرآن مجید، احادیث نبویہ ﷺ اور اقوال الصالحین سے ان کی قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

توسل اور امداد کی تین قسمیں ہیں

(اول) توسل بالاعمال یعنی عمل صالحہ سے توسل کرنا۔

(دوم) توسل بالجاہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیائے کرام کے جاہ و رتبہ کے ذریعے توسل اور استغاثہ کرنا خواہ وہ مقدور بشر ہو یا نہ ہو۔

(سوم) انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دعا یا سفارش کی درخواست کرنا۔

(۱) خدمت والدین، پاک دامنی اور ادائے حق کے توسل سے قبولیت دعاء

عن عبدالله بن عمر: بينما ثلاثةُ رهْطٍ يتماشَونَ أخَذهمُ المطَرُ فأوَوا إلى غارٍ في جبلٍ، فبينا هم فيه حَطَّتْ صخرةٌ من الجبلِ فأَطبقَتْ عليهم، فقال بعضُهم لبعضٍ: انظُروا أفضلَ أعمالٍ عمِلتُموها للهِ سبحانَه فسَلوه بها لعلَّه يُفرِّجُ بها عنكم. فقال أحدُهم: اللهم إنه كان لي والدانِ كبيرانِ، وكانت لي امرأةٌ وولدٌ صِغارٌ وكنتُ أرعى عليهم، فإذا رُحتُ عليهم بدأتُ بأبوَيّ فسقيتُهما، فناءَ يومًا الشجرُ فلم آتِ حتى نام أبوايَ، فطيَّبْتُ الإناءَ ثم حلَبتُ فيه ثم قُمتُ بحِلابي

عِندَ رأسِ أبوايَ والصبيةُ يتضاغونَ عِندَ رجلي، أكرَهُ أن أبدَأَ بهم قبلَ أبويَّ، وأكرَهُ أن أوقِظَهما من نومِهما، فلم أزَلْ كذلك قائمًا حتى أضاء الفجرُ، اللهم إن كنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ ذلك ابتغاءَ وجهِك فأفرِجْ عنا فُرجةً نرى منها السماءَ، ففُرِّجَ لهم فُرجَةٌ رأوا منها السماءَ. وقال الآخرُ: اللهم إنها كانت لي ابنةُ عمٍّ فأحبَبتُها حتى كانتْ أحبَّ الناسِ إليَّ فسألتُها نفسَها فقالتْ: لا حتى تأتيَني بمائةِ دينارٍ، فسعَيتُ حتى جمَعتُ مائةَ دينارٍ فأتيتُها بها، فلما كنتُ بين رجلَيها قالتْ: اتقِ اللهَ لا تفتَحِ الخاتمَ إلا بحقِّهِ، فقُمتُ عنها. اللهم إن كنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ ذلك ابتغاءَ وجهِك فافرُجْ لنا منها فُرجَةً، ففرج لهم فرجة. قال الثالث: اللهم إني كنتُ استأجرت أجيرا بفرق ذرة، فلما قضى عمله عرضته عليه فأبى أن يأخذه ورغب عنه، فلم أزل أعمل به حتى جمعت منه بقرا ورعاها، فجاءني فقال: اتق الله وأعطني حقي ولا تظلمني، فقُلْت له: اذهب إلى تلك البقر ورعاتها فخذها، فقال: اتق الله ولا تهزأ بي، فقُلْت: إني لا أهزأ بك، اذهب إلى تلك البقر ورعائها فخذها، فذهب فاستاقها. اللهم إن كنتُ تعلم أني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما بقي منها۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین آدمی کہیں جارہے تھے کہ اتفاقاً بارش ہونے لگی، اس لئے وہ پہاڑ کی غار میں جا گھسے، خدا کی قدرت اس غار کے منہ پر ایک پتھر آگیا جس سے غار کا منہ ڈھک گیا، پھر آپس میں یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر کرنا چاہئے، جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھولے: تو ایک نے کہا کہ خداوند! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور بچے ننھے سے تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا جب گھر آتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بچوں کو، ایک روز درخت دور تھے (جن کے پتے بکریوں کو چرانے تھے) گھر کو آتے آتے شام ہوگئی، والدین سوگئے، میں دودھ نکال کر دودھ کا برتن لئے والدین کے سرہانے آ کھڑا ہوا، ادب سے ان کو اُٹھا نہ سکا، اور یہ امر مجھے پسند نہ تھا کہ خلاف معمول بچوں کو پہلے پلاتا، بچوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ میرے پاؤں کے پاس بھوک سے چیختے تھے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پس اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو اس قدر اُٹھادے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اس قدر پتھر اٹھ گیا جس سے آسمان نظر آتا تھا۔

اور دوسرے نے کہا: خداوند! مجھے اپنی چچازاد بہن سے وہ شدید عشق تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہے، میں نے اس سے وصال چاہا، اس نے کہا کہ اگر سو اشرفیاں دو تو مضائقہ نہیں۔ میں نے نہایت محنت سے سو اشرفیاں جمع کرکے اسے دیں جب میں وصل کے لئے اس کے سامنے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! خدا سے ڈر میرے ساتھ زنا نہ کر، تو میں اُسے چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو اگر میں نے یہ کام تیری مرضی کے لئے کیا تھا تو پتھر کو کچھ اُٹھا، اب ایک ثلث پتھر اوپر آگیا:

اور تیسرے نے کہا کہ خداوند! میں نے ایک مزدور سے ایک فرق (سولہ رطل) دھان پر ٹھہرایا، جب اُس نے مزدوری کرکے اُجرت چاہی تو میں نے وہ دھان پیش کئے وہ ناخوش ہوکر چلا گیا، پھر میں اس دھان کو علیحدہ بوتا رہا، اس میں سے جو کچھ

فائدہ ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا، یہاں تک کہ اس سے بیل وغیرہ مہیا کیے، ایک عرصے کے بعد وہ مزدور آیا اور اس نے اپنا حق مانگا، میں نے کہا کہ یہ سب لے جاؤ، اس نے کہا کہ خدا سے ڈرو مجھ سے مسخری نہ کرو، میں نے کہا کہ میں مسخری نہیں کرتا، غرض وہ سب لے گیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشی کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ پتھر کو اُٹھا دے چنانچہ وہ پتھر غار کے منہ سے سب کا سب الگ ہو گیا۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ أَصْحابنَا بِهَذَا عَلَى أَنَّهُ يُسْتَحَبّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَدْعُوَ فِي حَال كَرْبه ، وَفِي دُعَاء الِاسْتِسْقَاء وَغَيْره بِصَالِحِ عَمَله ، وَيَتَوَسَّل إِلَى اللهَ تَعَالَى بِهِ ؛ لِأَنَّ هَؤُلَاءِ فَعَلُوهُ فَاسْتُجِيبَ لَهُمْ ، وَذَكَرَهُ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِض الثَّنَاء عَلَيْهِمْ، وَجَمِيل فَضَائِلهمْ.[2]

پس جب اعمال سے توسل جائز ہوا تو ذوات مقدسہ سے بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا۔

(۲) عبادت صبح و شام سے استعانت کرنا

عن أبي هريرة: واسْتَعِينُوا بالغَدْوَةِ والرَّوْحَةِ وشيءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استعانت کرو صبح کی عبادت سے اور شام کی عبادت سے اور کچھ رات رہے کی عبادت سے۔

(۳) سحری اور قیلولہ سے استعانت کرنا

عن عبداللہ بن عباس استعينوا بطعامِ السَّحَرِ على صيامِ النَّهارِ و القيلولَةِ على قيامِ اللَّيلِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے کے لئے اور دن کی نیند سے رات کے قیام کے لئے مدد لو۔[4]

عن عبداللہ بن عمرو بن هلال المزني: استَعينوا على الرِّزقِ بالصَّدَقةِ۔

---

[1] (البيهقي (ت ٤٥٨)، الآداب ٤٧٦ • صحيح • أخرجه البخاري (٥٩٧٤)، ومسلم (٢٧٤٣)، وأحمد (٥٩٧٤) باختلاف يسير، والبيهقي في «الآداب» (٧٦٣))

[2] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ١٧ ص ٥٦)

[3] (البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٣٩ • صحيح۔ البغوي (ت ٥١٦)، شرح السنة ٢/٤٧٠ • صحيح۔ صحيح الجامع ١٦١١ • صحيح • صحيح النسائي ٥٠٤٩ • صحيح •)

[4] (أخرجه ابن ماجه (١٦٩٣)، وابن خزيمة (١٩٣٩). المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ١/١٤٩ • ابن مفلح (ت ٧٦٣)، الآداب الشرعية ٣/١٤٦ • الزرقاني (ت ١١٢٢)، مختصر المقاصد ٩٤ • صحيح)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہلال المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا استعانت کرو صدقہ سے رزق کے لئے۔[1]

(۴) عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا

عن أنس بن مالک: اسْتَعِينُوا على النساءِ بالْعُرْيِ، فإنَّ إحداهنَّ إذا كثرتْ ثيابُها، وأحسنتْ زينتُها، أعجبَها الخروجَ۔

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگی لباس سے، کیونکہ جب وہ ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔[2]

(۵) صبر اور نماز کے توسل سے امداد طلب کرنا

اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کو صبر اور نماز کے وسیلے سے امداد طلب کرنے کا حکم فرماتا ہے چنانچہ سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۵ میں اور سورۃ التوبہ رکوع نمبر ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (البقرۃ ۴۵) "اور صبر اور نماز سے مدد چاہو"۔

اس آیت کے معنی دو طرح ہوسکتے ہیں، ایک تو یہ کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، جیسا کہ خود قرآن کریم ان معنوں کی تفسیر کرتا ہے:

اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ (الاعراف ۱۲۸) "اللہ کی مدد چاہو"۔

دوسرے یہ کہ صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد طلب کرو (جیسے سیاق آیت سے ظاہر ہے) اور یہی معنی مفسرین کے نزدیک مسلم ہیں، کیونکہ حرف ب یہاں وسیلہ کے معنی میں ہے، اور اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں تو معاذ اللہ نماز اور صبر کو خدا سمجھا جاتا جو صریح شرک ہے۔

---

[1] (أخرجه ابن ماجه (١٦٩٣)، وابن خزيمة (١٩٣٩). المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ١/١٤٩• ابن مفلح (ت ٧٦٣)، الآداب الشرعية ٣/١٤٦• الزرقاني (ت ١١٢٢)، مختصر المقاصد ٩٤• صحيح)

[2] (السيوطي (ت ٩١١)، الجامع الصغير ٩٨٢• أخرجه الطبراني في «المعجم الأوسط» (٨٢٨٧)، وابن عدي في «الكامل في الضعفاء» (١/٣١٢)، ابن عدي (ت ٣٦٥)، لسان الميزان ٢/١٣٧• (كنز العمال بحواله عدعن انس حديث ٤٤٩٥٢ موسسة الرسالة بيروت ١٦/٣٧٢)

اب ناظرین عقل سلیم سے خود ہی انصاف کریں کہ اس میں شرک کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ آیت کے معنی میں دو ہی طرح کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر پہلا مفہوم غلط ہے تو دوسرا ضرور بالضرور صحیح ہو گا۔ غرض اولیاء اللہ بھی خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کے توسل سے امداد طلب کی جاتی ہے۔

خاصان خدا خدا نباشند　　　لیکن ز خدا جدا نباشند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔

توسل بالجاہ

جب کسی بزرگ ترین ہستی کے سامنے اپنی مراد پیش کی جائے اور اس کے رحم و کرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اس کے کسی خاص مقبول اور محبوب فرد کی جاہ و عزت کا واسطہ دیا جاتا ہے تو یہ توسل بالجاہ ہے بارگاہ حق میں اسی قسم کا توسل کرنا مشروع ہے۔ چنانچہ:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کے توسل سے مغفرت چاہنا

عن عمر بن الخطاب: إنَّهُ لمّا اقترفَ آدمُ عليه السلام الخطيئةَ قالَ: يا ربِّ أسألُك بحقِّ محمَّدٍ لما غفرتَ لي، قالَ: وَكيفَ عرفتَ مُحمَّدًا؟ قالَ: لأنَّك لمّا خلقتني بيدِك ونفختَ فيَّ من روحِك رفعتُ رأسي فرأيتُ على قوائمِ العرشِ مَكتوبًا: لا إلَهَ إلّا اللهُ محمَّدٌ رسولُ اللهِ، فعلِمتُ أنَّك لم تُضفْ إلى اسمِك إلّا أحبَّ الخلقِ إليك، قالَ: صدَقتَ يا آدمَ ولولا محمَّدٌ ما خلقتُك۔

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا تو انہوں نے اپنے رب سے عرض کی، اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ رب العٰلمین نے فرمایا: تو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی: جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا، جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتا تو میں تیری مغفرت نہ کرتا، نہ تجھے بناتا۔[1]

---

[1] (ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، إتحاف المهرة ١٢/٩٧• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، التوسل والوسيلة ١٦٦• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، مجموع الفتاوى ١/٢٥٤• البيهقي (ت ٤٥٨)، دلائل النبوة ٥/٤٨٩• القسطلاني (ت ٨٢٣)، المواهب اللدنية ٣/٦٠٥ •صحيح۔ البيهقي (ت ٤٥٨)، تاريخ دمشق ٧/٤٣٧• ابن كثير (ت ٧٧٤)، البداية والنهاية ٢/٢٩٩• الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ٨/٢٥٦• الطبراني (ت ٣٦٠)، المعجم الأوسط ٦/٣١٣)

(۲) ایک نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کے توسل سے بینا ہو جانا

عثمان بن حنيف - رضي الله عنه - :«أن رجلا ضرير البصر أتى النبيّ -صلى الله عليه وسلم- ، فقال: ادعُ اللهَ أَن يُعَافِيَني، فقال: إن شِئْتَ دعوتُ، وإنْ شِئْتَ صَبَرْتَ، فهو خَيرٌ لك، قال: فادعُهُ، قال: فأَمرهُ أن يتوضأَ فيُحْسِنَ الوُضوءَ، ويدْعوَ بهذا الدعاء: اللَّهمّ إني أسألُك وأتوَجه إليك بنَبِيّك محمدٍ: نبي الرحمة، إني توّجهتُ بك إلى ربّي في حاجتي هذه لتُقْضى لي، اللّهم فَشَفِّعْهُ فيَّ». أخرجه الترمذي۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب جو نابینا تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم! آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہ تمہارے حق میں بہتر ہے انہوں نے عرض کی کہ حضور دعا کردیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم خوب اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو۔[1]

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

ترجمہ: ”الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔“[2]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہو کر اس شان سے آئے کہ گویا کبھی نابینا تھے ہی نہیں۔

اس مقام پر زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مواہب اللدنیہ نے لکھا ہے کہ اس دعا میں اول سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن بخشے۔

---

[1] (جامع الأصول في أحاديث الرسول ج۴ص ۳۴۹،ترمذی رقم ۳۵۷۸،ابن ماجۃ رقم ۱۳۵۸ ۔مسند احمد ج۲۸ ص ۴۷۸، الترغیب والترهیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائها، رقم ۱ ، ج ۱ ، ص ۲۷۲ ۔جامع الترمذی، کتاب احادیث شتی، باب ۱۲۷ ، رقم ۳۵۸۹، ج۵، ص ۳۳۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج۹، رقم ۸۳۱۱، ص ۳۰، الاستمداد والتوسل ص ۵۸،عمل الیوم واللیلة للنسائی ص ۴۱۷رقم ۶۵۸، شفاءالسقام فی زیارۃ خیرالانام ص ۱۲۳ ، کتاب الاذکار للنووی ص ۸۳، اسدالغابۃ ج۳ص ۵۷۱، تحفۃ الاشراف ج۷ص ۲۳۶رقم ۹۷۶۰، البدایۃ والنهایۃ ج۴ص ۵۵۸، دلائل النبوۃ للبیهقی ج۶ص ۱۶۶، الجوهر المنظم لابن حجر ص ۶۱، المستدرک للحاکم ج ۱ص ۳۱۳-۵۱۹، تحفۃ الذاکرین للشوکانی ج۵ص ۱۹۴، صحیح ابن خزیمۃ ج ۲ص ۲۲۵رقم ۱۲۱۹)

[2] (•أخرجه الترمذي (٣٥٧٨)، وابن ماجه (١٣٨٥)، وأحمد (١٧٢٧٩)، أخرجه ابن خزيمة (٢/٢٢٥)، والطبراني (٩/١٧)، والحاكم في «المستدرك» (١/٧٠٧) البيهقي (ت٤٥٨)، دلائل النبوة ٦/١٦٦•تخريج مشكاة المصابيح ٢٤٢٩•إسناده صحيح•أخرجه الترمذي (٣٥٧٨) ابن حبان (ت٣٥٤)، المجروحين ٢/١٩٠۔)

چنانچہ وہ حاجت مند کہتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ۔

اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں

جب وہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت مانگ چکا تو پھر آنحضرت ﷺ سے مخاطب اور متوجہ ہو کر اس طرح شفاعت کا طالب ہوا۔

یَامحمد اِنِّیْ قد تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھَذِہٖ لِتقْضٰی لِیْ۔

یارسول اللہ ﷺ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔

گویا وہ شخص یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت اور آپ ﷺ کے وسیلے سے میری اس حاجت کو کر دے

جب وہ شخص آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کر چکا تو اب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے یوں عرض کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

الٰہی! ان (رسول اللہ ﷺ) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

اس حدیث میں وضو اور نماز کی امر فرمایا اور بعض روایات میں صرف وضو کا ذکر ہے تو اس میں کیا بھید ہے؟ یہ بھید توسل کی عظمت اور اہتمام شان کا ظہور ہے ورنہ صرف دعا کا پڑھنا کافی تھا۔ خصوصاً حضور ﷺ کی تعلیم و امر اور وہ بھی بعد ردو کد جس میں احتمال عدم قبولیت کی گنجائش کا ہاتھ ہے جس کے لئے آداب دعا اور شرائط قبولیت کے لئے رعایت کی ضرورت ہوتی اس کے علاوہ محدث کو قرآن مجید پڑھنا روا اور داعی (دعا کرنے والے) کو وضو کی احتیاج ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مستغیث سے فرمایا:

إن شِئْتَ دعوتُ، وإنْ شِئْتَ صَبَرْتَ۔

یعنی اگر تو چاہے تو صبر کر اور اگر تو چاہے تو میں دعا کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا کہ دعا مانگیے تو آپ ﷺ نے خود اس کے واسطے دعا نہ کی بلکہ یہ طریقہ دعا کا تعلیم فرمایا اس میں کیا نکتہ تھا؟ نکتہ یہ تھا کہ لوگ آپ ﷺ کا مرتبہ پہچانیں، آپ ﷺ کا وسیلہ ہونا جانیں آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا کی قبولیت اور مراد پانے کو دیکھ لیں اور ساری امت کے واسطے قیامت تک یہ سلسلہ تعلیم توسل کا قائم ہو جائے کہ جب کوئی حاجت مند نامراد اپنی مراد اور حاجت بر آری چاہے تو اس طریقہ سے آنحضرت ﷺ کو پکارے اور آپ ﷺ سے استغاثہ کرے اور آپ ﷺ کے وسیلے اور توسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مراد مانگے یا خود آپ ﷺ سے مانگے آپ ﷺ کو مظہر کامل اکمل عون و قدرت و تصرف الٰہی سمجھ کر قدرت و تصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ، اہل کمال سب قائم مقام ہیں ان کے وسیلہ اور توسل سے مرادمانگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائے کیونکہ نائب کو بعض امور میں حکم منیب کا ہوتا ہے خصوصاً جس

امر میں نیابت ہے کہ اس میں فرع قائم مقام اصل کے ہوتی ہے جیسے **مانحن فیه** میں مظہر عون وقدرت وتصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ ، اہل کمال سب قائم مقام رسول اللہ ﷺ کی ہے اور جس طرح بوسیلۂ رسول مراد ہے دین دنیا کی حق تعالیٰ عطا فرماتا ہے اسی طرح ان اہل کمال کے بھی وسیلے سے خلق فائز المرام ہوتی ہے اور اگر یہ نکتہ اور اس نکتہ کی اشارہ منظور و مد نظر نہ ہوتا تو اس تعلیم کی فی نفسہ کچھ حاجت نہ تھی خود رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے۔ اندھا نابینا ہو جاتا اس نابینا کو جو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا:

ان کان لک حاجۃ فادع مثل ذلک۔

یعنی جب تجھے کوئی کام مشکل اور مصیبت کا پیش آئے تو ایسا ہی کرنا کہ ہمیں پکارنا، ہماری طرف متوجہ ہونا ہمیں وسیلہ سمجھنا اور بذریعہ ہمارے توسل کے حق تعالیٰ سے مراد مانگنا تو حاجت روائی ہو گی ، مراد ملے گی ، مشکل آسان ہو گی ، مصیبت وبلا ٹل جائے گی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ توسل مخصوص بحضورِ حضور اور مختص بزمانۂ حیات نہیں ہے بلکہ عام ہے، غیبت اور حضور اور نزدیک ودور اور زمانۂ حیات سرورِ کائنات اور بعد وفات سرور عالم ﷺ کے فی جمیع الامور۔ **لک۔** میں خطاب بظاہر اگرچہ نابینا کو ہے مگر ہر عاقل وبینا کے نزدیک عام ہے، ہر مخاطب حاجت مند کو اس طرح کا استعمال یعنی اطلاق خاص اور ارادۂ عام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور محاورات عرب میں قدیما وحدیثا شائع وذائع ہے۔ اسی واسطے خود راویٔ حدیث حضرت عثمان بن حنیف نے اس حاجت مند کو یہ طریق توسل اور دعا تعلیم فرمائی جو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مضطر تھا۔ چنانچہ اس وتوسل کی برکت سے وہ فوراً مقصود پر فائز اور کامیاب ہوا، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اگر **لک۔** میں شائبہ **تخصیص بشئی من الزمان والمکان والحضور والحیات والشخص وغیرھا۔** ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل درآمد مستمر اس تعلیم وعمل پر ہر گز نہ ہوتا حالانکہ زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک یہ عمل برابر مشائخ طریقت اور صلحائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ میں چلا آیا اور مروج ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے:

فقام وقد ابصر ببرکۃ محمد ﷺ۔

یعنی وہ نابینا صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی آنکھیں محمد ﷺ کی برکت سے منور اور روشن ہو گئیں۔

طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے:

كأن لم یکن بہ ضر۔

یعنی اس کی آنکھیں ایسی روشن ہو گئیں گویا کہ اس کی آنکھوں کو کبھی ضرر ہوا ہی نہیں تھا اور کبھی وہ اندھا ہی نہ تھا۔

اس حدیث شریف کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، معجم صغیر، ابو نعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

حدیثِ حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تینوں صورتیں توسل کی ثابت ہیں اور باعتبار ترکیب اور اختلاف روایات کے اس حدیث میں تینوں صورتیں مذکور ہیں، اس واسطے کہ **بِنَبِیِّکَ**۔ میں اگر مضاف محذوف مانیں اور ضرور ہے ماننا تو صورتِ اولیٰ متحقق ہے۔

اور تقدیر عبارت یہ ہو گی:

اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بوجاھه نبیک یابحق نبیک یابحرمة نبیک یابشفاعة نبیک یابطفیل نبیک یابوسیلة نبیک یاباستعانة نبیک یابواسطة نبیک یابامداد نبیک یاباستمداد نبیک یابوساطة نبیک۔

لتقضی میں دوروایتیں ہیں بلکہ تین نہیں چار "یے" اور "تے" کے ساتھ اور یائے معروف، یاالف مقصورہ، بر تقدیرِ روایت یا اگر معروف کا صیغہ پڑھیں تو ضمیر راجع ہو گی طرف اللہ تعالیٰ کے، اور صورت اولیٰ کا ثبوت ہو گا، اگر الف مقصورہ پڑھیں تو نائب **حاجتی** فاعل ہو گا اور اس صورت میں بھی صورت اولیٰ مُبَرہَن ہے، اور حاصل معنی یہ ہوں گے کہ:

یااللہ! میں تجھ سے مراد مانگتا ہوں تیرے محبوب کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا کر، تو ان کی سفارش میرے باب میں قبول فرما کر میرا مقصود بر لا، یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ اور ذریعہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے میری مراد بر لائے۔

اور بر تقدیرِ روایت تا اگر صیغہ مجہول پڑھیں تو **اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ** کے قرینہ سے صورتِ ثانیہ کا تحقق بے تکلف ہے، اور اگر معروف کا صیغہ لیں اور مخاطب حق تعالیٰ کو کہیں بمقارنت **اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ** یابقرینہ **اَللّٰھُمَّ انی اسئلک** تو صورتِ ثانیہ ثابت ہے، اور مطلب یہ ہو گا کہ **یاحبیب اللہ!** آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ آپ کی سفارش اور دعا سے اللہ تعالیٰ مجھ کو فائز المرام کرے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آپ ﷺ کی دعا اور سفارش مقبول ہے، اور اگر تا کی روایت پر صیغہ معروف کا لے کر حضور ﷺ کو مخاطب ٹھہرائیں بقرینہ **یامحمد** تو بے شبہ صورت ثالثہ موجود ہے اور حاصل مطلب یہ ہو گا کہ میں اصل میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں اور مراد مانگتا ہوں، مگر **یاحبیب اللہ**

یارسول اللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وسیلہ بنایا ہے اور ہم کو ابتغاءِ وسیلہ کا امر فرمایا ہے، آپ ﷺ قاسم ہیں اور اللہ تعالیٰ معطی ہے، لہٰذا میں آپ سے مراد مانگتا ہوں کہ آپ ﷺ میری مراد بر لائیں۔

(۳) دعا میں حق سائلین سے توسل کرنا

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دعائیں تعلیم کیا کرتے تھے جن میں سے ایک دعا یہ ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأَلُكَ بِحَقِّ السائلينَ عليكَ، وبحَقِّ مَمشايَ هذا، فإنِّي لم أَخرُجْ أَشَرًا ولا بَطَرًا، ولا رِياءً ولا سُمعةً، خرَجْتُ اتِّقاءَ سَخَطِكَ وابتغاءَ مَرضاتِكَ، أَسأَلُكَ أنْ تُنقِذَني مِن النارِ، إنَّه لا يَغفِرُ الذُّنوبَ إلّا أنت۔

ترجمہ: اے اللہ میں اس حق سے سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلین کا ہے اور تیری طرف اپنے اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں تکبر یا ریاء سے یا سمعہ کی غرض سے نہیں نکلا بلکہ تیرے غضب کے خوف سے اور تیری مرضی چاہنے سے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھ کو دوزخ سے پناہ دے اور میرے گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔[1]

تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے توسل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا ہے کہ ہر نماز کو جاتے وقت اس دعا کا استعمال کرتے رہیں۔

یہی روایت ایک اور طریقے سے یوں آئی ہے:

عن بلال بن رباح: كانَ إذا خرجَ إلى الصَّلاةِ قالَ: باسمِ اللهِ، آمنتُ باللهِ، توكَّلتُ على اللهِ، لا حولَ ولا قوَّةَ إلّا باللهِ اللَّهمَّ بحقِّ السّائلينَ عليكَ، وبحقِّ مَخرجي هذا فإنّي لم أخرجْ أشرًا ولا بطرًا، ولا رِياءً ولا سُمعةً، خرجتُ ابتغاءَ مرضاتِكَ، واتِّقاءَ سخطِكَ، أسألُكَ أن تُعيذَني منَ النّارِ، وتُدخِلَني الجنّةَ۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے نکلتے تو کہتے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور نہیں طاقت پھیرنے کی اور نہ قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ، الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سوال کرنے والوں کے حق کے توسل سے جو تجھ پر ہے اور میرے تیری

---

[1] (أخرجه ابن ماجه (٧٧٨)، وأحمد (١١١٥٦) مجموع الفتاوى ١/٣٤٠ • العراقي (ت ٨٠٦)، تخريج الإحياء ١/٤٢٦ • ابن تيمية (ت ٧٢٨)، الرد على البكري ١٢٢ • تخريج منهاج القاصدين ٥٨)

طرف اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں فخر وخود پسندی ودکھاوے اور شہرت کے لئے نہیں نکلا۔ تیری خوشنودی چاہنے اور تیرے غضب سے بچنے کے لئے نکلا ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے دوزخ سے امن دے اور جنت میں داخل کر۔[1]

اس حدیث شریف سے بھی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام اور تمام مومنین کے ساتھ توسل کرنا بلکہ اپنے نیک عمل کے ساتھ توسل کرنا بھی ثابت ہے۔ حدیث سابق اور اس حدیث میں اتنا فرق ہے اُس میں تعلیم ہے صحابہ اور عام اُمت کو، اور اس میں عمل ہے خود رسول اللہ ﷺ کا، اور اس میں **بحق ممشای هذا** ہے اور اس میں **بحق مخرجی هذا** ہے، دونوں کا مطلب واحد۔ مگر غور طلب دونوں حدیثوں میں یہ امر ہے کہ توسل ذوات انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقدم ذکر کیا ہے اور عمل صالح کے ساتھ مؤخر، اس سے معلوم ہوا کہ ذوات سے توسل مقدم ہے، اعمال صالحہ سے مؤخر، بخلاف زعم منکرین توسل انبیاء علیہم السلام اولیائے کرام کہ وہ توسل منحصر جانتے ہیں صرف صفات میں، حالانکہ ذوات کا مرتبہ قطعاً مقدم ہے صفات پر، بلکہ بمقابلہ مقبولین الٰہی کے اپنے اعمال صالح کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام نے باوجود تین سو برس رونے کے اپنے عمل کے ساتھ توسل نہ فرمایا، صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے ساتھ توسل کیا اور معافی پائی۔ اور آپ نے توسل بذوات کو مقدم رکھا توسل بالصفات پر بوجہ اخلاص عمل اور جامعیت کے۔

غرض حدیث قولی و فعلی سے توسل ثابت ہے اور اس پر تمام امت کا عمل ہے، غرض یوں کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت یا بحق فلاں نبی یا فلاں ولی کے ہماری حاجت بر لا۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خدایا بحق بنی فاطمہ ۔۔۔ کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

ترجمہ: اے اللہ! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اطہار کے طفیل ایمان کے کلمہ پر میرا خاتمہ ہو۔

[1] (ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، نتائج الأفكار ١/٢٦٨ • •أخرجه ابن ماجه (٧٧٨)، وأحمد (١١١٥٦) علاء الدين مغلطاي (ت ٧٦٠)، شرح ابن ماجه ٣/٢٢٥ • الدمياطي (ت٧٠٥)، المتجر الرابح٢٣١ •إسناده حسن۔ العراقي (ت٨٠٦)، تخريج الإحياء١/٤٢٦)

(۴) خود رسول اللہ ﷺ کا فقرائے مہاجرین کے توسل سے دعا کرنا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

در حدیث صحاح آمدہ است کان رسول اللہ ﷺ لا یستفتح بصعالیک المہاجرین۔ یعنی پیغمبر خدا ﷺ در جنگہا طلب فتح می کرد بتوسل فقراء مہاجرین، ایں ھمہ طلب امداد و اعانت است الخ۔

ترجمہ: صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین کے توسل سے استفتاح فرماتے تھے۔ یعنی پیغمبر خدا ﷺ جنگ وجدل میں غریب مہاجرین کے توسل سے فتح کے لئے دعا کرتے تھے۔ یہ تمام طلب امداد اعانت ہے۔[1]

پس جب خود محبوب خدا، سرور دوسرا اپنے امتیوں کے توسل سے دعا کرتے ہیں تو امتیوں کے آپ ﷺ کے توسل سے دعا کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

(۵) آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا توسل

عن الامام ابی عیسیٰ انہ رأی فی المنام رب العزۃ تبارک و تعالیٰ فسالہ عما یحفظ علیہ الایمان و یتوفاہ علیہ قال فقال لی قل بعد صلوٰۃ رکعتی الفجر قبل الصلوٰۃ رکعتی الفجر قبل صلوٰۃ فرض الصبح "الٰھی بحرمۃ الحسن و اخیہ و جدہ و بنیہ و اُمہ و ابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یا حی یا قیوم یا ذی الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ! یا اللہ! یا اللہ! یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ: حضرت امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم کی جائے جس سے ایمان کی حفاظت ہو مرتے دم تک اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا پڑھا کرو:

"الھی بحرمۃ الحسن و اخیہ و جدہ و بنیہ و امہ و ابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یا حی یا قیوم یا ذی الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ! یا اللہ! یا ارحم الراحمین!۔

تو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھا بعد نماز فجر کے سنت و فرض کے درمیان میں، اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کو اس کی تعلیم دی، اور امر فرماتے رہے، اور ان کو اس عمل پر حرص اور شوق دلاتے رہے۔ اگر توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس پر ہیشگی اور اس کا ورد کیونکر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم اور شوق کس طرح دلاتے۔

---

[1](مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب ۹۴ر)

(۶) بارش کے لئے حضور ﷺ سے طلب امداد

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس طلب بارش کے لئے آیا اور چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا:

اتیناک والعذراء یدمی لبانها　　　وقد شغلت ام الصبی عن الطفل

یعنی ہم آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ کنواری نے اپنی چھاتی خونیں کر لی ہے اور ماں اپنے بچہ سے بے پرواہ ہے۔

اور آخری شعر یہ تھا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا　　　وانی فرار الخلق الا الی الرسل

یعنی سوا آپ ﷺ کے ہم کس طرف جائیں مخلوقات کی بھاگ دوڑ رسولوں کی طرف ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے یہ شعر پڑھے تو آپ ﷺ اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھ کر لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی لیکن

دم سوزناک از دل باخبر　　　قوی تر ز هفتاد تیر و تبر

ترجمہ: باخبر دل سے سوز والی سانس ستر تیروں اور کلہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔

(۷) رسول اللہ ﷺ کا اپنے توسل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے قحط کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور مینہ برسنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے، تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ ﷺ کی مراد تھی اُن کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　　ثمال الیتامی عصمت للارامل

ترجمہ: یعنی وہ گورے (مکھڑے والے ﷺ) جن کے چہرے مبارک کے توسل سے بارش مانگی جاتی ہے، یتیموں کے والی بیواؤں کے سہارا ہیں۔

یہ شعر سن کر آپ ﷺ کا چہرہ انور دمکنے لگا۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانہ ء جاہلیت میں قریش میں قحط پڑا تھا تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارش کی دعا کی اور رسول اللہ ﷺ سے توسل کیا آپ ﷺ اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا۔(ابن ماجہ)

(۸)حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کے توسل سے دعا کرنا

عن أنس بن مالک [أنَّ عمرَ بن الخطابِ کان إذا قحطُوا استسْقی بالعباسِ بن عبد المطلبِ، فقال: اللھم إنا کنّا نتوسلُ إلیک بنبینا فتسقِینا، و إنا نتوسلُ إلیک بعمِّ نبینا، فاسقنا فیسقونَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے چنانچہ کہتے، الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ سے توسل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا، اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے توسل کرتے ہیں، پس ہم پر بارش برسا دے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس مینہ برس جاتا۔[1]

اس حدیث شریف سے نبی اور ولی دونوں کے ساتھ توسل کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور خلفائے راشدین کا ثابت ہے اور نیز یہ کہ ان کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توسل کیا کرتے تھے اور اس توسل سے وہ اپنی مرادیں پاتے تھے اور مشکلیں حل ہو جاتیں اور مصیبتیں ٹل جاتی تھیں۔

مگسل ز اھل شوق کہ واصل شود بہ بحر
خار و خسے کہ ھمرہ سیلاب مے شود

ترجمہ: ذات باری تعالیٰ کا شوق رکھنے والوں سے قطع تعلق نہ کر کیوں کہ وہ خس و خاشاک جو سیلاب کے ہمراہ ہو جاتا ہے وہ بھی سمندر میں جا پہنچتا ہے۔

(۹)چیونٹی کے توسل سے دعا کا قبول ہونا

عن أبي ھریرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم یقول : خرج نبي من الأنبیاء بالناس یستسقي فإذا ھو بنملة رافعة بعض قوائمھا إلی السماء فقال ارجعوا فقد استجیب لکم من أجل شأن ھذہ النملة۔

[1] (البخاري (ت ٢٥٦)، صحیح البخاري ١٠١٠ • صحیح • شرح الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبیوں میں سے ایک نبی لوگوں کے ساتھ نماز استسقاء کے واسطے نکلے، پس ناگہاں نبی نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے بعض پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، پس اس نبی نے کہا پھر چلو تمہاری دعا اس چیونٹی کے توسل سے قبول کی گئی۔[1]

مظاہر حق میں ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعا کرتی تھی:

اللھم انا خلق من خلقک لا غنیٰ بنا عن رزقک فلا تھلکنا بذنوب بنی آدم۔

ترجمہ: الٰہی ہم تیری مخلوقات میں ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم بے نیاز نہیں ہیں، پس ہم کو بنی آدم کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر۔[2]

توسل بالدعا

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے سفارش یا دعا کے لئے درخواست کرنا کا فہ ءاہل سنت میں شائع و ذائع ہے، مثلاً:

نبی الورٰی ضاقت بی الحال فی الورٰی   و انت لما املت فیک جدیر

یعنی اے پیغمبر عالم! دنیا میں میرا حال نازک ہے، اور آپ ﷺ میری دعا بر لانے کے اہل ہیں۔

فسل خالقی تفریح کربی فانہ   علیٰ فرجی دون الانام قدیر

پس میرے خالق سے سوال کرو کہ میری مشکل حل کر دے کیونکہ وہ میری کشائش کی ساری مخلوق سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

گویا اس طرح عرض کریں کہ آپ ﷺ ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجیئے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات آسان کرے اور ہماری حاجتیں پوری ہوں۔

اس کے جواز میں کسی ذی علم صاحب بسیرت کو کلام نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام بے شبہ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہیں، اور ان کی سفارش اور دعا بھی غالباً مقبول ہے۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست
فانی است و گفت او گفت خداست

ترجمہ: شیخ کی وہ دعا ہر عام دعا کی مانند نہیں ہے، وہ تو فنا فی اللہ ہوتا ہے اس کا کہا خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

---

[1] (سنن الدار قطنی، ج ۲ / ص ۲۶)

[2] (کتاب الصلوٰۃ، باب فی الرباح)

چوں خدا از خود سوال و گد کند　　　پس دعائے خویش را چوں رد کند

ترجمہ: جب خدا اپنے آپ سے سوال اور مطالبہ کرے تو وہ اپنے مطلوب کو کیوں رد فرمائے گا۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر ست　　　آں دعا رد نیست گفت داور ست

ترجمہ: عشق حق میں بے خود لوگوں کی دعا ہی اور ہوتی ہے وہ دعا رد نہیں ہوتی وہ تو خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فنا ست　　　آں دعا و آں اجابت از خدا ست

ترجمہ: وہ دعا (بندے کی زبان سے) خود خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنا فی اللہ ہوتا ہے، وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۱) بزرگان دین کی حیات و ممات میں توسل جائز ہے

حضرت ابو عبد اللہ بن نعمان مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام میں تحریر فرماتے ہیں:

ان کلا من الاستغاثۃ و التوسل و التشفع و التوجہ واقع فی کل حال قبل خلقہ ﷺ و بعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ فی الدنیا و بعد موتہ فی مدۃ البرزخ و فی عرضات القیمۃ۔

ترجمہ: بذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فریاد کرنا اور آپ ﷺ کو وسیلہ اور شفیع کرنا ان سب باتوں کا وقوع ہر وقت میں ہوا ہے اور ہو گا قبل پیدائش آپ ﷺ کے اور بعد پیدائش کے زندگی میں آپ کے اور بعد وصال کے اور قیامت میں۔[1]

(۲) دوسری تائید

قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مواہب اللدنیہ میں تحریر کیا ہے:

وینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء و التضرع و الاستغاثۃ و التشفع و التوسل بہ ﷺ فجدیر بمن ستشفع بہ ان یشفعہ اللہ تعالیٰ فیہ و اعلم ان الاستغاثۃ ھی طلب الغوث فالمستغیث یطلب من المستغاث بہ ان یحصل لہ الغوث منہ فلا فرق بین ان یعبر بلفظ الاستغاثۃ او التوسل او التشفع او التجوہ او التوجہ ثم ان کلا من الاستغاثۃ او التوسل او التشفع او التوجوہ او التوجہ بالنبی ﷺ ــــــــــــــ واقع فی کل حال قبل خلقہ و بعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ فی الدنیا و بعد موتہ فی مدۃ البرزخ و بعد البعث و فی عرصات القیمۃ۔

ترجمہ: اور جائز ہے فریاد کرنا اور شفیع کرنا اور وسیلہ کرنا رسول اللہ ﷺ کو، پس اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرے گا اس شخص کے واسطے جو ان کو شفیع کرے گا، اور ان الفاظ میں یعنی فریاد کرنے، وسیلہ پکڑنے، شفیع کرنے، وجاہت کو ذریعہ اور

---

[1] (الانوار المحمدیۃ، ص/۲۰۴، بیروت)

مرتبہ کو وسیلہ کرنے میں کوئی فرق نہیں اس واسطے کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ سے قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے آپ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد برزخ میں اور بعد اُٹھائے جانے لوگوں کے قبر سے اور قیامت میں ثابت ہیں۔ [1]

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ توسل کے قائل ہیں

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت ابن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بہ قد اجاب اللہ ادم اذ دعا ونجی فی بطن السفینۃ نوح

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا رسول اللہ ﷺ کے توسل سے قبول فرمائی، اور حضرت نوح علیہ السلام کو شکم کشتی میں آپ ﷺ کے نور کی برکت سے نجات ملی۔

وماضرت النار الخلیل لنورہ ومن اجلہ نال الفداء ذبیح

یعنی اور آپ ﷺ ہی کے نور کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ نے ضرر نہ پہنچایا، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی نور کی برکت سے ذبح ہونے سے نجات پائی اور ان کے بدلے فدیہ قبول ہوا۔

(۴) روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ

علامہ سامری رحمہ اللہ تعالیٰ مستوعب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثم یاتی حائط القبر فیقف ناحیتہ و یجعل القبر تلقاء وجہہ والقبلۃ خلف ظہرہ والمنبر عن یسارہ و ذکر السلام والدعاء ومنہ " اللھم انک قلت فی کتابک العزیز لنبیک علیہ السلام وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴) وانی أتیت نبیک مستغفرًا فاسئلک ان توجب الی المغفرۃ کما اوجبتھا لمن اتاہ فی حیاتہ' اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک ﷺ۔

ترجمہ: زیارت روضہء نبوی کے وقت روضہ کی دیوار کے پاس آکر اس کی ایک طرف کھڑا ہو کر روضہ کو اپنے سامنے کرے اور قبلہ کو پیچھے، منبر کو داہنے طرف اور سلام کہے اور دعا کرے، اور اس قسم کی دعا ہو کہ "اے اللہ! تو نے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی ﷺ کو یہ کہا ہے کہ وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴) (جب لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں اور رسول ﷺ ان کے واسطے بخشش چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) اور تحقیق میں تیرے نبی ﷺ کے پاس آیا ہوں بخشش چاہنے والا، پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے واسطے مغفرت کو واجب کر جیسا کہ تو

[1] (زرقانی شرح المواہب اللدنیۃ، ج/۸، ص/۳۱۷، بیروت)

نے ان کے واسطے واجب کیا جو تیرے نبی ﷺ کے پاس ان کی زندگی میں آئے تھے۔ اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی ﷺ کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں"۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب

اعتراض

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

ولا تتَّخِذوا قَبري عيدًا۔

یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔[1]

عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں دعا و سلام کے لئے آنے کی عادت ہو، جب رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جانے کی ممانعت ثابت ہوئی تو دوسری قبروں پر جانے کی بدرجہ اولیٰ ممانعت ہو گی۔

جواب:

اول تو یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن نافع مجروح ہے، چنانچہ اول تو **مسالک الحنفا الی شارع الصلوۃ علی النبی المصطفی ﷺ** میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقال البخاری فی حفظه شیی۔

ترجمہ: اور کہا امام بخاری نے اس کی قوت حافظہ میں کسر ہے۔

وقال احمد لم یکن بذالک فی حدیث۔

ترجمہ: اور امام احمد نے کہا وہ حدیث میں کچھ ایسا لائق نہیں ہے۔

وقال ابو حاتم هو لین فی حفظه۔

ترجمہ: اور ابو حاتم نے کہا وہ اپنے حافظہ میں نرم ہے۔

دوسرے نہی کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں:

چنانچہ پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ کرو، جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا۔

---

[1] (أخرجه أبو داود (٢٠٤٢)، وأحمد (٨٧٩٠) محمد ابن عبد الهادي (ت ٧٤٤ هـ)، الصارم المنكي ٣٢٢ • مرسل • أخرجه عبد الرزاق في «المصنف» (٦٧٢٦) الهيثمي (ت ٨٠٧ هـ)، مجمع الزوائد ٤/٦ • ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢ هـ)، لسان الميزان ٢/٤٣٩)

چنانچہ مسالک الحنفاء میں ہے:

ای نھی عن الاجتماع لزیارتہ لاجتماعھم کالعید کما کانت الیھود و النصاری یجتمع لزیارۃ قبور انبیائھم و یشغلون باللھو کمایفعل فی الاعباد۔

ترجمہ: لوگوں کو آپ ﷺ کی زیارت کے لئے عید کی طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لئے جمع ہوتے اور کھیلوں میں مشغول ہوتے جیسے کہ عیدوں میں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے۔

چنانچہ مسالک الحنفامیں ہے:

و یحتمل ان یکون نھیہ فی جھۃ المشقۃ الحاصلۃ من الاجتماع۔

ترجمہ: اور احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی ممانعت اس مشقت کی بنا پر ہو جو اجتماع سے ممکن تھی۔

تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے۔

چنانچہ مسالک الحنفاء میں ہے:

ویحتمل ان یکون العید اسما من الاعتیاد یعنی لا تجعلوا قبری محل اعتیاد یعتادونہ لما یؤدی ذالک الیٰ سوء الادب و ارتفاع الحشمۃ۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ عید عادت پڑنے کا نام ہو، یعنی تم میری قبر کو عادت کا مقام نہ بناؤ جس کے تم عادی ہو جاؤ، اس لئے اس کا نتیجہ بے ادبی اور زوال رعب ہو گا۔

چوتھی وجہ قبر شریف پر عید کی طرح گاہے گاہے نہ آیا کرو۔

چنانچہ مسلک الحنفاء میں ہے:

ویحتمل ان یکون المراد الحث علیٰ کثرۃ زیارتہ و لا یجعل کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ کثرت زیارت کی تاکید مقصود ہو، اور عید کی طرح نہ کرو جو سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کا توسل

شفا قاضی عیاض، مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

ان ابن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک۔

ترجمہ: ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا۔

فصاح یا محمداہ۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

آپ نے اسی وقت چلا کر کہا: **یا محمداہ**! (صلی اللہ علیہ وسلم)

فانتشرت۔

ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا ہی تھا کہ آپ کے پاؤں میں طاقت آگئی اور وہ درست ہو گیا۔

دیکھئے اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا اور اس کا نیک نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا فرمایا ہے مولانا روم نے:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو — کاں سبو را ھم مدد باشد زجُو

ترجمہ: پانی خواہ نہر سے لے خواہ صراحی سے در حقیقت وہ پانی نہر کا ہی ہو گا کیوں کہ صراحی کی مدد بھی نہر سے ہوتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواھی زخور — نور مہ ھم زآفتاب است اے پسر

ترجمہ: نور خواہ چاند سے مانگ خواہ سورج سے طلب کر اے لڑکے! چاند کا نور بھی سورج کی وجہ سے ہے۔

(۶) یہودیوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے توسل سے فتح و نصرت طلب کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (البقرۃ)

ترجمہ: اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر خازن میں اس کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

و كانوا يعني اليهود من قبل أي من قبل مبعث النبي صلى الله عليه وسلم يستفتحون أي يستنصرون به على الذين كفروا يعني مشركي العرب وذلک أنهم كانوا إذا أحزنهم أمر ودهمهم عدو يقولون: اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد صفته في التوارة فكانوا اينصرون۔

ترجمہ: یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلے سے کفار پر فتح و نصرت مانگتے تھے، جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو وہ یہ دعا کرتے، اے اللہ! ہماری مدد کر اس نبی

ﷺ کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔[1]

(۷) حضرت محمد ﷺ کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذاء نہ دینا

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ سرزمین روم میں سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا، آپ نے اس سے فرمایا:

أبا الحارث، إني مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من أمري كيت وكيت، فأقبل الأسد له بصبصة حتى قام إلى جنبه كلما سمع صوتا أهوى إليه، ثم أقبل يمشي إلى جنبه، فلم يزل كذلک حتى بلغ الجيش، ثم رجع الأسد۔

ترجمہ: اے شیر! میں غلام ہوں رسول اللہ ﷺ کا، میں راستہ بھول گیا ہوں، یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا، پھر آپ کے پہلو میں آ جاتا، اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے، پھر شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ)[2]

دیکھئے غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا جنگلی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے۔

(۸) میدان جہاد میں توسل بالنبی ﷺ کا کرشمہ

فتوح الشام میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈبھیڑ ہو گئی، جس کے پاس پانچ ہزار جرار سپاہی موجود تھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے اور پانچ ہزار سپاہی ان کی امداد کے لئے میدان کارزار میں آ گئے، غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہو گیا، ادھر اسلامی فوج خوب جان نثاری کر رہی تھی، اُدھر حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے: **یا محمد! یا محمد! یا نصر اللہ! انزل۔**

اے محمد! اے محمد (ﷺ)! اے اللہ تعالیٰ کی مدد آ! نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ ﷺ کو پکارنا تھا کہ امداد غیب کا نزول ہوا اور مسلمانوں نے اسلامی جوش سے سینکڑوں کو تہہ تیغ کیا، سینکڑوں گرفتار کر لئے اور کچھ بھاگ گئے، غرض کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔

---

[1] (تفسیر مدارک و روح البیان و تفسیر عزیزی)

[2] (شرح السنة ۵۱۶، ج ۱۳، ص ۳۱۳)

جانتے ہو کہ اس فتح کی اصل وجہ کیا تھی؟ یہ محض کلمہ ء یا محمد (ﷺ) پکارنے کی برکت تھی، آپ نے غائبانہ مدد کی جس کے باعث مسلمان دشمن پر غالب آئے۔

میرسد فیض سبک روروحاں باطراف جہاں
مے شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

ترجمہ: دنیاوی آلائشوں سے پاک ہلکے روح والوں کا فیض دنیا کے تمام اطراف میں پہنچ رہا ہے صبح جب روشن ہوتی ہے تو ساری دنیا میں روشنی پھیل جاتی ہے۔

(۹) آنحضرت ﷺ کا انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا

عن انس بن مالک قال لما ماتت فاطمة بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا و کانت ربت النبی ﷺ و ھی ام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دخل علیھا رسول اللہ ﷺ فجلس عند راسھا و قال رحمک اللہ یا امی بعد امی و ذکر ثنائہ علیھا و کفنھا ببردہ و امرھم بحفر قبرھا فلما بلغو اللحد حفرہ ﷺ بیدہ و اخرج ترابہ بیدہ فلما فرغ دخل ﷺ فاضطجع فیہ ثم قال "اللہ الذی یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمة بنت اسد و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی تھی، اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے، پھر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں کی قائم مقام ماں! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اور ان کی تعریف فرمائی اور اپنی چادر سے کفن پہنایا اور لوگوں کو ان کی قبر کھودنے کا حکم فرمایا، جب وہ لحد تک پہنچ گئے تو آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی، پھر جب فارغ ہوئے، تو لحد میں داخل ہوئے، پھر اس میں لیٹ کر فرمایا: اللہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو فنا نہیں، الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اور اس کی قبر فراخ کر دے۔ بحق اپنے نبی ﷺ کے اور بحق ان انبیاء علیہم السلام کے جو مجھ سے پہلے ہوئے، بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔[1]

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے توسل کیا، جب باوصف اس عظمت کے آپ نے توسل فرمایا ہو تو پھر بھلا ہمارے لئے جواز توسل میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟

[1] (رواہ طبرانی و ابن حبان و الحاکم و ابن ابی شیبہ، جامع کبیر، مدارج النبوۃ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں حدیث دلیل ست بر توسل در ھر دو حالت نسبت بآں حضرت ﷺ در حالت حیات و نسبت بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین بعد از وفات وچوں توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلوۃ و اکملھا بطریق اولی جائز باشد بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیائے خدا نیز بعد از وفات ایشاں قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود۔

ترجمہ: اس حدیث کے اندر دونوں حالتوں میں یعنی آنحضرت ﷺ کے ساتھ حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وفات کے بعد توسل کرنے کی دلیل موجود ہے اور جب دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ توسل وفات کے بعد جائز ہوا تو سید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ و اکملہا کے ساتھ تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بلکہ اگر اس حدیث شریف کے ساتھ توسل باولیائے خدا بھی ان کے فوت ہونے کے بعد قیاس کریں تو بعید نہیں، مگر یہ کہ حضرات رُسُل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو۔

(۱۰) ایک اعرابی کا آپ ﷺ کے روبرو آپ کو وسیلہ قرار دینا

طبرانی اور شواہد النبوت میں ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں یہ اشعار تھے:

واشھد ان اللہ لا رب غیرہ — وانک مامون علی کل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے نبی! آپ ﷺ ہر غائب کے محافظ ہیں۔

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ — الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

اور اے پاک صاف لوگوں کے صاحبزادے! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ تک تمام مرسلین سے زیادہ قریب الوسیلہ ہیں۔

فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل — وان کان فیما فیہ شیب الذوائب

ہم کو اے بہترین مرسلین! اس کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتا ہے اگرچہ اس سے بال سفید پڑ جائیں۔

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعۃ — بمغن فتیلاً عن سواد بن قارب

”اور اس دن میری شفاعت کیجیے جب کوئی شفیع سواد بن اقارب کو ذرہ برابر فائدہ پہنچانے والا نہیں۔“

دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے شعر سے منع نہیں فرمایا جس میں اُس نے آپ کو وسیلہ بنایا، بلکہ سکوت فرمایا، جس سے آپ ﷺ کی وسیلہ کے لئے رضامندی ثابت ہوتی ہے، اور آپ کا وسیلہ ہونا توسل کے متقاضی ہے پس آپ سے توسل کرنا معترضین کو کیوں کھٹکتا ہے؟

(۱۱)وفات کے بعد آنحضرت ﷺ سے توسل اور اس کی قبولیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ! ﷺ اپنی امت کے واسطے مینہ طلب فرمایئے" آپ ﷺ نے خواب میں تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ مینہ برسے گا۔[1]

(۱۲)بزرگان دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے امداد فرمانا

شیخ نظام گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کے قبور کے اندر سے امداد کرنے کی یوں کیفیت بیان کرتے ہیں:

بیاد آورا ے تازہ کبک دری   کہ چون بر سر خاک من بگزری

ترجمہ: یادرکھ اے نوجوان کبک دری! جب میری قبر کے سرہانے سے تو گزرے۔

گیا بینی از خاکم انگیخته   سرے سودہ بالیں فرو ریخته

ترجمہ: تو میری قبر سے اُگا پڑا گھاس دیکھے گا میرا سر شکستہ ہو چکا ہو گا اور سرہانہ ٹوٹ کے گر پڑا ہو گا۔

نھی دست بر شوشہ خاک من   بیاد آری از گوھر پاک من

ترجمہ: میری قبر کے ایک کنارے پر ہاتھ رکھنا اور میرے پاک خاندان کو یاد کرنا۔

فشانی تو بر من سرشکے ز دور   فشانم من از آسماں بر تو نور

ترجمہ: تو اگر دور سے میری یاد میں آنسو بہائے گا تو میں آسمان سے تجھ پر نور نچھاور کر دوں گا۔

دعائے تو بر ہر چہ دارد شتاب   من آمین کنم تا شود مستجاب

ترجمہ: تیری دعا کو جس چیز کی جلدی ہو گی میں آمین کہوں گا تا کہ وہ قبول ہو جائے۔

درودم رسانی رسانم درود   بیائی بیائم ز گنبد فرود

ترجمہ: تو میرے لئے دعا کرے گا میں تیرے لئے دعا گو ہوں گا، اور اگر تو آئے گا تو میں گنبد سے نیچے تیرے پاس آجاؤں گا۔

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　　من آیم بجاں گر تو آئی بتن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ھم نشینی مرا　　　　کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

ترجمہ: مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگر چہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

(۱۳) شیخ احمد بن زروق مغربی علیہ الرحمہ کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا

مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستان المحدثین میں شیخ احمد بن زروق مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی تعریف و توصیف لکھی پھر ان کے کلام سے دو شعر نقل کئے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں

انا لمریدی جامع لشتاته　　　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبته

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں، جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرتے ہیں۔

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشة　　　　فناد بیا زروق أت بسرعته

اور اگر تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق! میں فوراً آموجود ہوں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　　من آیم بجاں گر تو آئی بتن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ھم نشینی مرا　　　　کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

ترجمہ: مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگر چہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا:

"کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟"

جواب میں میں نے کہا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔

شیخ نے کہا: "ہاں" کیونکہ وہ لوگ خدا کے حضور میں ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نداء واستمداد کی تائید میں

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ رد المختار میں گمشدہ چیز کے ملنے کے لئے فرماتے ہیں: کہ بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے فاتحہ پڑھے، پھر یوں نداء کرے:

یا سیدی احمد یا ابن علوان۔

تو وہ گمشدہ چیز ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مل جائے گی۔

(۱۴) سید محمد غمری رحمہ اللہ تعالیٰ کو نداء کرنے کا واقعہ

عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ محمد غمری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جاتے تھے اتفاق سے ان کے جانور کا پاؤں پھسل گیا، انہوں نے با آواز بلند پکارا: یا سیدی محمد غمری! ادھر بادشاہ وقت کا ایک ملازم ابن عمر اس کے حکم سے گرفتار ہو کر جیل جا رہا تھا، ابن عمر کے کانوں میں اُس شخص کی یہ آواز آئی، اُس نے اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ سید محمد غمری کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے شیخ اور پیشوا ہیں، وہ میری پکار کو سنتے اور میری امداد کو پہنچتے ہیں، اگر کسی کو اس سے تسلیم کرنے میں کلام ہو تو میں ابھی اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، چنانچہ لوگوں کے کہنے پر انہوں نے با آواز بلند پکارا "یا سیدی محمد غمری لا حظنی!" یعنی اے میرے سردار! اے محمد غمری! مجھ پر نظر عنایت کیجیے۔ ابھی یہ الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے کہ سید محمد غمری فوراً تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا تکلیف ہے تمہاری کیا حاجت ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا شیخ یہ شخص تکلیف میں ہے، آپ نے فوراً اس شخص کی تکلیف کی طرف توجہ فرمائی، اُسی وقت بادشاہ مع لشکر کے گھبراہٹ میں پڑ گیا اور ہاتف غیب سے آواز آئی کہ ابن عمر کو رہا کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے، بادشاہ نے اسی وقت ابن عمر کو بلایا اور اس کو مخلصی (رہائی) بخشی اور خلعت وانعام دے کر اس کو سابقہ خدمت پر بحال کر دیا۔

مشو بمرگ ز امداد اهل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری است

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیونکہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

خاصان حق سے ان کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت

یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے، ہر ایک مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اسباب سے وابستہ ہے، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا، چنانچہ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے مدد لیتے ہیں، پکڑنے کے لئے ہاتھ سے، لکھنے کے لئے قلم سے، دیکھنے کے لئے آنکھ سے، سننے کے لئے کان سے، سونگھنے کے لئے ناک سے، چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں، علاوہ اس کے دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیاداروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے، کہیں بڑے بڑے اسلامی جلسوں میں ہاتھ پھیلا کر قوم سے بھیک مانگی جاتی ہے، ان سب امور کو کوئی عقل سلیم والا نہ تو شرک کہتا ہے اور نہ ہی کفر، مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر جو ایسی امداد کے تو قائل ہیں مگر کسی اہل اللہ سے خواہ وہ بحالت حیات ہوں یا عالم برزخ میں مدد مانگنے کو کفر و شرک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ا میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (المائدہ ۲)

ترجمہ: ”اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو“۔

جب خود اللہ تعالیٰ آپس میں ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے حکم دے رہا ہے اور وہ بھی عوام الناس کو تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے جو خواص الرجال ہیں مدد لینا کیونکر مورد اعتراض ہو سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بفضل خدا ہر سائل کا سوال پورا کر سکتے ہیں

عن ربیعة ابن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ سل (وفی روایة الطبرانی یا ربیعة سلنی فاعطیک) قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذالک قلت ھو ذلک قال فاعنی علی نفسک بکثرة السجود۔

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سویا کرتا تھا، ایک دن میں حسب معمول پانی اور آپ ﷺ کی حاجت کی چیزوں کو لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مانگ، اور طبرانی کی روایت میں ہے اے ربیعہ! مجھ سے کچھ مانگ میں تجھ کو دوں گا، ربیعہ کہتا ہے میں نے عرض کیا: آپ کے ساتھ رہنا جنت میں مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کچھ اس کے سوا بھی؟ میں نے عرض کیا بس یہی، آپ ﷺ نے فرمایا: پس مدد کر تو میری اپنے ذاتی مدعا پر کثرت سجود کے ساتھ۔[1]

---

[1] (أبو داود (ت ٢٧٥)، سنن أبي داود ١٣٢٠• مسلم (ت ٢٦١)، صحيح مسلم ٤٨٩• صحيح)

اس حدیث شریف سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جنت میں ساتھ رکھنے کا مختار باختیار خداداد سمجھ کر یہ سوال کیا، اور آپ نے اپنی ذات مقدس کو اس امر پر قادر بقدرت حق سمجھ کر ان کے سوال پر انکار نہ فرمایا بلکہ اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ کیا، اور جب آپ نے ان کی آرزوئے مرافقت مستحکم پائی جو امور اس آرزو کے پورا کر دینے کے معین تھے، اور جس طریق پر آپ اس آرزو کے برلانے پر جانب اللہ مختار تھے اس پر اس کو ہدایت کر دی، اس واسطے کہ اگر آپ اس آرزو کے پورا کر دینے کے مختار نہ تھے اور آپ کے نزدیک یہ اختیار بجز خدا کے (کسی) اور کو مطلقاً نہ تھا خواہ وہ منجانب اللہ ہی ہو تو بمقتضائے نبوت آپ پر لازم تھا کہ ضرور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال پر انکار فرماتے، مگر آپ نے ان کے سوال مرافقت کو جائز رکھ کر اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نہ کرد بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ کار ھمہ بدست ھمت و کرامت اوست ﷺ ھر چہ خواھد و ھر کرا خواھد باذن پروردگار خود بدھد۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ: اس سوال کے اعلان سے کہ مانگو اور کسی خاص مطلوب کے ساتھ تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ ﷺ کے دست باہمت و کرامت میں ہیں کہ جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں پروردگار کے اذن سے دے دیں۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

بے شک آپ کی بخشش سے دنیا ہے اور اس کی سوکن (عقبیٰ) اور آپ کے علم سے لوح و قلم ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث شریف کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

ویوخذ من اطلاقہ علیہ السلام الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما ارادمن خزائن الحق۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے مطلقاً سوال کا حکم دینے سے یہ بات اخز کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے ہر ایسی چیز دے ڈالنے کا اختیار دے دیا تھا جو آپ چاہیں۔

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً فرمایا مانگ اور کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص کر کے نہ فرمایا کہ فلاں شے مانگ، بنابریں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے ہر چیز کے دینے کی قدرت رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی تھی، اور آپ کو ہر چیز کا مالک بنایا ہے، آپ ہر قسم کی مدد فرما سکتے ہیں، ہر طرح کی حاجت روائی کر سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی

سب مرادیں اور جملہ مطالب و مقاصد کا عطا کرنا آپ کے قبضہ ءقدرت اور اختیار میں ہے، ورنہ بلا تقیید و تخصیص یہ کیسے فرماتے کہ جو مانگو گے میں تم کو دوں گا تم مجھ سے مانگو جو مراد چاہو۔

امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اور جسے چاہیں بخش دیں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کیا

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف با اسلام ہوئے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بہت سے اشعار پڑھے من جملہ ان کے ایک شعر یہ ہے:

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعةً　　　سواک بمُغن عن سواد بن قارب

یعنی یا حضرت! میری شفاعت کرنا اس روز جب آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہ آئے گا۔

ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر سوال جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرماتے۔

خود رسول اللہ ﷺ کا استعانت فرمانا

عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ انا لا یستعین بمشرک۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روات ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کریں گے۔[1]

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے، اگر مسلمان سے استعانت ناجائز ہوتی تو مشرک کی کیوں تخصیص کی جاتی؟ پس جب نبی ﷺ کا دوسرے لوگوں سے استعانت کرنا روا ہے تو اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام سے مدد مانگنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی کاموں کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں:

اسلم استعن بک علیٰ امانة المسلمین

ترجمہ: مسلمان ہو جا تا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

---

[1] (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ)

جب وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک سے امداد مانگنا ناجائز ہے مگر مسلمان سے جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا قبائل عرب کو مدد دینا

عن انس ان النبی ﷺ اتاہ رعل و ذکوان وعصیۃ و بنو لحیان فزعموا انھم قد اسلموا و استمدوہ علیٰ قومھم فامدھم النبی ﷺ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو رعل، بنو ذکوان، بنو عصیہ اور بنو لحیان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے، اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلے میں آپ کی مدد مانگی تو آپ نے ان کو مدد دی۔ (مشکوٰۃ)[1]

غیر اللہ سے استمداد کے جواز کا ثبوت

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

افعال عادی الٰھی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک را مشرکاں نسبت بارواح خبیثہ و اصنام مے نمایند و کافر مے شوند و موحداں از تاثیر اسماء الٰھی یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحاء بندگان او کہ ھم از جناب او در خواستہ انجاح مطالب مے کنانند مے فھمند و در ایمان ایشاں خلل نمے افتد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفاء دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی پیدا کی ہوئی ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔[2]

دیکھیئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنے، رزق وسیع ہونے، بیمار کے تندرست ہونے اور دیگر ہر قسم کی حاجت روائی کے قائل ہیں، اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں

[1] (رواہ البخاری، مسلم، نسائی)

[2] (تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ، ص ۴۶۰)

کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے، اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کی نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

یہ تو ہوا خاصان حق کا اپنے متوسلین کو قرب و حضور میں مدد پہنچانا، اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بعد و غیبت میں بھی اپنے متوسلین و مستمدین کو بقدرت حق اور باعُلام حق مدد دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں جس میں تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدہا میل سے مجاہدین کو مدد دی

عن نافع عن ابن عمر قال: وجه عمر جيشا و رأس عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر يخطب جعل ينادي: يا سارية الجبل ثلاثا ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر فقال: يا أمير المؤمنين هزمنا فبينا نحن كذلک إذ سمعنا صوتا ينادي: يا سارية الجبل ثلاثا فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزمهم الله قال: قيل لعمر: إنک كنت تصيح بذلک و ذلک الجبل الذي كان سارية عنده بنهاوند من أرض العجم قال ابن حجر في الإصابة: إسناده حسن۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم جہاد پر بھیجی اور ایک شخص ساریہ نام کا اس کا افسر مقرر فرمایا، اس اثناء میں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے تھے وہ یوں پکارنے لگے: ”کہ اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو“ تین مرتبہ، پھر فوج کا قاصد آیا تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم کو شکست ہو گئی تھی، اسی اثناء میں ہم نے آواز سنی کہ ”اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو“ تین مرتبہ یہ آواز آئی تو ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت پناہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد دلایا گیا کہ آپ ہی تو یہ کلمات با آواز بلند کہتے تھے۔ اور وہ پہاڑ جس کے پاس ساریہ تھا ارض عجم میں نہاوند کے پاس ہے، ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد حسن ہیں۔[1]

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ سامعین خطبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان بے موقع الفاظ پر تعجب ظاہر کیا تھا، اور ان سے اُس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے صاف طور پر اپنا کشف بیان فرمایا چنانچہ:

أخرج ابن مردويه من طريق ميمون بن مهران عن ابن عمر قال: كان عمر يخطب يوم الجمعة فعرض في خطبته أن قال: يا سارية الجبل من استرعى الذئب ظلم فالتفت الناس بعضهم لبعض فقال لهم علي: ليخرجن مما قال فلما فرغ

---

[1] (تاريخ الخلفاء، ج ا، ص ۱۱۳)

سألوه فقال: وقع في خلدي أن المشركين هزموا 'إخواننا وإنهم يمرون بجبل فإن عدلوا إليه قاتلوا من وجه واحد وإن جاوزوا هلكوا فخرج مني ما تزعمون أنكم سمعتموه قال: فجاء البشير بعد شهر فذكر أنهم سمعوا صوت عمر في ذلك اليوم فعدلنا إلى الجبل ففتح الله علينا۔

ترجمہ: حضرت ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، پس اثنائے خطبہ میں کہنے لگے: ''یا سارية الجبل من استرعى الذئب'' ''اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو، جو شخص بھیڑیئے کی حفاظت کرتا ہے اس نے ظلم کیا'' تو لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کہا وہ اپنے اس قول سے ضرور خطبے سے نکل گئے، جب وہ فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا، فرمایا: میرے دل میں یہ بات آئی کہ دشمنوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دے اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر اس کی طرف پناہ گیر ہو جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے جنگ کرنی پڑے اور اگر آگے چلے گئے تو پس جائیں گے، بس میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے جن کی نسبت تم کہتے ہو کہ تم نے سنے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر ایک ماہ بعد فتح کی بشارت لانے والا آیا تو اُن سے ذکر کیا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اسی روز سنی تھی، اس نے بتایا کہ پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح بخشی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان الفاظ کا کوئی قرینہ نہ تھا اس لئے سامعین خطبہ نے آپ کو مجنون وفاتر العقل کا خطاب دیا تھا چنانچہ:

أخرج أبو نعيم في الدلائل عن عمرو بن الحارث قال: بينما عمر على المنبر يخطب يوم الجمعة إذ ترك الخطبة فقال: يا سارية الجبل مرتين أو ثلاثا ثم أقبل على خطبته فقال بعض الحاضرين: لقد جن إنه لمجنون فدخل عليه عبد الرحمن بن عوف و كان يطمئن إليه فقال: لشد ما ألومهم عليك إنك لتجعل لهم على نفسك مقالا بينا أنت تخطب إذ أنت تصيح يا سارية الجبل أي شيء هذا؟ قال: إني و الله ما ملكت ذلك رأيتهم يقاتلون عند جبل يؤتون من بين أيديهم و من خلفهم فلم أملك أن قلت: يا سارية الجبل ليلحقوا بالجبل فلبثوا إلى أن جاء رسول سارية بكتابه: إن القوم لقونا يوم الجمعة فقاتلناهم حتى إذا حضرت الجمعة و دار حاجب الشمس سمعنا مناديا ينادي: يا سارية الجبل مرتين فلحقنا بالجبل فلم نزل قاهرين لعدونا حتى هزمهم الله و قتلهم فقال أولئك الذين طعنوا عليه: دعوا هذا الرجل فإنه مصنوع له۔

ترجمہ: ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ چھوڑ کر کہنے لگے: ''یا سارية! الجبل'' اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو! دو مرتبہ یا تین مرتبہ، پھر اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے پس بعض حاضرین نے کہا ان کو جنون ہو گیا، بلاشبہ وہ دیوانے

ہیں، تو ان کے پاس حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ ان سے بے تکلف تھے، بس انہوں نے ان سے کہا آپ اپنے متعلق لوگوں میں چرچا کرا لیتے ہیں، چنانچہ ابھی خطبہ دیتے دیتے پکار اُٹھے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو! بھلا یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ بات میرے بس کی نہ تھی، میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں، ان پر آگے اور پیچھے سے حملے ہو رہے ہیں تو بے تحاشہ میرے منہ سے نکل گیا کہ اے ساریہ! پہاڑ! تاکہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جائیں۔ پس کچھ دن گزرے تو ساریہ کا قاصد اس کا خط لایا کہ "دشمن کی فوج جمعہ کے روز ہمارے مقابل آئی ہم نے ان سے جنگ شروع کی یہاں تک جب جمعہ کا وقت آیا تو ہم نے کسی پکارنے والے کی یہ آواز دو مرتبہ سنی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف! پس ہم پہاڑ سے جا ملے تو ہم برابر دشمن پر غالب آتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا" اس پر ان لوگوں نے جو انہیں طعنہ دیتے تھے کہا: ان صاحب کو کچھ نہ کہو یہ ان کا قدرتی فعل تھا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہل مصر کی مدد کی

قال: لما فتحت مصر أتى أهلها عمرو بن العاص حين دخل يوم من أشهر العجم فقالوا: يا أيها الأمير إن لنيلنا هذا سنة لا يجري إلا بها قال: و ما ذاک؟ قالوا: إذا كان إحدى عشرة ليلة تخلو من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر بين أبويها فأرضينا أبويها و جعلنا عليها من الثياب و الحلي أفضل ما يكون ثم ألقيناها في هذا النيل فقال لهم عمرو: إن هذا لا يكون أبدا في الإسلام و إن الإسلام يهدم ما كان قبله فأقاموا و النيل لا يجري قليلا و لا كثيرا حتى هموا بالجلاء فلما رأى ذلک عمرو كتب إلى عمر بن الخطاب بذلک فكتب له: أن قد أصبت بالذي قلت و إن الإسلام يهدم ما كان قبله و بعث بطاقة في داخل كتابه و كتب إلى عمرو: إني قد بعثت إليک ببطاقة في داخل كتابي فألقها في النيل فلما قدم كتاب عمر إلى عمرو بن العاص أخذ البطاقة ففتحها فإذا فيها: من عبد الله عمر بن الخطاب أمير المؤمنين إلى نيل مصر أما بعد: فإن كنت تجري من قبلک فلا تجر و إن كان الله يجريک فأسأل الله الواحد القهار أن يجريک فألقى البطاقة في النيل قبل الصليب بيوم فاصبحوا و قد أجراه الله تعالى ستة عشر ذراعا في ليلة واحدة فقطع الله تلک السنة عن أهل مصر إلى اليوم۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں آئے جب عجم کے مہینوں میں ایک دن آیا تو لوگوں نے کہا: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے کہ وہ اس سے جاری ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ وہ کیا دستور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس مہینے سے گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جس کے ماں باپ زندہ ہوں پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اسے اچھے سے اچھے کپڑے اور زیور پہناتے ہیں پھر اس کو اس دریا

---

[1] (تاريخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

میں ڈال دیتے ہیں، حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا اب اسلام میں یہ بات کبھی نہ ہو گی اور بے شبہ اسلام پہلے مراسم کو مٹادیتا ہے تو وہ لوگ ٹھہرے رہے اور نیل تھوڑا بہت کچھ بھی جاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس علاقے سے نکل جانے کا قصد کیا، جب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حال دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی اطلاع بھیجی، انہوں نے جواباً لکھا تم نے جو کچھ کیا نیک کیا اور بے شک اسلام پہلے مراسم کو مٹادیتا ہے، اور خط کے اندر ایک پرچہ بھیجا اور حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں تمہاری طرف اس خط کے اندر ایک بھیجتا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دو، پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پرچہ کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا: یہ پرچہ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے، امابعد: اے نیل! اگر تو پہلے باختیار خود جاری تھا تو بے شک جاری نہ ہو، اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ جاری کرتا تھا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں جو واحد ہے زبردست ہے کہ تجھ کو جاری کرے چنانچہ یہ پرچہ دریائے نیل میں ستارہ صلیب کے طلوع سے ایک دن پہلے ڈال دیا، صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ گہرے پانی کے ساتھ جاری کر دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم بد بند کر دی آج تک۔[1]

اس روایت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں بیٹھے صدہا کوس کے فاصلے سے غیبت میں اہل مصر کے لئے دریائے نیل کو دوبارہ جاری کر دیا، اسی طرح اہل اللہ دور بیٹھے استعانت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

(۲) یہ اعانت بصورت دعا تھی یعنی:

اسأل اللہ الواحد القھار ان یجریک۔

اے نیل! میں خداوند واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔

چنانچہ دعا فوراً قبول ہوئی، اور دریا جاری ہو گیا، اسی طرح باقی تمام اہل اللہ کی امداد و اعانت بھی بالاستقلال نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بوجہ تقرب خاص قبول ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں شرک کا کون سا شائبہ ہے؟

(۳) اسمائے "الواحد القھار" کے ذکر میں یہ اشارہ مضمر ہے کہ اختیار و قدرت اکیلے خداوند تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا یہ حق نہیں، اور وہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے، خصوصاً ان کنت تجری الخ کے لفظ نے اس توحید حق اور عجز

[1] (تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

مخلوق کو اور بھی واضح کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی استعانت و اعانت کی تہہ میں کمال توحید مضمر ہوتی ہے، کوتاہ اندیش لوگ اپنی تنگ نظری سے اس کو شرک سمجھ رہے ہیں۔

(۴) اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پرزہ کاغذ کو کھولے بدوں دریا میں ڈال دیتے اور کوئی اس کے توحید آموز مضمون پر آگاہ نہ ہوتا اور دریا اس عمل کی بدولت جاری ہو جاتا تو شاید کج فہم لوگ اس فعل کو معاذ اللہ خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستقل تاثیر و تصرف کا شبہ کرتے، اسی طرح کج فہم و کوتاہ اندیش لوگ بزرگان دین کی اعانت اور متوسلین و معتقدین کی استعانت کو اپنی نادانی سے شرک سمجھ بیٹھتے ہیں، کیونکہ ان کو نہ ان حضرات کی نیت کا پتہ ہے نہ ان کے مضمون دعا اور فحوائے سخن کی خبر ہے نہ شروع توحید اور وجوہ شرک پر نظر ہے، بس اعانت و امداد کا ذکر آیا اور جھٹ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے امداد فرمانے کے اثبات پر

وہ یکتا وارث اقلیم تجدید — وہ ہیں مشکل کشائے سر توحید
ہے شان نسل فاروق ان سے صد چند — ہے پُر انوار ان سے شہر سرہند
تزلزل یاب تھا جب قصر اسلام — انہی کے ہاتھ نے اس کو لیا تھام
ہوئی ان سے بہار علم تازہ — رُخ عرفاں نے پایا ان سے غازہ
معارف سے اُٹھیں صدیوں کی اغلاط — ہوئی نابود ہر تفریط و افراط

مجدد توحید حق، مقوم اعوجاجات خلق، قامع آثار بدعت، جامع اطوار سُنت، حامی دین مبین، کاسر جیوش شیاطین، الامام الربانی مجدد الف ثانی، کاشف الاسرار الازلیۃ، مفیض الانوار السرمدیۃ المخصوص باللطف الخفی حضرت الشیخ احمد السرھندی نے اپنے ایک مکتوب میں اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے جو اُن متوہم طبائع کے لئے جن کو ہر ذرہ کی حرکت اور ہر پتے کی جنبش میں شرک کا وہم دامن گیر ہوتا رہتا ہے نہایت سبق آموز ہے، وھو ھٰذا۔

سوال: از حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و از بعضے دیگر اولیاء اللہ نیز منقول ست کہ بعضے از اعمال غریبہ و افعال عجیبہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاولہ از یشان در عالم شہادت بوقوع آمدہ است، صحت آں بے تجویز تناسخ چگونہ است؟

ترجمہ: سوال۔۔۔۔ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور بعض دیگر اولیاء اللہ سے یہی منقول ہے کہ ان سے ان کے وجود عنصری سے قرنہا قرن پہلے بعض احوال غریبہ اور افعال عجیبہ ظاہری عالم میں واقع ہوئے ہیں اس کے ثبوت کی کیا صورت ہے جبکہ اس سے تناسخ لازم نہ آئے؟

جواب: (۱) صدور آں اعمال وافعال از ارواح ایں بزرگواراں است کہ بمشیت اللہ سبحانہ خود متجسد باجساد گشتہ مباشر افعال عجیبہ گشتہ اند جسد دیگر نیست کہ باآں تعلق گیرند، تناسخ آں ست کہ روح پیش از تعلق بایں جسد بجسد دیگر کہ مبائن ومغائر آں روح ست تعلق گرفتہ باشد وچوں خود متجسد بجسد گردد تناسخ چہ بود؟

(۲) جنیاں کہ متشکل باشکال میگردند ومتجسد باجساد مے شوند۔ ودریں حال اعمال عجیبہ کہ مناسب ایں اشکال واجساد است بوقوع مے آرند ہیچ تناسخ نیست وہیچ حلولے نہ، ہر گاہ جنیاں رابتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند، ارواح کُمل راا گرایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر؟

(۳) ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل مے کنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر مے گردند۔ وافعال متباینہ بوقوع مے آرند۔ این جا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند ومتشکل باشکال متباینہ۔

(۴) وھم چنیں عزیزے کہ مثلا در ھندوستان توطن دارد وازاں دیار نہ برآمدہ است۔ جمعے از حضرت مکہ معظمہ مے آیند ومیگویند کہ آں عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیان ماوآں عزیز گزشتہ است، وجمعے دیگر نقل مے کنند کہ ماورادر روم دیدہ ایم، وجمع دیگر دربغداد دیدہ اند۔ ایں ھمہ تشکل لطائف آں عزیزاست باشکال مختلفہ۔ وگاہ ھست کہ آں عزیز راازاں تشکلات اطلاع نبود لھٰذا درجواب آں جماعت گاہ مے گویند کہ ایں ھمہ برمن تھمت است من از خانہ نہ برآمدہ ام وحرم کعبہ راندیدہ ام۔ وروم وبغداد رانمی شناسم ونمی دانم کہ شما چہ کسانید؟

(۵) وھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیا واموات در مخاوف ومھالک مددھا طلب مے نمایند ومے بینند کہ صورآں اعزہ حاضر شدہ ودفع بلیہ ازین ھانمودہ است، گاہ ھست کہ آں اعزہ است وایں تشکل گاہ در عالم شھادت بودہ وگاہ در عالم مثال۔

(۶) چنانچہ دریک شب ہزار کس آں سرور را علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام بصور مختلفہ در خواب مے بینند و استفادہا مے نمایند۔ ایں ہمہ تشکل و صفات لطائف اوست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بصورت ہائے مثالی۔ وہم چنیں مریداں از صور مثالی پیران استفادہا مے نمایند و حل مشکلات میفرمایند۔الخ

جواب(۱): ان اعمال وافعال (یعنی اعمال عجیبہ) کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہے جو اللہ سبحانہ کے ارادے سے خود مجسم باجسام ہوکر افعال عجیبہ صادر کرتی ہیں کوئی دوسرا جسم نہیں ہوتا جس کے ساتھ ان کا تعلق ہوا ہو، تناسخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے ساتھ متفق ہونے سے پہلے کسی دوسرے جسم سے جو اس جسم سے جداگانہ اور علیحدہ ہو متعلق ہو چکی ہو اور جب وہ روح خود مجسم ہوتی ہے تو تناسخ کا احتمال ہی کیا؟

جواب(۲): جنات جو مختلف شکلیں بنالیتے ہیں اور گوناگوں جسم اختیار کر لیتے ہیں اور اس حالت میں عجیب عجیب کام جو ان شکلوں اور جسموں کے لئے مناسب ہوں وقوع میں لاتے ہیں تو یہ نہ تناسخ ہے نہ علول ہے، جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قدر قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہوکر عجیب اعمال کرتے ہیں تو کاملین کی ارواح کو بھی اگر اس قدر طاقت بخشی جائے تو کون سا تعجب کا مقام ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا ضرورت ہے؟

جواب(۳): اس قبیل سے ہے ہر وہ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آن میں مختلف مقامات کے اندر وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور افعال گوناگوں وقوع میں لاتے ہیں، یہاں بھی ان کے لطائف مجسم باجسام مختلف ہوتے ہیں اور متشکل باشکال متفرقہ۔

جواب(۴): اسی طرح کوئی بزرگ جو مثلاً ہندوستان میں مقیم ہے اور اس ملک سے باہر نہیں نکلا، ایک جماعت جو مکہ معظمہ کی حاضری سے آرہی ہے اور کہتی ہے کہ اس بزرگ کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا، اور فلاں فلاں باتیں ہمارے اور ان کے مابین ہوئیں۔ اور ایک گروہ نقل کرتا ہے کہ ہم نے ان کو روم میں دیکھا ہے، اور ایک جرگہ نے بغداد میں ان کو دیکھا ہے، یہ تمام ان بزرگ کے لطائف کی شکلیں ہیں مختلف صورتوں میں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان بزرگ کو ان تشکلات کی خبر تک نہیں ہوتی، لہٰذا وہ ان لوگوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مجھ پر تہمت ہیں، میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور نہ حرم کعبہ کو دیکھا ہے، نہ میں روم و بغداد کو جانتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو؟

(۵) اور اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے مواقع میں مدد و اعانت طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوکر ان لوگوں سے بلائیں دور کرتی ہیں، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان

بزرگوں کو ان بلاؤں کے دور کرنے کی خبر ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی، ہمارا تمہارا تو ایک بہانہ ہے، یہ ہی ان بزرگوں کے لطائف کا تشکل ہے اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

(٦) چنانچہ ایک رات میں ہزار آدمی آنحضرت ﷺ کو مختلف صورتوں میں خواب کے اندر دیکھتا ہے اور استفادہ کرتا ہے یہ سب تشکل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کا ہے جو مثالی صورتوں میں ہے، اور اسی طرح مرید پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات حل کرتے ہیں۔ الخ۔[1]

حضرت المجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے گراں قدر سبق

اس تقریر سے ہم کو پانچ گراں قدر سبق ملتے ہیں:

قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "صدور آں اعمال و افعال از ارواح آں بزرگواراں است"۔ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح وجود عنصری سے پہلے بھی افعال عجیبہ کی مظہر ہو سکتی ہیں اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہو کر امور تکوینی میں تصرفات باذن حق بجالا سکتی ہیں، پس وجود عنصری میں آکر ان کا اپنے متوسلین کی امداد و اعانت کرنا تو بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

(٢) ھر گاہ جنیاں رابتقدیر اللہ سبحانہ الخ"۔ سے ظاہر ہے کہ جب جنات آن واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں تو کاملان مقربین بفضل خدا ان سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں، ان کا ان سے زیادہ عجیب کام کر دکھانا بطریق اولی المتوقع ہے، پس اگر وہ صدہا و ہزارہا کوس سے اپنے متوسلین کی مدد کریں، یا ان کی صورت مثالیہ پہنچ کر مدد کرے تو اس میں کیا استبعاد و استعجاب ہے؟

(٣) "وھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء اموات الخ"۔

اس بیان سے استمداد و استعانت کا مسئلہ روز روشن کی طرح واضح دلائح ہو گیا، منکرین، معترضین چشم بصیرت کھول کر غور کریں اور اپنی کج فہمی سے باز آئیں، مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ:

"مرید اپنے پیر کامل سے خواہ وہ زندہ ہو یا واصل بحق ہو چکا ہو غیبت میں استمداد کرے تو پیر کی صورت حقانی ہزار کوس سے اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے"۔

(٤) "از ما و شما بھانہ بر ساختہ اند"۔ میں ایک اشارہ مضمر ہے کہ یہ استعانت و استمداد جو ایک فانی فی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے در حقیقت خدا ہی سے استمداد ہوتی ہے اور اس وقت خدا ہی اس مضطر و مستعین بندے کی اعانت فرماتا

[1] (مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۵۸)

ہے۔ اور وہ بحکمت تسبیب اس کے مرشد کی صورت مثالی کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیتا ہے، چنانچہ ممکن ہے کہ اس کے مرشد کو اس سارے واقعہ کی خبر بھی نہ ہو، کیونکہ خاص خدا ہی مدد گار ہے، اسی نے یہ سارے سامان امداد کئے ہیں مگر اس نے مرید کے اعتقاد کے موافق اور اس کی محبت مرشد کے تقاضے سے مرشد کی صورت کو اس کے پاس بھیج دیا جس سے مرشد کا آگاہ ہونا ضروری نہیں۔

(۵) ''مریداں از صور مثالی پیران استفادہ ھامے نمایند''۔ سے مذکورہ تقریر کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے: کہ مرید لوگ اپنے پیروں کی روحانیت سے علوم و معارف اخذ کرنے اور مقامات کی ترقی حاصل کرنے کا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، یہ بھی صریحاً استمداد و استعانت ہے۔

مکتوبات شریف کے ایک مقام پر راقم نے پڑھا ہے (دفتر اور مکتوب یاد نہیں) کہ ایک سائل نے حضرت مجدد صاحب سے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ تمام اولیاء سے ان کی ولایت وفات کے بعد سلب ہو جاتی ہے، مگر چار سے سلب نہیں ہوئی، اس کا مطلب کیا ہے؟

حضرت المجدد اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے مگر سلب ولایت سے یہ مطلب نہیں کہ ان کے مراتب قرب سلب ہو جاتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ امور تکوینیہ میں ان کے تصرفات بند ہو جاتے ہیں۔ (او کما قال)

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بزرگان دین زندگی میں امور تکوینیہ میں تصرف کرنے کی قدرت باعطائے حق رکھتے ہیں جس سے متوسلین کا استمداد و استعانت حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

اس مقام پر مکتوبات شریف کے حاشیے میں لکھا ہے: کہ وہ چار بزرگ جو وفات کے بعد بھی گوناگوں تصرفات و کرامات کے مظہر ہیں:

(ایک) غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(دوسرے) خواجہ بزرگ سید بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ ہیں۔

دو اور بزرگوں کا نام درج ہے جو اس وقت یاد نہیں۔

اسی کتاب کے حاشیئے میں ایک موقع پر حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے اپنے مستمدین کی مدد و اعانت فرمانے کا ذکر نقل کیا ہے۔ وھو ھذا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مستمدین ومعتقدین کو مدد پہنچانا:

حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است، مغلاں در صحرا یا در وقت خواب اسباب واسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند وتائیدات از غیب همراہ ایشاں می شود۔ دریں باب حکایات بسیارست۔

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف ہیں، مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں اور غیب سے تائیدات ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں، اس بارے میں بکثرت حکایات منقول ہیں۔[1]

اہل اللہ کے تصرفات اور خداداد اختیارات

کیا انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

اولیاء اللہ اُمت نبویہ کے حقانی حکیم ہیں، جس طور سے وہ عرض و معروض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا، اور ان امراض کی مدافعت میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریت خاص اعانت کے لئے ہوئی ہے، اور ان سے استعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہ ہو۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ ”الخبر الدال علی وجود القطب و الاوتادو النجبا و الابدال“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے واسطے ہے“۔

یسقٰی بھم الغیث۔ یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔

تنصر بھم علی الاعداء یعنی ان کی مدد سے اعداء پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے۔

ان کی وجہ سے عذاب ٹلا رہتا ہے، ان کی برکت سے بلا دور ہوتی ہے۔

جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے استمداد کرنا ناجائز کیوں ہوگا؟

زخورشید روشن تواں جست نور کہ شد سایہ را سایہ زیں کار دور

ترجمہ: سورج سے نور کو تلاش کیا جاسکتا ہے، کہ اسی وجہ سے سایہ سے سایہ دور ہوتا ہے۔

---

[1] (حاشیہ مکتوب ۵۸/ دفتر دوم)

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنے متوسلین و مستمدین کی اعانت و امداد کی پوری قوت حاصل ہے، چونکہ وہ **فانی فی اللہ** اور **باقی باللہ** ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر فعل خدائی فعل ہوتا ہے۔

اس بنا پر مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود | گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ترجمہ: اس کا فرمان حکم باری تعالیٰ ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر وہ یہ کہہ دے کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ظاہر کر کے اس کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

یہی معنی ہیں اس حدیث شریف کے جو ترمذی میں مروی ہے:

کم من اشعت اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلود ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام اس طرح ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اور یہی مطلب ہے اس شعر کا جو مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اولیا را ہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز دارند از قضا

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قدرت عطا ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو رستے سے واپس کر دیتی ہے۔

اس وقت ان کی مدد حقیقتاً اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اور اُن سے مدد مانگنا، مراد طلب کرنا فی الواقع اللہ ہی سے مدد طلب کرنا اور مراد مانگنا ہوتا ہے، اور ان کی محبت بعینہ اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ان کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے۔

مظہر اوصاف حق ہیں اولیاء | ان کی ہے امداد امداد خدا

پھر اس غایت محبت کا نتیجہ جو اللہ تعالیٰ کو بندے کے ساتھ بوجہ حصول قرب نوافل کے ہوتی ہے یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ ان کو محبوب خدا سمجھ کر ان سے حاجتیں طلب کریں، مدد مانگیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے ان کی حاجتیں پوری کر کے ان کی عظمت اور ولایت کا سکہ لوگوں کے دل میں جمادے تاکہ وہ لوگ ان کی تعظیم اور محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے لگیں۔

مسکیں حسن گوید ترا اے کار عاشق تو خوش
من گرازیشاں نیستم در کار ایشاں کن مرا

ترجمہ: اے وہ ہستی! جس کے عاشقوں کا کام بہت اچھا ہے یہ حسن مسکین تیری بارگاہ میں عرض پرداز ہے کہ اگر میں ان سے نہیں ہوں تو مجھے ان سے کر دے۔

ابدال اقطاب اوتاد و نجباء

قرون مشہود لھا بالخیر مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:

میں اور اس کے بعد ابدال کا وجود

یکبار از بصرہ بمدینہ منورہ آمد و امام مالک را خبر قدوم او رسانیدند، امام یاران خود را فرمود بر خیزید تا نزد بہترین اہل زمین برویم و بروے سلام کنیم۔ و ہر گاہ بطواف خانہ کعبہ زادھا اللہ تعظیماً و تشریفاً مشغول مے شد مے گفتنہ کہ ہیچ کس افضل از قعنبی طواف ایں خانہ متبرکہ نے کند، واو نیز مستجاب الدعوات بود۔۔۔۔۔۔۔ و اکثر اہل زمان او ر از ابدال مے دانستند و بزرگی و صلاح و مجمع علیہ اہل عصر او بود۔ (ووفات او در مکہ معظمہ ۶ محرم ۲۲۱ ھجری واقع است)

ترجمہ: ایک مرتبہ وہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا، تو امام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اُٹھو تا کہ ہم زمین بھر کے اچھے آدمی کے پاس چلیں اور اس کو سلام کریں، اور جب خانہ کعبہ کے طواف کرتے (اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و شرف کو بڑھائے) تو کہا جاتا کہ کوئی شخص قعنبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہتر اس متبرک گھر کا طواف کرنے والا نہیں، اور وہ بھی اللہ ان پر رحم کرے مستجاب الدعوات تھے، اور اکثر اہل زمانہ ان کو ابدال میں سے سمجھتے تھے، اور اہل زمانہ کا ان کی بزرگی و نیکی پر اتفاق تھا وفات ان کی مکہ معظمہ میں ۶ محرم ۲۲۱ھ کو واقع ہوئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ حدیثیں مثبت ابدال دوسری صدی میں جو زمانہ ہے تابعین و تبع تابعین کا مشہور تھیں اور لفظ ابدال مستعمل اور ان کے مصداق کا وجود محقق تھا۔

بستان المحدثین میں ترجمہ محمد بن اسلم میں ہے:

ابن خزیمہ وابو بکر وابوداؤد از وے شاگردی کردہ اند واز اجلہ علماء واز اولیاء وابدال وقت بود۔

ترجمہ: ابن خزیمہ اور ابو بکر اور ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے شاگردی کی ہے وہ بڑے علماء و اولیاء و ابدال وقت سے تھے۔

یہ تیسری صدی میں گزرے ہیں، اس سے وجود ابدال تیسری صدی میں ثابت ہے۔

بستان المحدثین میں ابن نجید نیشاپوری جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں کے حال میں ہے:

اوازابدال سبعہ است۔

ترجمہ: وہ سات ابدال میں سے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وصیت نامہ میں ائمہ ء اثنا عشر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ اقطاب تھے"۔

اس کی شرح میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

وآنچہ حضرت شیخ دراثبات قطبیت آئمہ اثنا عشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح بیت حضرت غوث نوشتہ۔

افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علیٰ اُفق العُلٰی لاتغرب

فقیر آں وھم در شمشیر برھنہ نوشتہ

ترجمہ: اور وہ جو حضرت شیخ نے بارہ اماموں کے قطب ہونے کے اثبات میں لکھا ہے اس مضمون کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علیٰ اُفق العُلٰی لاتغرب

پہلے لوگوں کے سورج چھُپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے اُفق پر ہے چھُپتا نہیں۔

اور میں نے بھی اس کو کتاب شمشیر برہنہ میں لکھا ہے۔

ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض و برکات

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

شريح بن عبيد قال: ذكر أهل الشام عند علي [رضي الله عنه] وقيل العنهم يا أمير المؤمنين قال: لا إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب"۔

ترجمہ: حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا، لوگوں نے کہا یا امیر المومنین! ان لوگوں پر لعنت بھیجیئے، آپ نے کہا، "نہیں" میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں، وہ چالیس آدمی ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرتا ہے دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے، انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے، اہل شام پر عذاب نہیں ہوتا۔(مشکوٰۃ)[1]

ابدال کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا:

ستون رجلاً۔

یعنی وہ ساٹھ آدمی ہیں۔

لیکن ایک روایت میں ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الابدال اربعون رجلاً و اربعون امراۃً کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاً و کلما ماتت امراۃ ابدل مکانہا امراۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں، جب کوئی مرتا ہے تو مرد کی جگہ مرد، عورت کے قائم مقام عورت کی جاتی ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ خیار امتی فی کل قرن خمس مائۃ و الابدال اربعون فلا الخمس مائۃ ینقصون و لا الاربعون کلما مات رجل ابدل اللہ من الخمس مائۃ مکانہ و ادخل من الاربعین مکانہ، قالوا یا رسول اللہ ﷺ! دلنا علیٰ اعمالهم قال یعفون عمن ظلمهم و یحسنون الیٰ من اساء الیهم و یتو اسون فیما اتاهم اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بہترین میری امت سے ہر قرن میں پانچ سو آدمی ہیں اور چالیس ابدال، کبھی ان سے کم نہیں ہوتے، جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو سے اس کی جگہ کسی کو

[1] (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج۲، ص۲۶۰/المشکوۃ المصابیح، ج۳، ص م۹ ۳۶)

بدل دیتا ہے، اور چالیس میں سے اس کی جگہ داخل کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کے اعمال سے ہم کو آگاہ فرمایئے، فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرے، اور اس شخص سے احسان کرتے ہیں جو ان سے برا سلوک کرے، جو کچھ توفیق ان کو اللہ نے دی ہے اس سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔[1]

ان کے اماکن میں بھی متعدد روایات وارد ہیں۔

چنانچہ ابو طفیل سے مروی ہے:

الابدال بالشام، النجباء بالکوفة۔

ترجمہ: ابدال شام میں ہیں اور نجباء کوفہ میں ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے:

الا ان الاوتاد من اھل الکوفة و من اھل الشام ابدال۔

یعنی یاد رکھو کہ اوتاد اہل کوفہ سے ہیں اور اہل شام سے ابدال ہیں۔

ایک روایت آپ سے مروی ہے:

الابدال من الشام و النجباء من اھل مصر و الاخیار من اھل العراق۔

یعنی ابدال شام سے ہیں اور نجباء اہل مصر سے اور اخیار اہل عراق سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

البدلاء اربعون رجلاً اثنان و عشرون بالشام و ثمانیة عشر بالعراق کلما مات واحد ابدال اللہ تعالیٰ مکانہ اٰخر فاذا جاء الامر قبضوا کلھم فعند ذالک تقوم الساعة۔

ترجمہ: ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں، جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو دوسرا شخص ان کے قائم مقام کیا جاتا ہے، جب سب مر جائیں گے تو قیامت قائم ہو گی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نظام عالم موقوف رکھا ہے، جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آئے گی، جس روز یہ سب کے سب مر جائیں گے، قیامت آجائے گی۔

ایک گاؤں میں سات سات بندے خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں۔

حضرت ابن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

الابدال سبعون فستون بالشام و عشرة بسائر الارض۔

---

[1] (اجابۃ الغوث، ابن عابدین شامی، ص ۲۷۰، ۲۷۱)

ترجمہ: ابدال ستر ہیں، ساٹھ شام میں، دس باقی زمین میں۔

عبید اللہ بن محمد العبسي قال سمعت الكتاني يقول النقباء ثلاثمائة والنجباء سبعون والبدلاء أربعون والأخيار سبعة والعمد أربعة والغوث واحد فمسكن النقباء المغرب ومسكن النجباء مصر ومسكن الأبدال الشام والأخيار سياحون في الأرض والعمد في زوايا الأرض ومسكن الغوث مكة فإذا عرضت الحاجة من أمر العامة ابتهل فيها النقباء ثم النجباء ثم الأبدال ثم الأخيار ثم العمد فإن أجيبوا وإلا ابتهل الغوث فلا تتم مسألته حتى تجاب دعوته۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے کتانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر، ابدال چالیس، اخیار سات، اوتاد چار، غوث ایک، نُقباء دیار مغرب میں رہتے ہیں، نجباء مصر میں، اوتاد زمین کے اطراف میں، غوث مکہ معظمہ میں، جب عام مخلوق کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو نقباء دعا کرتے ہیں، پھر نجباء، پھر ابدال، پھر اوتاد اگر دعا قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ غوث دعا کرتا ہے تو اس کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔[1]

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان بُدلاء أُمتی لم یدخلوا الجنة بکثرة صلاتھم ولا صیامھم ولکن دخلوھا بسلامة صدورھم وسخاوة انفسھم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت کے ابدال کچھ روزے، نماز کی کثرت سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے قلوب کی صفائی اور اپنے نفوس کی سخاوت کی بدولت بہشت میں داخل ہوں گے۔

عن عبادة بن صامت قال قال رسول اللہ ﷺ الابدال فی امتی ثلٰثون رجلاً بھم تقوم الارض و بھم یمطرون و بھم ینصرون۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت میں سے تیس ابدال ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے ذریعے مینہ برستا ہے، انہیں سے مدد چاہی جاتی ہے۔

پھر فرمایا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ابدالوں میں سے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ ﷺ ماخلت الارض من بعد نوح عن سبعة یرفع اللہ بھم عن اھل الارض۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ سات آدمی زمین پر رہتے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین سے بلا دور فرماتا ہے۔

---

[1] (تاریخ مدینة دمشق ج ۲۲، ص ۳۹۸، الناشر دار الفکر / تاریخ بغداد ج ۳، ص ۸۹، الناشر دار الکتب العلمیة، بیروت)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال اربعون رجلاً یحفظ اللہ بھم الارض کلما مات رجل ابدال اللہ مکانہ أخر وھم فی الارض کلھا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چالیس ایسے خدا کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا سے محفوظ رکھا ہے، جب کوئی مرتا ہے تو ان میں قائم مقام کیا جاتا ہے، وہ لوگ تمام روئے زمین میں ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ابدال و اوتاد و اقطاب کے بارے میں احادیث صحابہ اور تابعین میں شائع تھیں حتیٰ کہ ان کے مصادیق کا بھی اظہار صحابہ تابعین اور اتباع و من بعدھم نے فرمایا ہے، جیسا کہ اوپر کی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام طریقت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ابدال ہونے کی تعیین ثابت ہے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میزان میں امام ابو حنیفہ اور دیگر آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کو اوتاد میں سے شمار کیا ہے اور امام احمد بن حنبل، سری سقطی، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی اور سہل بن عبداللہ سری رحمہ اللہ تعالیٰ م کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرایا اور اوتاد عراق فرمایا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبولوں کو عالم کے انتظام اور تصرفات کونیہ کے لئے، یعنی جو جو امور عالم میں واقع ہوتے ہیں جیسے مینہ کا برسنا، بادشاہوں کا اقبال و ادبار، محتاج کا غنی ہو جانا اور غنی کا محتاج ہو جانا، اور بڑے چھوٹے منصب والوں کی ترقی و تنزلی، ظاہر و باطن میں لشکروں کو فتح اور شکست دینا، بیماریوں اور مصیبتوں کا ہٹانا، فریاد والے کی فریاد رسی کرنا وغیرہ غرض تمام مطالب اور حوادث عالم کے لئے وسیلہ سبب اور ذریعہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو ٹھہرایا ہے۔

بہر صورت اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی اور دنیوی کے لئے واسطہ ٹھہرایا، بلکہ قیام و انتظام عالم سب انہیں کے وجود سے وابستہ ہے۔

در منثور اور روح البیان وغیرہ میں بہت سی احادیث اور آثار مرقوم ہیں جن میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں:

دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ (الحج ۴۰)

ترجمہ: ”اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔“

اس سے یہ بات مُستنبط ہو سکتی ہے کہ عبادت خانوں کی حفاظت کسی غیبی جماعت کے سپرد ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (الفتح ۲۵)

ترجمہ: ”اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم اُنہیں روند ڈالو تو تمہیں اُن کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ (ناپسندیدہ شے) پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے“۔

اس میں مستور الحال لوگوں کا جو ذکر ہے اس سے شاید ابدال مراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور عوام میں ملے جلے رہتے ہیں، چونکہ وہ اہل اللہ اور مامور من اللہ ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی جاہل اُن کو خاکسار اور غریب و مسکین سمجھ کر دکھ دیتا ہے تو اپنی سزا پاتا ہے۔

دلیر بر صف افتادگان عشق متاز
کہ جائے گردازیں خاک مردے خیزد

ترجمہ: عشق کے باعث افتادہ لوگوں کی صف کے پاس سے دلیر ہو کر مت دوڑ کیوں کہ اس مٹی سے گرد کی بجائے ایک مرد اُٹھ کھڑا ہو گا۔

غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی تمام اولیاء پر

تفسیر روح البیان زیر آیت وجعل فیھا رواسی (سورہ حم سجدہ رکوع ۱/) لکھا ہے:

قال بعضهم: رواسي الجبال أوتاد الأرض في الصورة والأولياء، أوتاد الأرض في الحقيقة، فكما أن الجبال مشرفة على سائر الأماكن، كذلك الأولياء مشرفون على سائر الخلائق دل عليه قوله: {مِن فَوْقِهَا} يعني: من فوق العامة، فكما أن جبل قاف مشرف على كل جبل كذلك القطب الغوث الأعظم مشرف على كل ولي، وبه قوام الأولياء والرواسي دونه ومن خواص الأولياء من يقال لهم الأوتاد، وهم أربعة: واحد يحفظ المشرق بإذن الله تعالى، ويقال له: عبد الحي، وواحد يحفظ المغرب، ويقال له: عبد العليم وواحد يحفظ الشمال، ويقال له: عبد المريد۔ وواحد يحفظ الجنوب، ويقال له: عبد القادر۔

وكان الشافعي رحمه الله في زمانه من الأوتاد على ما نصّ عليه الشيخ الأكبر قدس سره الأطهر في "الفتوحات" وببركات الأولياء يأتي المطر من السماء ويخرج النبات من الأرض وبدعائهم يندفع البلاء عن الخلق، وأن حياتهم ومماتهم سواء، فإنهم ماتوا عن أوصاف وجودهم بالاختيار قبل الموت بالاضطرار فهم أحياء على كل حال ولذا قيل۔

مشو بمرگ زامداد اهل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: بعض محققین فرماتے ہیں کہ رواسی سے جو پہاڑ مراد ہیں تو وہ ظاہری اوتاد ارض ہیں اور اولیاء حقیقی اوتاد ارض ہیں، پس جس طرح پہاڑ تمام مقامات سے بلند ہیں اسی طرح اولیاء کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں اسی طرح اولیائے کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں، جس پر اس کا قول "من فوقها" دلالت کرتا ہے، یعنی عوام سے اوپر، پس جس طرح کوہ قاف ہر پہاڑ سے بلند ہے اسی طرح غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر ولی سے بزرگ ہیں۔ اور اولیاء کا نظام ولایت اسی سے ہے، اور رواسی (یعنی اوتاد) اس سے کم رتبہ ہیں، اور خاص اولیاء میں وہ ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے، اور وہ چار ہیں ایک مشرق کا محافظ ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کو عبد الحی کہا جاتا ہے، اور ایک مغرب کا نگہبان ہے، اس کا نام عبد العلیم ہے، اور ایک شمال کا محافظ ہے اس کو عبد المرید کہتے ہیں، اور ایک جنوب کا رکھوالا ہے اس کو عبد القادر کہا جاتا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے میں اوتاد سے تھے۔ جیسے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں تصریح فرمائی ہے، اور اولیائے کرام کی برکات سے بارش آسمان سے آتی ہے اور نباتات زمین سے اُگتی ہیں، اور ان کی دعا سے مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ان کی زندگی اور موت یکساں ہے، کیونکہ وہ موت اضطراری سے پہلے اپنے اوصاف وجود سے مر چکے، پس وہ ہر حالت میں زندہ ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے۔

مشو بمرگ ز امداد اهل دل نومید

که خواب مردم آگاه عین بیداری ست

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔[1]

اولیاء اللہ کا تصرف

قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (إن الله قال من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب و ما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه و ما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به و بصره الذي يبصر به و يده التي يبطش بها و رجله التي يمشي بها و إن سألني لأعطينه۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں جنگ کا پیغام دیتا ہوں، اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس

[1] (تفسیر روح البیان-موافق للمطبوع، ج۸، ص۱۷۸، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)

سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ الخ (مشکوٰۃ)[1]

غرض اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے کہ ادائے نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہو جاتے ہیں کہ ان کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان عین اللہ ہو جاتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ میں فانی ہو جاتے ہیں۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است　　آں دعا او نیست گفت داور است

ترجمہ: بے خود لوگوں کی دعا اور ہی قسم کی ہوتی ہے وہ دعا نہیں بلکہ فرمان باری تعالیٰ ہوتی ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فنا است　　آں دعا و آں اجابت از خدا است

ترجمہ: وہ دعا (بندے کی زبان پر) خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنا فی اللہ ہوتا ہے وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

قرب نوافل

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

گفت او را من زبان و چشم تو　　من حواس و من رضا و خشم تو

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ میں تیری زبان اور آنکھ ہوں، میں تیرے حواس اور تیری خوشی و ناخوشی ہوں۔

رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی　　سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی

ترجمہ: چلو تم مجھ سے سنتے اور دیکھتے ہو سر تم ہی ہو چہ جائے کہ سر والے ہو۔

مولانا عبد العلی بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شرح مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں:

ایں مرتبہ قرب نوافل ست و حق دریں مرتبہ باطن عبد مے گردد و عبد ظاھر و قوائے او کہ باطن اند در حق فانی مے شوند و باقی بقاء حق میشوند پس شنیدن و دیدن و بطش و مشی و نطق کہ از قوی مے شود ھمہ از حق است۔

ترجمہ: یہ قرب نوافل کا مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ اس میں بندے کا باطن بن جاتا ہے اور بندہ ظاہر اور اس کی قوتیں جو باطن ہیں حق میں فانی ہو جاتی ہیں اور باقی بقاء حق ہو جاتی ہیں، بس سُننا اور دیکھنا اور پکڑنا اور چلنا اور بولنا جو قوتوں سے وقوع پاتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے۔ پس جو حضرات اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب ہیں ان کو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھہرانا ناجائز نہیں ہو سکتا۔

[1] (باب التواضع، صحیح البخاری، ج۵، ص ۲۳۸۴، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامۃ—بیروت)

اولیائے کرام میں تکوین اور کن فیکون کی طاقت

جب اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تکوین (پیدا کرنے کی قوت) اور کن فیکون (یعنی ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے) کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوح الغیب مقالہ سادس / ٦ میں ارشاد فرماتے ہیں:

افن عن الخلق بحکم اللہ۔

ترجمہ: مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

فتنبو عن الاخلاق البشریۃ فلن یقبل باطنک شیئا غیر ارادۃ اللہ فحینئذ یضاف الیک التکوین و خرق العادات۔

ترجمہ: پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا تیرا باطن سوائے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے اور کوئی شے ہر گز قبول نہیں کرے گا، پس اس وقت تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوتا ہے۔

فیری ذالک منک فی ظاہر العقل و الحکم۔

پھر وہ (فعل اور تصرف) تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے (لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے)۔ کیونکہ معجزہ اور کرامت فعل خدا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو۔

جیسا کہ آگے فرماتے ہیں:

و ھو فعل اللہ و ارادتہ حقا فی العلم۔

ترجمہ: حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین و خرق عادات اللہ تعالیٰ کا فعل و ارادہ ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن آدم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول لشئی کن فیکون و اطعنی اجعلک تقول لشئی کن فیکون۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے ابن آدم! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں شے سے کہتا ہوں "ہو جا" "وہ ہو جاتی ہے" اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کروں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔

و قد فعل ذالک بکثیر من انبیائہ و خواصہ من بنی آدم۔

ترجمہ: اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور خواص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔[1]

دیکھئے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ولی اللہ کے لئے تصرف تکوین اور کن فیکون وغیرہ ثابت کرتے ہیں، کیا آپ بھی ترک کی تعلیم دیتے تھے، آپ ہی غنیۃ الطالبین کے مصنف ہیں جن کو منکرین بھی بڑی وقعت[2] کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آپ کی کتاب فتوح الغیب بھی ہے، اس کا بھی مطالعہ کرکے اپنے اعتقاد کو درست کیجئے۔

اولیاء اللہ کو تصرف کی طاقت عطا ہونا

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں زیر آیت اذا السمآء انشقت کے تحریر فرماتے ہیں:

و بعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارح تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ھم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنھا بجہت کمال وی ست تدارک آنہا مانع توجہ ایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از نہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از نہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ھم مترنم بایں مقالات ست۔ مصرع:

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

---

[1] نوٹ: فتوح الغیب میں یہ عبارت نہیں مصنف کی کے طرف سے تبصرہ معلوم ہوتا ہے۔

[2] وہابیہ غنیۃ الطالبین کو محض اس لئے وقعت دیتے ہیں کہ اس میں ایک جگہ گمراہ فرقہ مرجیہ کا ذکر ہے، اور اس فرقہ کی شاخوں میں ایک شاخ حنفیہ کے نام مذکور ہے، جس سے درحقیقت مرجیہ فرقہ کے وہ لوگ مراد ہیں جو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس فقہ میں شامل ہو جاتے تھے اس لئے وہ حنفیہ کہلاتے تھے، جس طرح بعض وہابی مولوی شیخ الہند اور سید انور رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کے سبب سے فاضل دیوبند کہلاتے ہیں حالانکہ ان کو علمائے دیوبند سے دور کی نسبت بلکہ حنفی درسگاہ میں تعلیم پانے کے باوجود وہی وہابی کے وہابی ہی ہیں اسی طرح ان مذکورہ حنفیہ کے شر ذمہ قلیلہ کو بلحاظ عقائد حنفیہ کے سواد اعظم سے پوری مناسبت نہیں، جیسے کہ غنیۃ الطالبین کے اسی مقام پر اس گروہ حنفیہ مرجیہ کے مندرجہ عقائد سے ظاہر ہے، مگر چونکہ وہابیہ کو اس سند سے عامہ حنفیہ کو بدنام کرنے کا خاص موقع مل گیا اس لئے اس کتاب کو جگہ جگہ اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ اس میں صدہا مسائل ایسے بھی مندرج ہیں جن کے خود وہابی خلاف ہیں، مثلاً نیت نماز بالفاظ اور بیس تراویح وغیرہ مگر ان لوگوں کو اس سے کیا سروکار وہ تو صرف ان چند سطور پر فدا ہیں جس کی بناء پر ان کو حنفیہ کو مرجیہ کہہ کر بدنام کرنے کا موقع میسر ہے، سچ ہے۔

ھنر بچشم عداوت بزرگ ترعیبے ست   گل ست سعدی ودر چشم دشمناں خارست

ترجمہ: دشمنی کی نظر میں ہنر بہت بڑا عیب ہوتا ہے، سعدی اگرچہ پھول ہے لیکن دشمنوں کی آنکھ میں کانٹا ہے۔

پھر اور بھی تماشے کی بات یہ ہے کہ وہابیہ پنجاب نے جو حنفیہ کو چڑانے کے لئے غنیۃ الطالبین مترجم چھاپی ہے اس کے حاشیہ پر فتوح الغیب چڑھی ہے، مگر شاید بھلے لوگوں کو فتوح الغیب کے یہ الفاظ نظر نہیں آئے کہ بندہ بھی کن فیکون کا مظہر ہو سکتا ہے، حضرت یہ بات تو وہابیہ کے خرمن عقائد کے لئے برق خاطف ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

بعض خاص اولیاء اللہ کو جنہیں اپنے بنی نوع کی تکمیل و ارشاد کے لئے خاص مدد گار بنایا گیا ہے اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور ان کا استغراق ان کے تدارک کے کمال کے باعث اس طرف توجہ کرنے کا مانع نہیں ہوتا، اویسی انہی سے تحصیل کمالات باطنی کرتے ہیں اور اہل حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں ان کی زبان حال اس وقت بھی ان الفاظ سے مترنم ہے۔

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

اگر تو جسم کے ساتھ آئے گا تو میں روح کے ساتھ آؤں گا۔

نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مدبر عالم ہیں

اللہ تعالیٰ سورۃ النازعات رکوع/اول میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (النازعات ۵)

قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں (چلیں) پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں پھر کام کی تدبیر کریں

تفسیر بیضاوی میں ہے:

او صفات النسفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً ای نزعاً شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الیٰ عالم الملکوت و تسبح فیه فتسبق الیٰ خطائر القدس فتصیر بشرفها و قوتها من المدبرات۔

ترجمہ: یا ان کلمات (نازعات ناشطات) وغیرہ سے مراد ارواح فاضلہ کی صفات ہیں، جبکہ وہ اجسام سے جدا ہوتی ہیں، چنانچہ وہ اجسام سے بطور عرق کشید کی جاتی ہیں یعنی شدت سے کھینچی جاتی ہیں عالم ملکوت کی طرف اور اس میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں پھر فرشتوں کے مقام کی طرف عروج کرتی ہیں اس کے بعد وہ اپنے شرف اور قوت سے انتظام کرنے والے فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جب ارواح مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہوا کہ ان کو تدبیر عالم میں دخل دیا گیا تو ان سے توسل کئے جانے میں کیا قباحت ہے؟

تائید اول از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اس بیان کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وان لارواح افاضل الادميين دخولا فيهم ولهو قابهم كما قال الله تعالیٰ:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ۳۰)

وقال رسول الله ﷺ رايت جعفر بن ابی طالب ملكا يطير فی الجنت مع الملئكة بجناحين وانا هنالک ينزل القضاء ويتين الامر المشار اليه بقوله تعالیٰ فيها يفرق كل امر حكيم، وان هنالک يتقر الشرائع بوجه من الوجود۔

ترجمہ: افضل لوگوں کی ارواح کو فرشتوں میں داخل ہونے اور ان میں شامل ہو جانے کا حق ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ۳۰)

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ بنا ہوا دیکھا جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ساتھ اُڑ رہا تھا" اور یہاں قضائے الٰہی نازل ہوتی ہے، اور وہ امر متعین ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ "اس رات میں ہر معاملہ جو حکمت پر مبنی ہے فیصلہ پاتا ہے" اور یہاں شرائع کی قسم کے وجود سے تقرر ربانی ہے۔ الخ۔[1]

اس تقریر سے واضح ہے کہ افاضل بشر کی ارواح ایک ایسے مہتمم بالشان مقام میں پہنچتی ہیں جہاں مصالح کائنات کا انصرام، معاملات ارض و سماء کا انتظام، قضائے الٰہی کا نزول اور شرائع کا تقرر ہوتا ہے۔

دیکھئے جب عدالت کے لئے ادنیٰ چپڑاسی متوسلین کے بڑے بڑے کام بنا دیتے ہیں تو پھر اتنی بڑی سرکار کے اس عظیم الشان دربار میں اس کے ان ارکان عظمیٰ سے توسل کرنا کیوں لا حاصل ہونے لگا۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

در میر و وزیر و سلطاں را ۔۔۔ بے وسیلت مگرد پیرامن

ترجمہ: بادشاہ، وزیر اور امیر کے دروازے کے ارد گرد بغیر وسیلے کے نہ پھر۔

سگ و درباں چو یافتند غریب ۔۔۔ ایں گریبانش گیرد آں دامن

---

[1] (حجۃ اللہ البالغۃ جلد اول صفحہ ۱۲)

ترجمہ: کتااور دربان جب کسی اجنبی کو دیکھ لیتے ہیں تو یہ گریبان سے اسے پکڑلیتاہے اور وہ دامن سے۔

تائید دوم از امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْأَرْوَاحُ الْبَشَرِيَّةُ الْخَالِيَةُ عَنِ الْعَلَائِقِ الْجُسْمَانِيَّةِ الْمُشْتَاقَةُ إِلَى الِاتِّصَالِ الْعُلْوِيِّ بَعْدَ خُرُوجِهَا مِنْ ظُلْمَةِ الْأَجْسَادِ تَذْهَبُ إِلَى عَالَمِ الْمَلَائِكَةِ، وَمَنَازِلِ الْقُدْسِ عَلَى أَسْرَعِ الْوُجُوهِ فِي رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، فَعَبَّرَ عَنْ ذَهَابِهَا عَلَى هَذِهِ الْحَالَةِ بِالسِّبَاحَةِ، ثُمَّ لَا شَكَّ أَنَّ مَرَاتِبَ الْأَرْوَاحِ/فِي النَّفْرَةِ عَنِ الدُّنْيَا وَمَحَبَّةِ الِاتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ مُخْتَلِفَةٌ فَكُلَّمَا كَانَتْ أَتَمَّ فِي هَذِهِ الْأَحْوَالِ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَسْبَقَ، وَكُلَّمَا كَانَتْ أَضْعَفَ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَثْقَلَ، وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَرْوَاحَ السَّابِقَةَ إِلَى هَذِهِ الْأَحْوَالِ أَشْرَفُ فَلَا جَرَمَ وَقَعَ الْقَسَمُ بِهَا، ثُمَّ إِنَّ هَذِهِ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ الْعَالِيَةَ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ فِيهَا مَا يَكُونُ لِقُوَّتِهَا وَشَرَفِهَا يَظْهَرُ مِنْهَا آثَارٌ فِي أَحْوَالِ هَذَا الْعَالَمِ فَهِيَ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا أَلَيْسَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَرَى أُسْتَاذَهُ فِي الْمَنَامِ وَيَسْأَلُهُ عَنْ مُشْكِلَةٍ فَيُرْشِدُهُ إِلَيْهَا؟ أَلَيْسَ أَنَّ الِابْنَ قَدْ يَرَى أَبَاهُ فِي الْمَنَامِ فَيَهْدِيهِ إِلَى كَنْزٍ مَدْفُونٍ؟ أَلَيْسَ أَنَّ جَالِينُوسَ قَالَ: كُنْتُ مَرِيضًا فَعَجَزْتُ عَنْ عِلَاجِ نَفْسِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَاحِدًا أَرْشَدَنِي إِلَى كَيْفِيَّةِ الْعِلَاجِ؟ أَلَيْسَ أَنَّ الْغَزَالِيَّ قَالَ: إِنَّ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ إِذَا فَارَقَتْ أَبْدَانَهَا، ثُمَّ اتَّفَقَ إِنْسَانٌ مُشَابِهٌ لِلْإِنْسَانِ الْأَوَّلِ فِي الرُّوحِ وَالْبَدَنِ، فَإِنَّهُ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَحْصُلَ لِلنَّفْسِ الْمُفَارِقَةِ تَعَلُّقٌ بِهَذَا الْبَدَنِ حَتَّى تَصِيرَ كَالْمُعَاوِنَةِ لِلنَّفْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذَلِكَ الْبَدَنِ عَلَى أَعْمَالِ الْخَيْرِ فَتُسَمَّى تِلْكَ الْمُعَاوَنَةُ إِلْهَامًا؟ وَنَظِيرُهُ فِي جَانِبِ النُّفُوسِ الشِّرِّيرَةِ وَسْوَسَةٌ، وَهَذِهِ الْمَعَانِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَنْقُولَةً عَنِ الْمُفَسِّرِينَ إِلَّا أَنَّ اللَّفْظَ مُحْتَمِلٌ لَهَا جِدًّا۔

ترجمہ: آدمیوں کی ارواح جو جسمانی مخلوق سے علیدہ ہو جاتی ہیں اور عالم علوی کی طرف جاملنے کی مشتاق ہوتی ہیں بعد اس کے کہ وہ اجسام کی اندھیری کوٹھری سے نکل جاتی ہیں عالم ملائکہ کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور نہایت جلدی منازل قدس کی جانب جاتی ہیں نہایت خوشی اور راحت کے ساتھ، اور ان کی اس حالت میں اس روانگی کو سیاحت کہتے ہیں، ان ارواح کے مراتب آپس میں مختلف ہوتے ہیں، بعض ارواح کو از بس دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم علوی سے ملنے کا شوق انتہاء درجہ کا ہوتا ہے، بعض ارواح میں یہ دونوں امور کم ہوتے ہیں بعض میں متوسط، الحاصل جس روح میں یہ دونوں حالتیں کمال درجہ کو پہنچی ہوتی ہیں ان کی سیر منازل قدس میں سب سے بڑی ہوتی ہے، جن کی حالت کم ہوتی ہے ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے، جن کی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر بھی متوسط ہوتی ہیں، جن کی سیر سب سے بڑی ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہیں، اس لئے ایسی ارواح کی قسم کھائی گئی، ان ارواح شریفہ کو بسبب اپنی قوت و شرافت کے عالم دنیا کے احوال میں ایک خاص قسم کا تعلق ہے، اس وجہ سے وہ مدبرات سے سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں دیکھتا ہے اور کسی مشکل مسئلے کا سوال کرتا ہے اور استاد سے جواب شافی پاتا ہے، بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتاہے اور باپ اسے خزانہ بتادیتاہے، جالینوس نے کہا میں مریض تھا

اپنے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنی مماثل کوئی ایسی روح پاتی ہیں جس کا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اسی بدن کے ہے جس کے ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اس بدن سے خاص تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی روح کو اعمال خیر میں مدد دے۔ اسی معاونت کو الہام کہتے ہیں، اور اس کی نظیر شریر ارواح میں وسوسہ ہے اور یہ امور اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ سے نکلتے ہیں۔[1]

تائید سوم از حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ان اللہ سبحانہ اذا قبض الارواح من ھذہ الاجساد الطبیعیة حیث کانت و العنصریة اودعھا صوراً جسدیة فی مجموع ھذا القرن النوری فجمیع ما یدرکہ الانسان بعد الموت فی البرزخ من الامور انما یدرکہ بعین الصورة التی ھو فیھا فی القرن و بنورھا وھو ادراک حقیقی ومن الصور ھنالک مھی مقیدة عن التصرف ومنھا ما ھی مطلقة کارواح الانبیاء کلھم وارواح الشھداء و منھا ما یکون لھا نظر الیٰ عالم الدنیا فی ھذہ الدار و منھا ما یتحلی للنائم فی حضرة الخیال التی ھی فیہ وھو الذی تصدق رؤیاہ ابداً و کل رویا صادقة لا تخطی فاذا اخطات الرویا فالرویا ما اخطات ولکن العابر الذی یعبرھا ھو المخطی حیث لم یعرف ما المراد بتلک الصورة؟

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسام طبعی سے جس حیثیت سے ہوں یا اجسام عنصری سے قبض کرتا ہے تو اس قرن نوری کے مجموعہ میں ان کو صور جسدیہ عنایت فرماتا ہے، پس انسان موت کے بعد برزخ میں جو امور ادراک کرتا ہے وہ اس صورت کی آنکھ سے ادراک کرتا ہے اور اس کے نور سے وہ ادراک حقیقی ہے، یہاں ان صورتوں میں سے بعض صور مقید ہوتی ہیں، انہیں کسی تصرف کا اختیار نہیں ہوتا، بعض آزاد ہوتی ہیں انہیں تصرف کا اچھی طرح اختیار ہوتا ہے، تمام انبیاء اللہ علیہم السلام کی ارواح طیبہ اور شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں، بعض ارواح کی عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے، بعض ارواح خواب میں نظر آتی ہیں، اس قسم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے، رؤیائے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی، البتہ تعبیر کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معبر کی طرف منسوب ہوگی اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔[2]

---

[1](تفسیر کبیر، ج/۳۱، ص/۳۰، ۳۱، مطبوعہ مصر)

[2](فتوحات مکیہ، ج ۱، ص ۳۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السلام و شہداء عالم میں تصرف کرتی ہیں اور ان کے عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے ارباب حاجات و اصحاب مشکلات کی فریادرسی کے واسطے، تو جس طرح زندگی میں ان کی طرف رجوع کرنا اور مدد مانگنا اور مصیبت و مشکل کا حل چاہنا جائز اور مستحب تھا اسی طرح بعد وفات کے جائز اور مستحب رہے گا، بلکہ اس وقت ان کا ادراک اور توجہ بہ نسبت زندگی کے روشن اور زیادہ ہوتا ہے، قوت تصرف حالت حیات سے بڑھ کر بوجہ مزید تجرد کے ہوتی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مجھ سے حسین ابن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا:

"کہ رسول اللہ ﷺ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا کہ ایک رات جعفر میرے پاس ہو کر گزرے اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے پیچھے جاتے تھے اور ان کے دو پر تھے کہ جس کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا اور ان سب کا قصد "بیشہ" میں جانے کا تھا جو یمن کا ایک شہر ہے۔"

"ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتوں کی جماعت میں پہچانا اور وہ سب "بیشہ" کے لوگوں کو پانی برسنے کی خوشخبری دینے جاتے تھے۔" (حاکم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے قریب تھیں کہ اچانک آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں، یہ سب چلے جا رہے تھے انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ وہ مشرکوں سے فلاں فلاں روز لڑے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر نیزہ اور تلوار کے تہتر زخم پہنچے تھے، پھر میں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لے لیا، میرا وہ ہاتھ کٹ گیا پھر میں نے اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں میں دو پر دیئے کہ ان سے میں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اُڑتا ہوں اور جنت سے اترتا ہوں جس جگہ چاہتا ہوں اور اس کا پھل کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوشی ہو کیا اچھی روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی، لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ لوگ اس بات کا یقین نہ کریں گے پس آپ ﷺ منبر پر چڑھ کر اس حال سے لوگوں کو خبر دے دیں، آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر خدا کی تعریف کی، پھر کہا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام

کے ساتھ چلے جارہے تھے اور ان کے دو پر تھے جو اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کے عوض میں دیئے ہیں، انہوں نے مجھے سلام کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ خبر بیان کی جو پہلے بیان کی تھی۔

اس حدیث شریف سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہونے کے بعد دنیا میں آنا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنا اور جس جگہ وہ چاہیں وہاں سیر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر مظہری میں زیر آیت **"ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات"** تحریر فرماتے ہیں:

وقدتواترعن کثیرامن الاکابر انھم ینصرون اولیائھم ویذمرون اعدائھم۔

ترجمہ: اور بڑے بڑے فضلاء سے متواتر منقول ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب **تزکرۃ الموتیٰ والقبور** میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں ومعتقداں را در دنیا وآخرت مددگای مے فرمایند ودشمناں را ھلاک مے نمایند۔

ترجمہ: اولیاء اللہ دنیا و آخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

شہداء کا شعور و ادراک

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

مگوئید در حق کسے کہ کشتہ شود درراہ خدادر جھاد کہ ایشاں مردہ اند، وح چنانچہ تر، زیرا کہ تدبیر بدن و توجہ باموز سفلانیہ اوراز صفائی ادراک مانع مے شد، چوں از بدن جدا شد آں مانع مرتفع گشت، پس در حقیقت حیات ایشاں اتم حیات دنیوی است ولکن لاتشعرون لیکن شما شعور ندارید کہ ایشاں در ترقی اعمال ودر تمتعات در تلذذات بدنی باشما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تروافزوں ترایں جہت کہ آں ابدان ایشاں از نظر شما غائب اند ودر عالم دیگر ورائے عالم شما رزق ایشاں راوسیر مقرر راست مانند کسے کہ درولایت میوہ ھا میخورد وسیر گلزار مے نماید وقحل ھندوستان چواورانہ بینندہ مردہ انگارند۔

ترجمہ: اس شخص کے حق میں جو جہاد کے اندر راہ خدا میں کام آیا یہ نہ کہو کہ مارا گیا، روح جس طرح پہلے قوتوں کی مالک تھی اب بھی ہے، اور شعور اور ادراک جو پہلے رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہے، کیونکہ پہلے بدن کی تدبیر اور امور سفلیہ کی طرف توجہ اس کو صفائی ادراک سے مانع ہوتی تھی جب اس بدن سے جدا ہوئی تو مانع مرتفع ہاگیا، پس در حقیقت ان کی زندگی دنیاوی زندگی سے زیادہ مکمل ہے ولکن لا تشعرون (لیکن تم شعور نہیں رکھتے) کہ یہ ترقی اعمال اور بدنی نفع اٹھانے اور لذتیں پانے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں بلکہ تم سے زیادہ تر اور بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے کہ ان کے وہ بدن تمہاری سے غائب ہیں اور ایک اور عالم میں جو تمہارے اس عالم سے جدا گانہ ہے ان کا رزق اور سیر و گردش مقرر ہے، اس شخص کی طرح جو ولایت میں میوے کھاتا ہے اور گلزار کی سی رکرتا ہے اور اہل ہند جب اس کو دیکھتے نہیں تو مردہ سمجھتے ہیں۔

مرد ھمت گرچہ میرد زاں نکوترے شود
ابر گر بر داشت آب از بحر گوھرے شود

ترجمہ: ہمت والا مرد اگرچہ مر جاتا ہے لیکن پہلے سے اس کی حالت بہتر ہو جاتی ہے بادل اگر سمندر سے پانی اٹھائے تو وہ گوہر بن جاتا ہے۔

اولیاء اللہ کے تصرفات افعال الٰہیہ ہیں

سید احمد حموی نفحات القرب و الاتصال میں تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد مماتهم فتصرفهم انما هو باذن الله تعالیٰ و ارادته لا شريک له خلقا و ايجادا اکرمهم الله به و اجراه علی ايديهم و بسببهم خرقاً للعادة و تارة بالهام و تارة بدعائهم و تارة بفعلهم و اختيارهم و تارة بغير اختيارهم و تارة بالتوسل بهم الی الله تعالیٰ فی حياتهم و بعد مماتهم مما يمکن فی القدرة الالٰهية و لا يقصد الناس بسوالهم ذالک منهم قبل الموت و بعد نسبتهم الی الخلق و الايجاد و الاستقلال بالافعال فان هذا لا يقصده مسلم و لا يخطر ببال احد من العوام فضلاً عن غيرهم، فصرف الکلام اليه و منعه من باب التلبيس فی الدين و التشويش علیٰ عوام موحدين، و کيف يحکم بالکفر علیٰ من اعتقد ثبوت التصرف بهم فی حياتهم و بعد مماتهم حيث کان مرجع ذالک الی قدرة الله تعالیٰ خلقاً و ايجاداً کيف و کتب جمهور المسلمين طافحة به و انه جائز و واقع لا مرية فيه البتة حتیٰ يکاد ان يلحق بالضروريات بل بالبديهيات و ذالک لان جميع کرامات هذه الامة فی حياتهم و بعد مماتهم تصرفاً او غيره من جملة معجزات النبی ﷺ الدلالة علیٰ نبوته و عموم رسالته الباقية بعد موته لا ينقطع دوامها بتعدد الکرامات فی کل عصر من الاعصار الیٰ يوم القيمة۔

ترجمہ: انبیاء علیہ السلام و اولیائے کرام کے انتقال کے بعد جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادے سے ہوتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں نہ خلق میں نہ ایجاد میں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تصرف سے بزرگی دی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے جاری کیا ہے، ان کا تصرف کبھی بطور خرق عادات ہوتا ہے، کبھی بالہام، کبھی ان کی دعا سے، کبھی ان کے فعل و اختیار سے، کبھی بغیر اختیار کے، کبھی ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف توسل کرنے سے ان باتوں میں جو قدرت الٰہیہ میں ممکن ہیں عام ازیں کہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر گئے ہوں، اور لوگ جو ان سے ان کی زندگی میں یا موت کے بعد سوال کرتے ہیں تو ان کو مستقل سمجھ کر سوال نہیں کرتے، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں، عوام کے بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو کب جائز سمجھیں گے، پھر خوا مخواہ اس سے وہی مطلب نکالنا اور اس کو ممنوع قرار دینا ایک قسم کا فریب ہے دین میں اور موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ان سے تصرفات بحالت زندگی یا بعد وفات کا مرجع خلقا و ایجادا اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور یوں نہ ہو جبکہ جمہور مسلمین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں، اور وہ جائز اور واقع ہے جس مین ہر گز کسی قسم کا شک نہیں حتیٰ کہ وہ ضروریات میں شامل ہے بلکہ بدیعیات میں داخل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت کی تمام کرامات جو ان کی زندگی میں ہوں یا ان کی وفات کے بعد تصرف ہو یا کچھ اور سب نبی ﷺ کے معجزات ہیں۔ جو آپ کی نبوت اور عموم رسالت پر دال ہیں جو آپ کی وفات کے بعد باقی رہنے والی ہے کہ اس کا دوا منقطع نہ ہو گا اس لئے کہ ہر زمانے میں بکثرت کرامات کا ظہور ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اولیاء اللہ کی کرامات نبی ﷺ کے معجزات ہیں

برماوی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ الدلائل الواضحاتفی اثبات الکرامات فی الحیات و بعد الممات میں لکھتے ہیں:

"کہ جن لوگوں نے کرامت اولیاء اللہ کو ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد ثابت کیا ہے ان میں سے شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی ہیں اور شیخ عبد الباقی مقدسی حنفی ہیں جنہوں نے سیوف المقال میں لکھا ہے۔

اور شیخ احمد غنیمی حنفی ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے:

"کہ ہر گاہ مرجع کرامات طرف قدرت اللہ تعالیٰ کے ہے تو ایسی حالت میں اولیاء کرام کی حیات اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس واسطے کہ اس کا خالق خدا ہے اور اولیاء کے ہاتھ سے اس واسطے جاری کراتا ہے تاکہ ان کو بزرگی حاصل ہو اور یہ کبھی ان کی دعا سے ہوتا ہے اور کبھی ان کے فعل اور اختیار سے اور کبھی بغیر اختیار اور قصد ان کے، اور کبھی ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ ٹھہرانے سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی شرکت نہیں رہتی، اور علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے معجزے غیر منحصر ہیں، کچھ ان میں سے اللہ تعالیٰ جاری کر چکا اور کچھ اولیاء کے ذریعے بطور

کرامت جاری کرے گا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد قیامت تک اور یہ امر ایسا ہے کہ جس کا حصر نہیں ہے۔ پس کرامات اولیاء اللہ رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ ہے جو ان کے وصال کے بعد باقی رہے گا اور جو صحت نبوت پر قیامت تک دلالت کرے گا۔ اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر ذلیل اور بد اعتقاد۔

ظاہر و مظہر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ الطاف القدس میں تحریر فرماتے ہیں:

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق غامضہ افتاد ازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سر گزشت چہ یک مشت کمال عارف از بحر بحت بالاتر مے رود و نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود ذات بحت بجائے روح او ہمہ عالم را تبعاً بعلم حضوری در خود بیند۔

ترجمہ: جب رفتہ رفتہ بات باریک نکتوں تک پہنچی تو اس حالت سے بھی ایک رمز کہنی چاہئے، جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ بھر اور کیا ایک مشت بھر برابر ہے، عارف بحر بحت سے بالاتر ہو جاتا ہے اور نفس کلیہ عارف کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے ذات اصل الاصل اس کی روح کی بجائے تمام عالم کو تبعاً علم حضوری سے اپنے اندر دیکھتی ہے۔

دیکھئے یہ ایک ایسا امر ہے جسے شارع کھل کر بیان نہیں کرتے لیکن یہ حضرت شاہ صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ آخر نہ رہ سکے اور کیفیت واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا پس جب ذات بحت بجائے روح کے ہوئی تو کوئی شے اس پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

ایک شہید نوجوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا

عن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ قال بینما رجل بالشام و معہ زوجتہ و قد کان استشھد لہ ابن قبل ذالک بما شاءاللہ اذ رأی فارساً قد اقبل فقال لامراتہ ابنی و ابنک یا فلانۃ! قالت لہ اخدعک الشیطان ابنک قداستشھد منذحین و انت مفتون فاقبل علیٰ عملک و استغفر اللہ، ثم نظر و دنا الفارس فقال ابنک و اللہ یا فلانۃ! و نظرت فقالت ھو و اللہ فوقف علیھما فقال لہ ابوہ الیس قداستشھدت یا بنی! قال بلیٰ و لکن عمر بن عبدالعزیز توفی فی ھذہ الساعۃ فاستاذن الشھداء ربھم فی شھودہ فکنت منھم و استاذنت فی السلام علیکما ثم دعالھما و انصرف و وجد عمر قد توفی فی ھذہ الساعۃ۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ شام میں تھا جن کا بیٹا شہید ہو چکا تھا اور اس پر ایک عرصہ گزر گیا تھا اچانک اس نے ایک سوار آتا دیکھا تو اس نے اپنی بی بی سے کہا اے فلانی! یہ سوار میرا اور تیرا بیٹا ہے، بیوی بولی کہ تجھے شیطان نے دھوکہ دیا ہے تیرا بیٹا تو مدت ہوئی شہید ہو چکا تو دیوانہ ہے اپنا کام کر اور

استغفار کر، اس نے پھر غور سے دیکھا اور وہ سوار قریب آگیا، تب اس نے کہا کہ خدا کی قسم اے فلانی! یہ تیرا ہی بیٹا ہے اور اس عورت نے اسے دیکھا تو کہا قسم اللہ کی ہو بہو وہی ہے، وہ ان کے قریب آکر کھڑا ہو گیا، تب باپ نے اس سے کہا کہ اے پیارے بیٹے! تو شہید نہیں ہوا تھا، اس نے کہا بے شک (میں شہید ہو چکا ہوں) لیکن اسی وقت حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات ہوئی ہے شہیدوں نے اپنے پروردگار سے ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی میں بھی انہیں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ اذن بھی طلب کیا کہ ماں باپ کو سلام کرتا ہوا جاؤں، پھر ماں باپ کو دعا دے کر رخصت ہوا، تحقیق کیا اسی وقت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تھا۔

دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب عیون الحکایات میں بسند ابی علی الضریر کے لکھا ہے:

”کہ ملک شام میں تین بھائی تھے کہ وہ اکثر جہاد کیا کرتے تھے اور بڑے بہادر تھے، ایک بار رومیوں نے ان کو پکڑ لیا، شاہ روم نے ان سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم تم کو ملک اور جاگیر دیں گے اور اپنی لڑکیوں سے تمہاری شادی بھی کر دیں گے، انہوں نے انکار کیا اور کہا: یا محمداہ! شاہ کے حکم کے مطابق تین دیگیں لائی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا، تین روز تک اس کے نیچے آگ سلگائی گئی تاکہ ان تینوں کو دیگوں میں ڈال کر ہلاک کیا جائے اور ہر روز یہ لوگ ان دیگوں کے پاس لائے جاتے تھے اور عیسائی مذہب کے قبول کرنے کو کہا جاتا تھا مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے تھے، ایک روز ان میں سے بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا اور پھر منجھلے کو، پھر چھوٹے کو دیگ کے پاس لا کر دھمکایا اور اس کو دین اسلام سے پھرنے کی ترغیب دیتے تھے، حتیٰ کہ ایک کافر نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم اس کو اس کے دین سے پھیر دیں گے، بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ ہم جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں اور میری ایک ایسی لڑکی ہے جو ملک روم میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہے، میں اس کے ساتھ علیحدہ ایک جگہ چھوڑ دوں گا، اور وہ اس کو دین اسلام سے پھیر دے گی، آپ اس کو مجھے دے دیں، بادشاہ نے ان کو اس کافر کے حوالے کر دیا اور چالیس روز کی مہلت دی۔ پس وہ کافر اس جوان کو لے آیا اور اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا اور لڑکی کو اصل حال سے مطلع کر دیا، لڑکی نے کہا کہ میں اس کام کو کروں گی تو بے غم رہ، بس وہ جوان لڑکی کے ساتھ اس طرح رہا کہ دن بھر روزہ ہوتا اور رات بھر نوافل پڑھتا، یہاں تک کہ میعاد میں سے اکثر دن گزر گئے، اس کافر نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا، لڑکی نے کہا کہ میں یہ سمجھتی ہوں چونکہ اس کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں اس واسطے یہ ان کی نشانیوں کو دیکھ کر میری بات قبول نہیں کرتا لہٰذا تم بادشاہ سے کچھ مدت اور بڑھوا کر مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو، بادشاہ نے اس کے کہنے کے مطابق کچھ اور مدت بڑھا دی اور ان کو دوسرے شہر

میں بھیج دیا، وہ جوان وہاں بھی صائم الدحر اور قائم اللیل رہتا تھا حتیٰ کہ میعاد مہینہ میں سے تھوڑے دن باقی رہ گئے، ایک دن اس لڑکی نے اس سے کہا کہ اے شخص! تو جس پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہے وہ بڑا پروردگار ہے، بے شک تیرا دین سچا ہے اور میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں، تب اس نے اس لڑکی سے کہا کہ کسی حیلہ سے یہاں سے بھاگنا چاہیے، اُس لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں وہ ایک جانور لے آئی، پھر وہ دونوں سوا ہو کر وہاں سے چلے رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے، ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے گھوڑوں کے قدم کی آواز سنی جو دیکھا تو اس کے وہ دونوں بھائی جن کو دیگ میں ڈال دیا گیا تھا ان گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے جو ان کے پاس بھیجے گئے تھے، انہوں نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم دیگ میں ڈالے گئے اس میں جاتے ہی جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نکاح میں شریک ہونے کے لئے بھیجا ہے تاکہ تمہارا نکاح اس نوجوان عورت کے ساتھ کر دیں، الغرض ان دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے بھائی کا اس عورت سے نکاح کر دیا اس کے بعد وہ چلے گئے۔"

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

اول: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر مصائب کے وقت لفظ یا محمداہ پکارا کرتے تھے۔

دوم: بعض ان میں سے صائم الدھر اور قائم اللیل رہا کرتے تھے۔

سوم: جو دونوں بھائی شہید ہوئے تھے وہ پھر سے جنت سے دنیا میں اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور زندوں کی طرح ان کا نکاح کر کے چلے گئے۔

چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے

عن عمير بن الحباب السلمي قال أسرت أنا وثمانية معي في زمان بني أمية فأدخلنا على ملك الروم فأمر بأصحابي فضربت رقابهم ثم إني قدمت لتضرب عنقي فقام إليه بعض البطارقة فلم يزل يقبل رأسه ورجليه ويطلب إليه حتى وهبني له............ ثم انه جعل ابنة له من اجمل النساء تعويه و تفتنه عن دينه فلم تقدر عليه فدعتني إبنته ذات ليلة إلى بستان لها فقالت ما يمنعک مما عرض عليک أبي فقلت ما أترک ديني لإمرأة ولا لشيء قالت فتحب المكث عندنا أو اللحاق ببلادک فقلت الذهاب إلى بلادي قال فأرتني نجما في السماء وقالت لي سر على هذا النجم بالليل واكمن بالنهار فإنه يبلغک إلى بلادک ثم زودتني وانطلقت فسرت ثلاث ليال أسير بالليل وأكمن بالنهار فبينما أنا اليوم الرابع مكمن فإذا الخيل فقلت طلبت فأشرفوا علي فإذا أنا بأصحابي المقتولين على دواب ومعهم آخرون على دواب شهب قالوا عمير قلت عمير فقلت أو ليس قد قتلتم قالوا بلى ولكن الله بشر الشهداء وأذن لهم أن

يشهدوا جنازة عمر بن عبد العزيز فقال لي بعض الذين معهم ناولني يدك يا عمير فناولته يدي فأردفني ثم سرنا يسيرا ثم قذف بي قذفة وقعت قرب منزلي۔

ترجمہ: محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ عمی بن الحباب سلمی نے کہا کہ ہم آٹھ آدمی زمانہ بنی امیہ میں قید کئے گئے، پھر ہم کو شاہ روم کے پاس لایا گیا، بادشاہ نے ہمیں قتل کرنے کا حکم دیا، اسی وقت میرے ساتھی قتل کئے گئے پھر میں قتل کے واسطے لایا گیا تو ایک پادری نے کھڑے ہو کر بادشاہ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مجھے اپنے واسطے مانگا حتیٰ کہ بادشاہ نے مجھے اس کو بخش دیا، اور پھر اس نے اپنی ایک لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی مجھ پر تعینات کیا کہ وہ مجھے بہکائے اور مجھے دین اسلام سے پھیرے، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئی، ایک رات اُس لڑکی نے مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات کے قبول کرنے سے منع کیا ہے جو تجھ کو کہا جاتا ہے؟ بس میں نے کہا کہ میں اپنے دین کو عورت کے طمع یا اور کسی چیز کے لالچ سے نہیں چھوڑوں گا، پھر اس نے کہا کہ تو ہمارے پاس رہنا پسند کرتا ہے یا اپنے شہر کو جانا؟۔۔۔ میں نے کہا کہ اپنے شہر کو جانا،۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں پھر اس۔۔۔۔۔۔۔۔ نے ایک ستارہ مجھے دکھلایا اور یہ کہا کہ اُسی ستارے کے رُخ پر رات کو چلنا اور دن کو چھپ رہنا، یہ ستارہ تجھے تیرے شہر پہنچا دے گا، پس میں تین رات تک چلتا اور چوتھے روز چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک گھوڑوں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اب میں پکڑا گیا، پس وہ سب میرے پاس کھڑے ہوئے، دراصل وہ سب سوار میرے وہ ساتھی تھے جو شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سرخنک گھوڑوں پر تھے، عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ قتل نہیں کئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو روانہ کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے جنازہ پر حاضر ہوں، پھر ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ اے عمیر! اپنا ہاتھ مجھے دو، میں نے اپنا ہاتھ اس کو دیا اور انہوں نے مجھے ساتھ بٹھایا، پھر ہم تھوڑا چلے، پھر انہوں نے مجھے یکبار گی اتار دیا تو میں اپنے گھر کے پاس اترا۔ (ابن عساکر)[1]

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنے کے واسطے آئے اور ان مقتولوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے پر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چڑھا کر اُن کے گھر پہنچا دیا۔

[1] (شرح الصدور، ص ۸، ۹)

انبیاء علیہم السلام کی دعوات مستجابہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

للأنبياء عليهم السلام دعوات كثيرة مستجابة، وكذا استجيب لنبينا صلى الله عليه وسلم في مواطن كثيرة، لكن لكل نبي دعوة واحدة منبجسة من الرحمة التي هي مبدأ نبوته، فإنها إن آمنوا كانت بركات عليهم، وانبجس في قلب النبي أن يدعو لهم، وإن أعرضوا صارت نقمات عليهم، وانبجس في قلبه أن يدعو عليهم، واستشعر نبينا صلى الله عليه وسلم أن اعظم مقاصد بعثته أن يكون شفيعا للناس، وواسطة لنزول رحمة خاصة يوم الحشر، فاختبأ دعوته العظمى المنبجسة من أصل نبوته لذلک اليوم۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کی دعائیں بہت سے مقامات میں قبول ہوئیں لیکن ہر نبی کی دعا ایک ہی ہے، جس کی مظہر وہ رحمت ہے جو نبوت کی مبدا ہے، کیونکہ اگر وہ ایمان لائیں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ برکات ہو گی، اور نبی کے قلب میں یہ تحریک ہو گی کہ ان کے حق میں اپنی دعا کرے، اور اگر روگردانی کریں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ غضب ہو گی اور نبی کے دل میں یہ تحریک ہو گی کہ ان کے خلاف بد دعا کرے، اور ہمارے نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفاعت کریں تاکہ نزول رحمت کا ذریعہ ہوں خصوصاً قیامت کے روز، پس آپ ﷺ نے اپنی بڑی دعا جو آپ کی اصل نبوت سے ہے اس دن کے لئے مخفی رکھی۔[1]

اس تقریر سے انبیاء علیہم السلام کی تاثیر دعا کا ثبوت ملتا ہے، پس ایسے مستجاب الدعوات حضرات علیہم السلام سے توسل کیوں ناجائز ہو؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

لكل نبي دعوة قد دعا بها فاستجيب فجعلت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة۔

ترجمہ: ہر نبی کے لئے دعا ہے جو دنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو جزماً مقبول ہوئی وہ شفاعت ہے۔ (مشکوٰۃ)[2]

اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی اکثر دعائیں مقبول ہوئیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئی ہیں۔

---

[1] (حجۃاللہ البالغة، ج۲، ص ۲۰، الناشر: دار إحياء العلوم-بيروت لبنان)

[2] (الصحيح البخاری، ج۵، ص ۲۳۲۳، دار ابن کثير، اليمامة—بيروت) (صحيح مسلم كتاب الايمان باب اثبات الشفاعة قديمى كتب خانه كراچى ۱/ ۱۱۳)

ہر نبی کے لئے ایک دعا خاص ہے نبی کی مبدء نبوت سے جوش زن ہوتی ہے جس نبی کی امت ایمان لائی اس کے لئے بھلائی کی دعا کی جاتی ہے اور جس نے نافرمانی کی ان کے حق میں عذاب کی، دونوں حال میں یہ دعا تیر بہدف ہوتی ہے، ادھر زبان قلب سے نکلی ادھر مقبول ہوئی، لیکن رسول اللہ ﷺ کی خاص دعا یہی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کے شفیع ہوں پھر اس کے مقبول ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔

حضرت ﷺ کا فریادرس ہونا، جانوروں کا آپ ﷺ سے فریاد کرنا

عن أم سلمة: كان النبي صلى الله عليه و سلم في صحراء، فنادته ظبية، يا رسول الله، قال: ما حاجتك؟ قالت: صادني هذا الأعرابي، و لي خفشان في ذلك الجبل، فأطلقني حتى أذهب فأرضعهما و أرجع. قال: و تفعلين؟ قال: نعم. فأطلقها، فذهبت و رجعت، فأوثقها، فانتبه الأعرابي و قال: يا رسول الله، ألك حاجة؟ قال: تطلق هذه الظبية فأطلقها فخرجت تعدو في الصحراء، و تقول: أشهد أن لا إله إلا الله، و أنك رسول الله۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحرا میں تھے، ایک ہرنی نے نداء کی یا رسول اللہ ﷺ!، فرمایا: کیا حاجت ہے؟ عرض کیا مجھے ایک اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلالوں، پھر میں واپس آجاؤں گی، فرمایا: "تو ایسا کرے گی؟ عرض کیا ضرور، آپ نے اس کو کھول دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آگئی پھر اس کو باندھ دیا، اب اعرابی بیدار ہوا، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ حکم ہے؟ فرمایا: اس ہرن کو چھوڑ دے، اس نے ہرنی کو کھول دیا، وہ کلمہء شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ پڑھتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی۔[1]

غرض رسول اللہ ﷺ ہر ایک مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اور ہر ایک کی فریاد سنتے ہیں۔

چنانچہ روز النظیف میں ہے:

فاللہ اقسم ما اتاک منکسر　　　الا و اصبح منہ الکسر ینجبر

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی شکستہ حال نہیں پہنچا کہ اس کی شکستگی کی اصلاح نہ کی گئی ہو۔

و لا احتمی بحماک المحتمی فزعاً　　　الا و عاد بامن ملہ خضر

ترجمہ: اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ ﷺ کے دربار میں پناہ لی مگر امن و امان کے ساتھ واپس ہوا کہ اب اس کو کسی بدرقہ کی ضرورت نہیں۔

---

[1] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۱، ص ۲۱۷)

ولا اتاک فقیر الحال ذو امل الا وفاض من الاثر لہ نہر

ترجمہ: اور نہ آپ ﷺ کے پاس کوئی فقیر حال امیدوار حاضر ہوا مگر اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے نہر حوائج کی جاری ہو گئی۔

ولا اتاک امراء من ذنبہ وجل الا وعاد بعفو وھو مغتفر

ترجمہ: اور نہ آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈوبا ہوا آیا مگر وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا۔

ولا دعاک لھیف عند نازلۃ الا ولباہ منک العون والیسر

ترجمہ: اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو پکارا مگر آپ ﷺ نے جان بسے عون اور آسانی نے اس کو لبیک کہا۔

یارب صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک زانت بہ العصر

ترجمہ: اے پروردگار! اپنے حبیب ﷺ پر جس سے کہ زمانوں نے زینت پائی ہمیشہ ابدلآباد تک درود بھیج۔

انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام و صلحاء عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا انفلتت دابۃ احدکم فلیناد اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔ (رواہ البزار)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہئے کہ یوں پکارے:

اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔

مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

(۲) عن عتبۃ بن غزوان: عن نبي اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال: (اذا أضل أحدکم شیئا أو أراد أحدکم عونا و ھو بأرض لیس بھا أنیس فلیقل یا عباد اللہ أغیثوني یا عباد اللہ أغیثوني فان للہ عبادا لا نراھم) و قد جرب ذلک۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے ہیں کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔ (حصن حصین)

(نامی نے ایک دفعہ آزمایا اور صحیح پایا)۔

(۳) عن عبد اللہ بن مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: إذا انفلتت دابۃ أحدکم بأرض فلاۃ فلیناد: یا عباد اللہ احبسوا علي یا عباد اللہ احبسوا علي فإن للہ في الأرض حاضر سیحبسہ علیکم۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو یوں ندا کرے کہ اے اللہ کے بندو! روک دو، اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق زمین میں ہوتی ہے وہ اسے تمہارے لئے روک دے گی۔ (ابن السنی)[1]

(۴) عن بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ اعینونی یا عباد اللہ!۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، مدد کرو اے اللہ کے بندو۔[2]

---

[1] (المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۲۱۷)

[2] (ابن شیبہ، بزار)

اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ (رجال الغیب) کو غائب میں پکارنا شرک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی بھی ایسا نہ فرماتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال الغیب کو پکارنا جائز ہے ہاں باطل معبودوں اور بتوں کو پکارنا البتہ ممنوع اور شرک ہے۔

دیکھئے خود رسول اللہ ﷺ نے ندائے غیبیہ سے پکارنے اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کی کیسی صاف طور پر تعلیم فرمائی، کیا اب بھی کوئی ناسمجھ ایسے کلمات کو شرک کہہ سکتا ہے، کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر آیت ایاک نستعین نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی بھی ایسی تعلیم نہ دیتے۔ غرض ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک نہیں ہے بلکہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہے۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا، فتح پانا، بادلوں کا آنا

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا فيسقي بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب۔

ترجمہ: ابدال ملک شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے، انہی کی وجہ سے بادل لائے جاتے ہیں، انہی کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے، انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔[1]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات المفاتیح میں ایک حدیث ابن عساکر سے بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بهم يدفع البلاء عن هذه الأمة۔

ترجمہ: ان کی برکت سے اس امت سے بلا دفع کی جاتی ہے۔[2]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ اطیب النغم میں ارقام فرماتے ہیں:

وانت مجير من هجوم ململة　　　　اذا انشبت فى القلب شر المخالب

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ مصیبت کے حملہ آور ہونے کے وقت پناہ دینے والے ہیں جب وہ اپنے سخت پنجے قلب میں گاڑھ دے۔

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج١٨، ص ١٢٠)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج١٨، ص ١٢٠)

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولیاء اللہ کو ندا اور اُن سے استمداد جائز ہے

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الاعلان ارشاد فرماتے ہیں کہ تکالیف و مصائب کے وقت مجھ کو پکارو اور میرا توسل پکڑو تو تمہاری تکالیف اور حاجات بر آئیں گی۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الآثار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادی باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجته قضیت له و من صلی رکعتین یقرء فی کل رکعة بعد الفاتحه سورة الاخلاص احدی عشرة مرة ثم یصلی علی رسول اللہ ﷺ بعد السلام و یسلم علیه ثم یخطو الی جهة العراق احدی عشرة خطوة یذکر فیها اسمی و یذکر حاجته فانها تقضی۔

ترجمہ: جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔[1]

اس نماز کا نام صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ اسرار ہے یہ روایت ایسی صحیح اور مستند ہے کہ اس پر بڑے بڑے آئمہ و محدثین نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ:

(۱) شیخ مجد الدین شیرازی فیروزآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف قاموس نے روض الناظرین میں۔

(۲) شیخ محمد سعید زنجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نزہۃ الخواطر میں۔

(۳) شیخ شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روض الزاھر میں۔

(۴) امام عبد اللہ یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلاصتہ المفاخر میں۔

(۵) شیخ محمد یحیٰ التنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلائد الجواہر میں۔

(۶) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے زبدۃ الاسرار زبدۃ الآثار (مختصر بھجۃ الاسرار) میں۔

(۷) شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ ء قادریہ میں۔

---

[1] (بھجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲)

(۸) ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نزھۃ الخاطر الفاتر میں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس وظیفہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وقد جرب ذالک مراراً افصح۔

یعنی اور تحقیق یہ وظیفہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا صحیح اور درست نکلا۔

همه شیران جهاں بسته ایں سلسله اند
آں سگے کیست کہ بگسلد ایں سلسله را

ترجمہ: دنیا کے سارے شیر اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں ایسا کتا کون ہو سکتا ہے کہ اس زنجیر کو توڑ سکے؟

شیخ شہاب رملی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ندائے غیبیہ کو خطاب حاضر کرنا جائز فرماتے ہیں چنانچہ فتاوی شیخ الاسلام رملی انصاری میں ہے:

سئل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان! و نحو ذالک من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین و هل للمشائخ اغاثة بعد موتهم ام لا؟ فاجاب بما نصه ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والصالحین جائزة وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثة بعد موتهم۔

ترجمہ: شیخ الاسلام شہاب رملی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ عوام الناس جو مصائب کے وقت انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صالحین (اولیاء) سے فریاد کرتے ہیں، یا شیخ فلاں اور مثل اس کے کلمات کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور کیا مشائخ (اولیاء) وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء علیہم السلام و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء کرام و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے، اور انبیاء علیہم السلام و رسول علیہم السلام اور اولیاء و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔[1]

---

[1] (فتاوی جمال بن عمر مکی)

مردہ کی مدد زندہ کی امداد سے زیادہ قوی ہے

شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ گفت کہ حضرت شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی ہست یا امداد میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی است و من مے گویم امداد میت قوی است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق و در حضرت اوست۔ (بھجۃ الاسرار)

ترجمہ: شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟ جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا کہ بے شک! کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے براہ راست مدد مانگنا

توسل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام سے براہ راست مدد و اعانت مانگی جائے اور اپنا مقصود ان سے طلب کیا جائے مثلاً:

یا رحمۃ اللہ انی خائف وجل   یا نعمۃ اللہ انی مفلس عان

ترجمہ: اے اللہ کی رحمت! میں خوفزدہ اور تشویش ناک ہوں، اے اللہ کی نعمت! میں مفلس اور تکلیف زدہ ہوں۔

فکن امانی من شر الحیوٰۃ و من   شر الممات و من احراق جسمانی

ترجمہ: پس تم میری زندگی کے شر سے مجھے امن دلاؤ اور موت کے شر سے اور میرے جسم کو عذاب نار سے۔

یا محمد بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھ بے سروساماں کی مدد فرمایئے، اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتی امت بکف ھمت تست
اندریں ورطہ گم صدمہ طوفاں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ما گدایئم تو سلطان دو عالم شدہ   شاہ شاہاں مددے شاہ گدایان مددے

ترجمہ: ہم منگتے ہیں اور آپ دوجہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

عاصیم پُر گناھم سخت غریبے دارم

رحم فرماز غریبے غریباں مددے

ترجمہ: ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرائیے کچھ مدد کیجئے۔

شیئاللہ چوں گدائے مستمند　　　　المدد خواھم ز شاہ نقشبند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ عطا ہو کیوں کہ میں حاجت مند فقیر ہوں، میں شاہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔

امداد کن امداد کن از بند و غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

ترجمہ: اے غوث اعظم! ہاتھ کو تھامنے والے! مدد فرمایئے، مدد فرمایئے، غم اور قید سے رہائی دیجئے، دین و دنیا میں مجھے شاد فرمایئے۔

اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا توسل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے بلا خلاف جائز ہے، کیونکہ ارواح مقدسہ مدبرات سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ افعال اختیاریہ کو اچھی طرح کر سکتے ہیں، چنانچہ قاضی بیضاوی، امام رازی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور محی الدین ابن عربی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ندائے غائبانہ کر کے مرض فالج سے شفا پائی

منقول ہے کہ امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف بردہ شریف راستے میں جاتے ہوئے یکایک مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اس وقت ان کے ہمراہ نہ تو کوئی رفیق تھا اور نہ ہی کوئی اور مددگار تھا جو ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا، پس انہوں نے اسی حالت میں یہ قصیدہ بردہ تصنیف کیا جس کے دو شعر یہ ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه　　　　سواک عند حلول الحادث العمم

(آپ رسول اللہ ﷺ سے یوں التجا کرتے ہیں) کہ اے بزرگ ترین خلائق! میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔

ولن یضیق رسول اللہ جاھک بی　　　　اذا الکریم تجلی باسم منتقم

اور اے رسول! ﷺ آپ کی شان ہماری شفاعت کرنے سے کچھ کم نہ ہو گی، جس وقت اللہ تعالیٰ صفت انتقام سے ظہور فرمائے گا۔

الغرض جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا اور قصیدہ کو ختم کیا تو ان کو یک بیک نیند سی آگئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے ہیں اور میری حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ نے میرے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا، اور فالج کا نام ونشان تک نہ دیکھا۔

گمشدہ اونٹوں کی بازیافت یا غوث اعظم پکارنے سے

علامہ شیخ نورالدین شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ جبائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "میں ہمدان میں دمشق کے ایک شخص سے ملا اور وہ بشر قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شہر نیشاپور میں ملاقی ہوا، اس کے ہمراہ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے خوفناک جنگل میں جاکر رات گزاری جہاں کوئی شخص بھی خوف کے مارے ٹھہر نہیں سکتا تھا، غرض جب میں نے رات کے وقت اونٹوں کی پڑتال کرنی شروع کی تو چار اونٹ کم نکلے، میں نے ادھر اُدھر ان کی بڑی تلاش و تجسس کی مگر کہیں دستیاب نہ ہوئے، آخر میرے ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چل دیئے، صرف ایک ساربان میری خاطر ٹھہر گیا، اس نے بھی اونٹوں کے تلاش کرنے میں میری بڑی مدد کی، لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے غوث پاک کا ارشاد یاد آگیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ: "اگر تو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کرنا فوراً رفع ہو جائے گی"۔

میں نے اسی وقت با آواز بلند پکارا: "یاحضرت شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے اونٹ گم ہوگئے ہیں اللہ کے لئے میری مدد کیجئے"۔

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرق کی طرف ٹیلہ پر کھڑا ہے، جس کے کپڑے سفید براق ہیں، اس نے مجھے اشارے سے بلایا میں اسی وقت اُٹھ کر اس شخص کی طرف چل پڑا جب میں اس ٹیلہ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں نہ تو کوئی آدمی ہے اور نہ چرند پرند، اور وہ شخص بھی غائب تھا اسی حیرانی میں، میں نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے گمشدہ اونٹوں کو وہاں پایا۔۔۔۔۔۔۔ میں نے نہایت خوشی سے اونٹوں کو جاکر پکڑا اور ساربان کے حوالہ کیا، پھر ہم جلدی جلدی قدم اُٹھا کر قافلے کے ساتھ جاملے، قافلہ والوں نے دریافت کیا کہ اونٹ کس طرح ہاتھ آئے؟ میں نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ وہ ٹیلے والے شخص غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ وہ یاد کرنے پر حاضر ہو کر بتلا گئے، یہ واقعہ سن کر تمام قافلہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا

شیخ نورالدین شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھجۃالاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی رحمہ اللہ تعالیٰ ما سے مروی ہے کہ ہم بروز اتوار ۳/ صفر/ ۵۹۹ ہجری بغداد کے مدرسہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکا یک اُٹھ کر وضو کیا اور دو گانہ ادا کیا، پھر بڑے زور سے نعرہ مارا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی، پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں کو بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی غائب ہو گئی، پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن حاضرین میں سے کسی کو اس راز کے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی، لیکن تیئیس (۲۳) روز کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم نے غوث پاک کو نذر دینی ہے حضرت شیخ سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لی جائے، آپ نے فرمایا کہ ہاں لے لو، انہوں نے ایک سیر ریشم چند ریشمی کپڑے، تھوڑا سا سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز ۳/ صفر کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے بدو حملہ آور ہوئے انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئے، ہم بھی ان کے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر وہ مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، یکا یک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم غوث پاک سے فریاد کریں اور ان سے مدد مانگیں تو ہماری مشکل آسان ہو جائے گی، اور مال کے مل جانے پر کچھ حصہ نذر دیا جائے گا، غرض ہم نے باآواز بلند پکارنا شروع کیا: **یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المدد!**۔ تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوفناک آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اُٹھے، ہم نے خیال کیا کہ شاید لٹیروں پر اور زبردست ڈاکو حملہ آور ہو گئے ہیں، ابھی ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ چند آدمی دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آ کر کہنے لگے کہ چل کر اپنا تمام مال و اسباب گن کر لے لو اور جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ چل کر وہاں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، غرض انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے، ہم نے اس راز کا انکشاف کیا، جب لٹیروں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت دیکھی تو سب کے سب تائب ہو کر غوث پاک کی خدمت میں پہنچ کر بیعت مسنونہ سے شرف یاب ہوئے اور تھوڑی ہی عرصے میں حضرت کی توجہ سے سب کے سب ولی اللہ ہو گئے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست

دست او جز قبضۃ اللہ نیست

ترجمہ: شیخ کا ہاتھ اپنے غائب مریدوں کی مدد سے کوتاہ نہیں ہوتا کیوں کہ اُس کا ہاتھ دراصل اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

التماس

لو خبر میری خدارا غوث اعظم دستگیر — پھر رہا ہوں بے سہارا غوث اعظم دستگیر
ہو رہے ہیں ہم غریق بحر عصیاں المدد — ہاتھ پکڑو اب ہمارا غوث اعظم دستگیر
چھوڑ کر جاؤں کدھر میں آپ کو فرمایئے — ہے کہاں تم سا سہارا غوث اعظم دستگیر
کس کے در جاؤں پکاروں کس کو اے فریاد رس! — کون ہے تم بن ہمارا غوث اعظم دستگیر
آتش دوزخ جلا دے گی مجھے کیا تاب ہے — نام لیوا ہوں تمہارا غوث اعظم دستگیر
کون ہے جُز آپ کے دیگر مرا حاجت روا — دو مجھے اپنا سہارا غوث اعظم دستگیر
قبر میں پرسش کریں گے جب فرشتے آن کر — نام کہہ دوں گا تمہارا غوث اعظم دستگیر
پار اُس کا ہو گیا بیڑا بحکم ذوالجلال — آپ کو جس نے پکارا غوث اعظم دستگیر
ہوتی رہے ان کی تسلی دستگیر بے کساں — رات دن پڑھتے ہیں جو غوث اعظم دستگیر

حضرت نجم الدین علیہ الرحمہ کا امام رازی کو غائبانہ امداد دینا

ایک روز حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ حسب معمول وضو کر رہے تھے اور آپ کا ایک مرید پانی ڈال رہا تھا کہ یکایک آپ بے خیال ہو گئے حتیٰ کہ ایک ہاتھ کے دھونے میں تین لوٹے پانی صرف ہو گیا، اسی اثناء میں آپ نے ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور کہا کہ:

"کیوں نہیں کہتے ہم بغیر دلیل خدا کو واحد مانتے ہیں"۔

کیونکہ خدا بدیہات میں سے ہے، اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

یہ کلمات سُن کر آپ کا مرید اور بھی متعجب ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا آج کیا بات تھی آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے خرچ کر دیئے حالانکہ تمام وضو کے لئے صرف ایک لوٹا خرچ ہوا کرتا تھا، اور نیز آپ نے اف معمول ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا؟ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نزع کی حالت میں ہیں اور شیطان نے ان کو تنگ کر رکھا ہے وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ خدا کی ہستی کی دلیل کیا ہے؟

آپ نے یکے بعد دیگرے ایک سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں وہ سب کو رد کرتا جاتا تھا، حتیٰ کہ ایک دلیل باقی رہ گئی، قریب تھا کہ وہ لاجواب ہو کر کافر ہو جاتے، ان کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کے سینہ کی طرف چھینک کر کہا کہ تم یہ کہو کہ میں بے دلیل خدا کو مانتا ہوں، چنانچہ اسی وقت انہوں نے شیطان کو یہی جواب دیا وہ یہ سن کر بھاگ گیا، آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز کے لئے امام صاحب میری ملاقات کے لئے آئے تھے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: اولیائے کرام کے ساتھ کچھ وقت کی مجلس سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

چند قصائد و اشعار بمضمون ندائے غائبانہ

ذیل میں ہم چند قصائد و اشعار اکابر امت کے لکھے ہوئے نقل کرتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے غائبانہ استغاثہ و استمداد کی گئی ہے، یہ کلام ان لوگوں پر حجت ہے جو نداء غائبانہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔

(۱) قصیدہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بنام قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم:

تطلبت هل من ناصر او مساعد — الوذُبه من خوف سوء العواقب

میں نے تلاش کی کہ کیا کوئی مددگار یا دستگیر ہے جس سے میں انجام امور کی خرابی سے پناہ لوں۔

فلست ارى الا الحبيب محمدا — رسول الاله الخلق جم المناقب

تو مجھے کوئی نظر نہ آیا مگر پیارے محمد ﷺ جو خدائے عالم کے رسول ﷺ ہیں اور بڑی صفات والے ہیں۔

و معتصم المكروب فی كل غمرة — و منتجع الغفران من كل تائب

اور مصیبت زدہ کا سہارا ہیں ہر مشکل میں، اور ہر تائب کے لئے مغفرت تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

ملاذ عباد الله ملجا خوفهم — اذا جاء يوم فيه شيب الذوائب

آپ اللہ کے بندوں کے لئے جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع، جب وہ دن آئے گا جس میں سر کے بال سفید پڑ جائیں گے۔

و احسن خلق الله خلقا و خلقة — و انفعهم للناس عند النوائب

اور اللہ کی ساری مخلوق سے خلق اور پیدائش میں اچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مصائب میں نفع رساں ہیں۔

و انفعهم للناس عند النوائب — و يا خير مامول و يا خير واهب

اور اے اللہ کی مخلوق میں سب سے اچھے! آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت ہو، اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے امید کی جاتی ہے اور اچھے عطا کرنے والے۔

و يا خير من يرجىٰ لكشف رزية — و من جوده قد فاق جود السحائب

اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے مصیبت دفع کرنے کی امید کی جاتی ہے، اور وہ کہ جن کی بخشش بادلوں کی بارش سے بڑھ کر ہے۔

وانک اعلی المرسلین مکانۃ　　وانت لھم شمس وھم کالثواقب

اور بے شک آپ تمام پیغمبروں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں، اور آپ ان کے لئے آفتاب ہیں اور وہ ٹوٹنے والے تاروں کی مثل ہیں۔

وانت مجیری من ھجوم ملمۃ　　اذا نشبت فی القلب شر المخالب

اور آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں حادثہ کے ہجوم سے جب اس نے دل میں سخت پنجے گاڑھے ہوئے ہوں۔

فما انا اخشی ازمۃ مدلھمۃ　　وما انا من ریب الزمان براھب

بس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں، اور نہ میں زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فانی منکم فی قلاع حصینۃ　　وحد حدید من سیوف المحارب

کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں اور جنگجو (محافظ) کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

(۲) تخمیس بر وصیدہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

از مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

تقضیٰ شباب العمر فی غفلتی سدٰی　　وما زلت فی قید المعاصی مقیدا

زندگی کا شباب میری غفلت میں رائیگاں تلف ہو گیا اور میں ہمیشہ گناہوں کی قید میں گرفتار رہا۔

ولم اذخر للذنب عذرا اممھدا　　فلست ازی الا الحبیب محمدا

اور میں نے گناہ کے لئے کوئی باقاعدہ عذر نہ تیار کیا پس میں کسی کو مددگار نہیں دیکھتا مگر پیارے محمد ﷺ کو۔

رسول الٰہ الخلق جم المناقب

جو خداوند مخلوقات کے پیغمبر ہیں بڑی صفات والے ہیں۔

مدار وجود الکون فی کل لحظۃ　　ومفتاح باب الجود فی کل عسرۃ

آپ ہر وقت وجود کائنات کے مدار ہیں ہر تنگی میں بخشش کے دروازے کی کلید ہیں۔

ومتمسک الملھوف فی کل شدۃ　　ومعتصم المکروب فی کل غمرۃ

اور ہر سختی میں مغموم کا سہارا ہیں اور ہر مشکل میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں۔

ومنتجع الغفران من کل تائب

اور ہر توبہ کرنے والے کے لئے بخشش تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

ومقصد اھل اللہ کعبۃ طوفھم　　ومشبعھم من برہ ملاجوفھم

اور اہل اللہ کا مقصد ہیں، ان کے طواف کا کعبہ ہیں اور اپنے احسانات سے ان کو گرسنگئ شکم کے وقت پر کر دینے والے ہیں۔

الیہ اشار وافی عسادھم وسوفھم　　　ملاذ عباد اللہ ملجا خوفھم

لوگ اپنی امیدوار توقع میں انہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ بندگان خدا کی جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع۔

اذا جاء یوم فیہ شیب الذوائب

جب وہ دن آئے گا جس میں بال سفید پڑ جائیں۔

الیک تمد العین حین ضراعة　　　وفیک یفر الخلق من ھول ساعة

عاجزی کے وقت میں آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے اور قیامت کے خوف سے مخلوق آپ ہی کی طرف دوڑتی ہے۔

ویرجو نداک العم کل جماعة　　　وانت شفیع یوم لا ذو شفاعة

اور ہر جماعت آپ ہی کی وسیع بخشش کی امیدوار ہے اور آپ شفاعت کرنے والے ہیں اس روز جب کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہو گا۔

بمغن کما اثنیٰ سواد بن قارب

کافی نہیں جیسے سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

بلیت باحزان تطول معمة　　　وفترة عزم فی امور مھمة

میں غموں میں مبتلا ہوں جو لمبے ہیں وسیع ہیں اور ضروری معاملات میں سختی میں مبتلا ہوں۔

فانت الذی ارجوہ فی کشف غمة　　　وانت مجیری من ھجوم ملمة

پس آپ ہی ہیں جن سے رفع غم کی امید رکھتا ہوں اور آپ حادثہ کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں۔

اذا انشبت فی القلب شر المخالب

جب وہ قلب میں سخت پنجے گاڑھ دے۔

وان کنت لا ارعی عھودا و ذمة　　　ولا امن الشیطٰن شرا و لمة

اور اگرچہ میں عہد و پیمان کو نباہ نہیں سکتا اور شیطان کی برائی اور وسوسہ سے امن میں ہوں۔

فمازلت ارجو من جنابک ھمة　　　فما انا اخشیٰ ازمة مدلھمة

تاہم میں ہمیشہ حضور سے توجہ (ودعا) کا امیدوار ہوں، پس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں۔

وما انا من ریب الزمان براھب

اور نہ زمانے کی گردش سے خائف ہوں۔

فلو قطعونی کل عرق و لینة　　　وقاربت وسط البحر غرق سفینة

پس اگر میری رگ رگ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے اور منجدھار میں یوں کشتی ڈوبنے لگے۔

فما زلت خو فا عن مقام سکینة　　　فانی منکم فی قلاع حصینة

تو بھی میں اطمینان کے مقام سے سرکنے والا نہیں، کیونکہ میں آپ ﷺ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں۔

وحد حدید من سیوف المحار

اور اس محافظ جنگجو کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

(۳) قصیدہ ہمزیہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ ہمزہ میں تحریر فرماتے ہیں:

واخر ما لمادحہ اذا ما　　　احس العجز عن کنہ الثناء

ترجمہ: اور آپ ﷺ کا مداح سراجب حقیقت مدح سے (اپنا) عجز محسوس کرے تو اس کا آخری حیلہ یہ ہے کہ:

لینادی ضارعا بخضوع قلب　　　وذل وابتہال والتجاء

نہایت مشتاق ہو کہ خضوع دل سے اور خاکساری وزاری اور التجاء کے ساتھ ندا کرے۔

رسول اللہ یا خیر البرایا　　　نوالک ابتغی یوم القضاء

رسول اللہ ﷺ کو کہ اے مخلوق سے افضل! میں قیامت کے روز آپ کی بخشش کا خواہاں ہوں۔

اذا ما حل خطب مدلھم　　　فانت الحصن من کل البلاء

جب کوئی تاریک حادثہ آپڑے تو ہر بلا سے آپ ﷺ ہی (امن کا) قلعہ ہیں۔

الیک توجھی وبک استنادی　　　وفیک مطامعی وبک ارتجائی

آپ ہی کی طرف میری توجہ اور سہارا ہے اور آپ ہی سے میری امید وابستہ اور آپ ہی سے مجھے توقع ہے۔

(۴) شاہ والی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں

فاغثنا یا من ھو الغوث والغیث　　　اذا اجھد الوری اللداء

پس فریادرسی کرو ہماری اے وہ! جو فریادرس اور باران رحمت ہیں، جب تنگ کر دیا خلق کو سختی نے۔

والجواد الذی بہ تفرج　　　الغمة عنا و رکشف الحوباء

اور وہ جوانمرد ہیں جن کے ہاتھوں دور ہوتا ہے غم ہم سے اور کھل جاتا ہے قلب۔

(۵) از یحییٰ صرصری رحمہ اللہ تعالیٰ

جو اقران مجد الدین جد تقی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جن کو ابن تیمیہ نے کتاب انتصار میں لکھا ہے:

الفقیہ الصالح صاحب الشعر المشہور۔

یعنی وہ ایک نیک فقیہ شاعر ہیں جن کے شعر مشہور ہیں۔

اور حضرت ابن اخبب رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں لکھا ہے:

و مدائحہ سائرۃ و کان حسان وقتہ۔

یعنی ان کے نعتیہ قصائد مشہور ہیں اور اپنے زمانہ کے حسان ہیں۔

الا یا رسول اللہ انت وسیلتی — الی اللہ ان ضاقت بمارمت حیلتی

ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ میرے وسیلہ ہیں اللہ کی طرف، اگر میرے مقصد کی طرف میرا حیلہ قاصر ہے۔

و انت نصیری فی خطوب تتابعت — علی و ذخری عند فقری و عیلتی

اور آپ ﷺ میرے مدد گار ہیں حوادث میں جو لگاتار آئیں مجھ پر اور میرے کام آنے والے ہیں میری محتاجی و تنگدستی میں۔

ایک دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

یا سیدی یا رسول اللہ یا سندی — فی کل خطب ثقیل موجع الم

اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول ﷺ! اے میرے سہارا! ہر بھاری حادثہ اور دردناک تکلیف رساں میں۔

فاستغفر اللہ لی یا من اذا نزلت — لی شدۃ انجو فیہ من النقم

بس میرے لئے اللہ تعالی سے بخشش مانگو جب مجھ پر سختی نازل ہوئی تاکہ میں عتاب سے چھوٹ جاؤں۔

(۳) وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے جواز کی تحقیق

بعض لوگ وظیفہ **یا شیخ سید عبدالقادر شیئاً للہ** کا پڑھنا کفر و شرک کہتے ہیں، حالانکہ تمام محققین صوفی مشرب علماء و صلحاء اس وظیفہ کو مصائب و تکالیف اور قضائے حاجات کے واسطے پڑھنا اکسیر فرماتے ہیں، حقیقت میں اگر عقل سلیم سے غور کیا جائے تو پھر شرک کا احتمال جاتا رہتا ہے۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ: کے لغوی معنی یا شیخ! یعنی اے بزرگ! عبدالقادر، یعنی بندہ قادر، جیلانی یعنی جیلان (گیلان) کے رہنے والے، شیئاًللہ، یعنی کوئی چیز خدا کے واسطے یعنی "فی سبیل اللہ" اور "اکراماًللہ" دیجئے۔ مطلب یہ ہوا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی فی سبیل اللہ کوئی چیز عطا فرمائیے۔

خود منکرین شیئاً کہنے کے مرتکب ہیں

منکرین کو بھی منبروں اور پلیٹ فارموں پر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اس درویش اور فقیر کو للہ روٹی دو، کپڑا دو، کرایہ دو، فلاں مولوی صاحب کی امداد کرو، علی ہذا انجمنیں بھی یہی کہتی ہیں کہ یتیموں کی للہ امداد کرو، طالب علموں کی مدد کرو، غرضیکہ ہر قوم اور ہر فرقہ شیئاً للہ کہتا ہے، مگر فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ فارسی، اردو، پنجابی اور عربی میں کہتے ہیں، لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے، حالانکہ شرک نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں، نہ اردو میں اور نہ ہی پنجابی وغیرہ میں۔

رفع اشتباہ

غرض شیئاً للہ کہنے میں کسی طرح کا بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کا پڑھنے والا نہ تو حضرت غوث پاک کو خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا، نہ خدا کا شریک، نہ مختار ذاتی، نہ متصرف کلی و جزئی، بلکہ ہر وقت عبد القادر یعنی اللہ کا بندہ جانتا ہے، اور سوال بھی بلفظ للہ پیش کرتا ہے، اور آپ کا دور سے بھی باذن اللہ جانتا ہے اور آپ امداد فرمائیں تو اس امداد کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتا ہے پھر بھلا عقل سلیم والا اس وظیفہ کو کس طرح شرک کہہ سکتا ہے۔

مولانا روم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبوہ　　　کاں سبو را ھم مدد باشد زجو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پان کی مدد) ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواہ از خور　　　نور مہ ھم آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

علامہ خیر الدین رملی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ درباره جواز یا شیخ عبد القادر الخ

علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ جو علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف در مختار کے استاد ہیں وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاًللہ کو جائز فرماتے ہیں۔

چنانچہ فتاوی خیریہ میں ہے:

سئل فی دمشق عن الشیخ الصماوی فیمااعتاده السادة الصوفیة من حلق الذکر الجهریة فی المساجدمن الجماعة ورثواذلک من آبائهم واجدادهم والصادرة عن ذوی المعارف الالهیة کالقادریة والسعدیة ویقولون "یاشیخ عبدالقادریاشیخ احمدالرفاعی شیئاللہ" ونحو ذلک ویحصل لهم فی اثناءالذکر وجدعظیم۔

ترجمہ: دمشق میں شیخ خیر الدین رملی سے شیخ ابراہیم صماوی کی طرف سے سوال کیا گیا دربارہ عادات صوفیہ کے کہ حلقہ میں وہ ذکر جہر مساجد میں کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے آباو اجداد سے ورثہ میں پایا ہے اراشعار صوفیہ جو اہل معارف الٰہیہ مثلاً قادریہ وسعدیہ سے انہوں نے لئے ہیں پڑھتے ہیں اور وہ "یا شیخ عبدالقادر" "یا شیخ احمد رفاعی شیئاً للہ" وغیرہ کہتے ہیں اور اثنائے ذکر میں ان کو وجد عظیم ہوتا ہے۔

اجاب بعدماذكران حقيقة ماعليه الصوفية لاينكرهاالاكل نفس جاهلة غبية وبعدماذكرجوازحلق الذكروالجهرية وانشادالقصائدوالاشعارفى المسجدبماصورته واماقولهم ياشيخ عبدالقادرفهونداءواذااضيف اليه شيئالله فهوطلب شئى اكرامالله فهوجائزولايجوزالاغتراربقول من انكره اونقله من الوهبانية نظراالى ان معناه اعط الله شيئاوهذاالمعنى لايجوزقطعاوعلى هذانقل صاحب الدرالمختارغيرجوازه ، والحال انه لايختلج ببال احدمن المسلمين ان الله فقيراعطه شيئانعوذبالله من ذلك بل معناه الصحيح لتلك الكلمة اعطنى شيئالوجه الله اواكراما لله وهذاجائزوصحيح ونظيره فى القرآن معمول وموجودفان لله خمسه وللرسول وقدرده يعنى صاحب الدرالمختارفى هذاالقول جمع كثيرمن الفقهاءمنهم خيرالدين الرملى استاذه فى الفتاوىٰ الخيرية من هامش الفتاوى الحامدية فى الجزءالثانى "مطبوعة مصرص ٢٨٢ ،وفى ردالمختارللعلامة الشافى فى الجزءالثالث ان يقول اردت ان اطلب شيئااكرامالله تعالى ان قصدالمعانى الصحيح فانه لابأس به هكذافى طوالع الانوارشرح الدرالمختارالشيخ محمدعابدسندهى ثم المدنى وفى الطحطاوى على الدرالمختار"۔

ترجمہ: جواب (شیخ خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ نے) اس ذکر کے بعد کہ صوفیاء کے دستور العمل اور مشرب کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کا نفس جاہل و غبی ہے، اس کا ذکر کے بعد کہ ذکر و جہریہ کے حلقے اور قصائد و اشعار کا پڑھنا مسجد میں جائز ہے جواب دیا، جس کی صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یا شیخ عبد القادر کہنا محض ندا ہے اور جب اس ندا کے ساتھ شیئاً للہ لگایا جائے تو اس کا مطلب کسی چیز کا بوجہ اللہ طلب کرنا ہے اور یہ جائز اور درست ہے اور اس شخص کے قول سے دھوکا کھانا درست نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے، یا اس کو وہبانیہ سے نقل کرتا ہے اس خیال سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو کچھ دو حالانکہ یہ معنی قطعاً درست نہیں اسی لئے اس کلمہ کا عدم جواز صاحب در مختار نے نقل کیا، حالانکہ کسی مسلمان کے دل میں ایسے معنی نہیں گزرتے کہ اللہ محتاج ہے اس کو کچھ دو (نعوذ باللہ من ذالک) بلکہ اس کلمہ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مجھ کو کوئی چیز برائے خدا، یا باکرم خدا عطا کرو، اور یہ معنی حق ہیں اور جائز ہیں اور اس کی نظیر قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہے، مثلاً:

فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (الانفال ۴۱)

"تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول ﷺ کا"۔

اور صاحب در مختار کی اکثر فقہاء مثلاً علامہ خیر الدین رملی، علامہ شامی، محمد عابد سندھی اور طحطاوی وغیرہ نے معنی اول کے سمجھنے میں تردید کی ہے، چنانچہ فتاوی حامدیہ (فہریہ) جلد دوم صفحہ / ۲۸۲، اور رد المختار شرح در المختار جلد / سوم میں ہے کہ کسی چیز کا اکراماًللہ طلب کرنا صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے اسی طرح طوالع الانوار شرح در مختار شیخ محمد عابد سندھی ثم المدنی اور طحطاوی شرح در مختار میں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواز

کتاب دعوت الحق میں لکھا ہے:

هذا ما حققه الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوى فى كتابه المسمى بتوصيل المريد المشهور بدعوة الحق فى اختتام شبر الاسماء الالٰهية و مما يستحفظ و يستعصم و يتمسك هذا العبد فى قراءة هذه الاحزاب ان يقراء عند اول كل شبر هذه الصيغة من الصلوٰة "اللهم صل على سيدنا محمد صلوٰة تنجينا من جميع الاهوال و الآفات الخ" ويستحضر جمال الحضرة النبوية ويلتجى اليها و كمال الحضرة الالٰهية ويستعين بهامن جميع الاٰفات ثم يقول هٰذه الكلمة عشر مرات فصاعدًا يا شيخ عبد القادر شيئا لله ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يشرع ويقول بعد تمام كل شبر اٰمين اللهم صل علٰى محمد و اله و صحبه و سلم ثلٰثا يا شيخ عبد القادر شيئا لله ثلٰثا ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يشرع فى شبر اٰخر و هذا اعتصام هذا الحزم عندى بالهام الله سبحانه و الله الحفيظ۔

ترجمہ: یہ وہ وظیفہ ہے جس کی تصدیق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب توصيل المريد الى المراد مشهور به دعوة الحق میں اسمائے الٰہیہ کے شبر کے شروع میں جس چیز کے ساتھ حفاظت چاہتا اور امن طلب کرتا اور سہارا پکڑتا ہے وہ درود شریف کا یہ صیغہ ہے کہ: اللهم صل على سيدنا محمد صلوٰة تنجينا من جميع الاهوال و الآفات الخ اور اس وقت حضور ﷺ کا جمال حاضر فی الذہن کرکے اور اس کی پناہ چاہے اور جناب الٰہی کا کمال متحضر کرے اور اس کی پناہ لے تمام آفات سے، پھر یہ کلمہ دس یا زیادہ مرتبہ کہے کہ: يا شيخ عبد القادر شيئاً لله پھر پڑھے بسم الله الرحمٰن الرحيم پھر شروع کرے اور ہر شبر کے خاتمے پر آمين اللهم صل علىٰ محمد و اله و صحبه و سلم تین مرتبہ کہے، يا شيخ عبد القادر شيئاًلله تین مرتبہ، پھر کہے بسم الله الرحمٰن الرحيم پھر دوسرا شبر شروع کرے اور یہ اسی حزب کا اعتصام ہے۔ میرے نزدیک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا الہام ہے اور اللہ حافظ ہے۔

وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاًللہ

قال الشيخ المحقق عبد الحق المحدث الدهلوى البخارى رحمه الله تعالىٰ فى كتاب دعوة الحق و عبارته "اقول بعد اتمام هذا الدعاء يا شيخ عبد القادر الجيلى الحسنى الحسينى شيئا لله ثلٰثا او فصاعدًا۔

ترجمہ: حضرت شیخ المحقق عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب دعوت الحق میں فرماتے ہیں اور ان کی عبارت یہ ہے، ''اس دعاء کے خاتمہ پر میں یہ کہتا ہوں **یا شیخ عبدالقادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئاً للہ** تین مرتبہ یا اس سے زیادہ۔

وحضرت شیخ عبدالحق دھلوی در رسالہ ضرب الاقدام می نویسند چوں فقیر در سفر حرمین الشریفین در کشتی بودم کہ اکثر اھل آں کشتی در برداشتن لنگر کشتی یاد نام حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میکردند فقیری راشنیدم کہ بایں کلمات مشغول بود، یا گیلانی شیئاًللہ، یا جیلانی شیئاًللہ۔۔۔ یا شیخ عبد القادر شیئاًللہ۔

ترجمہ: اور شیخ ممدوح اپنے رسالہ ضرب الاقدام میں لکھتے ہیں کہ جب فقیر حرمین شریفین کے سفر میں کشتی میں بیٹھا تھا تو اس کشتی کے اکثر مسافر کشتی کا لنگر اٹھانے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یاد کرتے تھے ایک فقیر کو میں نے سنا جو ان کلمات میں مشغول تھا:

یا جیلانی شیئاً للہ، یا جیلانی شیئاً للہ، یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

وحضرت شاہ ابوالمعالی وادری لاھوری کہ عالم وفاضل صوفی کامل عالم عامل در وقت خود بے نظیر بودند و داد محبت و عشق حضرت سید الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادند مریداں و تلمیذان خود را بخواندن یا شیخ عبد القادر شیئاًللہ ھزار بار وصیت میفرمودند۔

ترجمہ: اور حضرت شاہ ابو المعالی قادری لاہوری جو عالم و فاضل صوفی کامل اور عالم عامل اپنے وقت میں لاثانی تھے اور حضرت سید الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت کی داد دیتے تھے، اپنے مریدوں اور شاگردوں کو ''یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ'' ہزار بار پڑھنے کی وصیت کیا کرتے۔

شیخ شہاب الدین شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی تلمیذ بلا واسطہ مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ماکہ محدث وفقیہ بود در طبقات در ذکر سید احمد بدوی می آرد کہ عادت اھل مصر وغیرہ ھمیں بود کہ سید احمد شیئاًللہ۔

ترجمہ: حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی جو مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ما کے شاگرد بلاواسطہ ہیں جو محدث وفقیہ تھے طبقات کے اندر سید احمد بدوی کے ذکر میں بیان فرماتے ہیں کہ اہل مصر وغیرہ کی عادت ایسی تھی کہ سید احمد کے ساتھ استغاثہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: یا سید احمد شیئاً للہ۔

ودر رسالہ حامیہ کہ تصنیف خلف الصدق خواجہ باقی باللہ قدس سرہ در مناقب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ می نویسند کہ زیادہ ازیں چہ منقبت ایشاں خواہد بود کہ عوام وخواص حرمین الشریفین یاد آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقب یاد حضرت رسالت مآب ﷺ میکنند در پیش آمدن مہم ہر کار بعد از التجاء بدرگاہ رسالت ﷺ از و استعانت جویند و ساکنان حرمین بخواندن شیئاًللہ یا شیخ عبد القادر مخصوص وملتزم اند۔

ترجمہ: اور رسالہ حسامیہ میں جو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے فرزند کی تصنیف ہے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ زیادہ اس سے کیا منصب ان کا ہوگا کہ حرمین شریفین کے عوام وخواص آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد رسالت مآب ﷺ کی یاد کے بعد کرتے ہیں، اور ہر کام کی مہم پیش آنے کے وقت رسالت مآب ﷺ کی درگاہ میں التجاء کے بعد ان سے استعانت کرتے ہیں اور حرمین شریفین کے باشندے شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر کے پڑھنے میں مخصوص و ملتزم ہیں۔

محب رسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت کر سکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہو سکتا ہے

حضرت مولانا علی القاری در شرح حدیث عرضت علی صلوتہ نوشتہ ای بالمکاشفۃ او بواسطۃ الملائکۃ۔

(۱) ونیز شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ در کتاب انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء بحدیث صحیح اثبات کردہ کہ آنحضرت ﷺ را در عالم برزخ وجود سمع خارق عادت ست کہ از اطراف درود بعید الارجاء نداء و آواز صلوٰۃ وسلام و نیاز اھل راز میشنوند۔ چنانکہ آنحضرت ﷺ در دار دنیا بسمع خارق عادت ممتاز بودند۔

(۲) وھذا عبارتہ قدس سرہ ان اللہ یرد علیہ سمعہ الخارق للعادۃ بحیث یسمع سلام المسلم وان بعد نظرہ وقد کان لہ ﷺ فی الدنیا حالۃ یسمع فیھا سمعاً خارقاً للعادۃ بحیث کان یسمع اطیط السماء و حالہ ﷺ فی البرزخ کحالہ فی الدنیا سواء (انتہیٰ)

(۳) در مشکوٰۃ از ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ۔

(۴) در بعض احادیث وارد گشتہ کہ آنحضرت ﷺ درود وسلام بے واسطہ از دور استماع می نمایند چنانچہ شیخ سید سلیمان جزولی کتاب ''دلائل الخیرات'' روایت کردہ:

قیل لرسول اللہ ﷺ ارئیت صلاۃ المصلی علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالھما عندک؟ فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی واعرفھم الحدیث در مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات گفتہ'' وظاھر الحدیث انہ ﷺ یسمع صلوٰۃ اھل محبتہ سواءﷺ المحب لہ عند قبرہ او نائباً عنہ بعیدمنہ۔

(۵) در مشکوٰۃ شریف آوردہ کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﷺ گفت شنیدم کہ رسول خدا ﷺ فرمود: صلو علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم، رواہ النسائی قال ابن حجر ورواہ احمد فی مسندہ وابوداؤد وصححہ النووی فی الاذکار۔

(۶) دریں جا تسلیہ و تبشر است مر مشتاقاں را اگر بسبب دوری ضروری از سعادت قرب صوری محروم باشند باید کہ از توجہ وحضور قلبی غافل نباشند وخودرا از ساحت حضور دور خیال نکنند۔

یکساں بہ پیش مہر بود قرب وبعد خاک

کو ذرہ پرور است بہر شہر وھر دیار

درراہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست

می بینمت عیاں ودعامی فرستمت

مصرعہ:

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

ترجمہ: حضرت مولانا علی القاری نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہ عرضت علی صلوٰتہ لکھا ہے کہ یعنی مکاشفہ کے ساتھ یا بذریعہ ملائکہ۔

(۱) اور نیز شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب انتباہ الاذکیا فی حیات الانبیاء میں حدیث صحیح سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے عالم برزخ میں شنوائی کا وجود خارق عادت ہے کہ تمام دور دراز کی طرفوں سے درود اور نداء، آواز صلوٰۃ وسلام کا اور نیاز اہل راز کا سُن لیتے ہیں، جیسے کہ آنحضرت ﷺ دنیا کے اندر شنوائی کے خارق عادت سے ممتاز تھے۔

(۲) اور یہ ان کی عبارت ہے اللہ ان کے راز کو پاک کرے "اللہ تعالیٰ آپ کو شنوائی بطور خرق عادات واپس دے دیتا ہے، چنانچہ آپ مسلمان کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ آپ کی نظر سے دور ہو اور آنحضرت ﷺ کی حالت دنیا میں ایسی تھی کہ آپ ﷺ اس میں بطور خرق عادات سنتے تھے، یہاں تک کہ آسماں کی چرچر کی آواز سن لیتے، آنحضرت کا حال برزخ ایسا ہی ہے جیسے دنیا میں تھا، انتھٰی۔

(۳) اور مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سن لیتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۴) اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ درود و سلام بلا واسطہ دور سے سن لیتے ہیں جیسے شیخ سید سلیمان جزولی علیہ الرحمہ نے کتاب دلائل الخیرات میں روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ان لوگوں کو درود کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو آپ ﷺ سے غائب ہیں اور جو آپ ﷺ کے بعد پیدا ہوں گے آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا میں اپنے اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں آخر حدیث تک، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے اہل محبت کا درود سن لیتے ہیں خواہ آپ کا محب آپ ﷺ کی قبر کے پاس پڑھے یا آپ ﷺ سے دور فاصلے پر رہ کر پڑھے۔

(۵) مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: تم اپنا درود مجھ پر پڑھو وہ مجھ تک پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے اذکار میں روایت کیا ہے اور نووی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۶) یہاں تسلی وبشارت ہے خاص مشتاقوں کو، سو اگر وہ مجبوراً دوری کے سبب سے ظاہری مراتب کی سعادت سے محروم ہیں تو چاہیئے کہ قلب کے حضور و توجہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو قدم حضور سے دور نہ سمجھیں کیونکہ درود و سلام کے وسیلے اور اس کے پہنچ جانے کی بدولت وہ آنحضرت ﷺ کی طرف قریب ہیں۔

یکساں بہ پیش مہر بود قرب وبعد خاک

کو ذرہ پرور است بہر شہر وہر دیار

ترجمہ: سورج کے آگے خاک کا قرب وبعد یکساں ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر شہر وملک میں ذرہ پرور ہے۔

در راہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست　　می بینمت عیاں ودعامی فرستمت

ترجمہ: عشق کی راہ میں قرب وبعد کا مرحلہ نہیں ہے میں آپ کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور آپ کی طرف دعا بھیج دیتا ہوں۔

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

جب روحانی قرب ہو تو مکانی دوری معمولی بات ہے۔[1]

(۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی در جلد ثانی اخیر مدارج النبوۃ می فرمایند:
وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی ست بجناب محمدی وآں نیز دو قسم ست: قسم اول دوام استحضار آں صورت بدیع المثال اگر ہستی تو کہ بتحقیق دیدہ وقتی از اوقات در خواب و تو مشرف شدہ بداں پس استحضار کن صورتے راکہ دیدہ کہ دیدہ در منام۔

(۲) و اگر ندیدہ ہرگز و مشرف نشدہ بآں و استطاعت نداری کہ استحضار کنی آں صورت موصوفہ ایں صفات رابعینہا ذکر کن اورا و درود بفرست بروئی ﷺ وباش درحال ذکر گویا حاضر است پیش درحالت می بینی و می شنود کلام ترا زیرا کہ متصف است بصفات اللہ تعالٰی ویکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی مر پیغمبر را ﷺ نصیب وافر است ازیں صفت زیرا کہ عارف وصف او و صف معروف او است سبحانہ و وی ﷺ اعرف الناس باللہ تعالٰی است۔

(۳) و اگر نمی توانی بود نزد وی بایں صفت و ہستی تو کہ زیارت کردہ روزے قبر شریف او را دیدہ روضۂ عالیہ و قبلہ شریفہ او را احضار کن در ذھن خود آں حضرت ﷺ سنیہ را و ہرگاہ ذکر کنی او را درود بفرست بروی و باش چنانکہ ایستادہ نزد قبر شریف وی با جلال و تعظیم تا آنکہ مشاہدہ کنی روحانیت او را ظاہراً و باطناً۔

(۴) و اگر نیستی تو کہ زیارت کردہ قبر شریف او را و ندیدہ موطنِ حضرت و روضہ منورہ او را پس دائم بفرست صلوۃ و سلام بروی و تصور کن وی می شنود سلام ترا، و باش درحال تأدب جامع اللہ تا برسد صلوۃ تو بروی دریں حضور قلب نزد وی و جمع ہمت را اثرے عظیم ست و شرم دار ازاں کہ ذکر کنی او را و نا بفرستی بروی درود و تو مشغول بغیر وی باشید صلوۃ تو در حکم جسم بے روح۔

(۵) و چوں دانستی انچہ ذکر کردیم مر ترا کہ قسم اول از تعلق معنوی استحضار صورت شریف او ست بانچہ متعلق است بملازمت و مداومت تعلق بدآں بہ ہیبت و اجلال و عزت کمال پس لازم گیر آں را کہ در وست سعادت کبریٰ و مکانت زلفی واللہ الموفق۔

---

[1] (کذافی اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلوی صفحہ ۴۲۸ جلد اول)

(۶) (قسم ثانی) از تعلق معنوی استحضار حقیقت کاملہ موصوفہ باوصاف کمال وی کہ جامع است میان جمال وجلال و متجلی باوصاف خدائے کبیر متعال مشرف بنور ذات الٰہی در آباد و آزال محیط بکل کمال خفی خلقی مستوجب بہر فضیلت وجود صورۃ و معانی حقیقتاً و حکماً عیناً و شہادۃً ظاہراً و باطناً۔

(۷) ونمی توانی کہ استحضار کنی ایں ہمہ را تاآنکہ بدانی کہ وی ﷺ برزخ کلی ست قائم در حقائق وجود قدیم وحدیث، پس اوست حقیقت ہریک از جہتین ذاتاً و صفاتاً زیرا کہ وی مخلوق ست از نور ذات جامع اسماء وصفات وافعال وآثار آنرا حکماً و عیناً۔

(۸) وصیت میکنم ترا ای برادر بدوام ملاحظہ صورت و معنی او اگرچہ باشی تو متکلف و مستحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوی پس حاضر آید تراوی ﷺ عیاناً و یابی او را و حدیث کنی باوی وجواب دہد تراوی وچوں حدیث گوید باو وخطاب کند ترا فائز شوی بدرجۂ صحابۂ عظام ولاحق شوی بایشاں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ کی دوسری جلد کے آخر میں فرماتے ہیں: فصل، دوسری قسم جو تعلق معنوی ہے جناب محمدی ﷺ کے ساتھ اور وہ بھی دو قسم پر ہے: قسم اول اس صورت بدیع المثال کا دوام استحضار، اور اگر تم کو یہ موقع میسر ہے کہ تم نے کسی نہ کسی وقت آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور تم اس پر مشرف ہوئے ہو پس اس صورت کو جو تم نے خواب میں دیکھی ہے استحضار کرو۔

(۲) اور اگر ہرگز خواب میں زیارت نہیں کی اور اس پر مشرف نہیں ہوئے اور طاقت نہیں رکھتے کہ اس صورت موصوفہ بایں صفات کا بعین ہا استحضار کرو تو آپ ﷺ کو یاد ہی کرو اور آپ ﷺ پر درود بھیجو، ﷺ، اور ذکر میں تم ایسی حالت میں رہو کہ گویا آپ ﷺ تمہارے آگے بحالت حیات تشریف فرما ہیں اور تم آپ ﷺ کو مودبانہ تعظیم و تکیم سے اور ہیبت و حیاء سے دیکھ رہے ہو اور واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ تم کو دیکھ رہے ہیں اور تمہارے کلام کو سن رہے ہیں، اور خود اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ:

انا جلیس من ذکرنی۔

"میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے"۔

اس صفت میں پیغمبر ﷺ کو کافی حصہ ملا ہے، کیونکہ اُس کا وصف "عارف" ایک مشہور وصف ہے سبحانہ، اور آنحضرت ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر عارف باللہ ہیں۔

(۳) اور اگر تم اس صفت کے ساتھ آپ کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور تم کو یہ بات حاصل ہے کہ کسی دن آپ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے تو آپ ﷺ کے روضہ ءعالیہ کا استحضار اپنے ذہن میں کرو اور جب آپ کو یاد کرو تو آپ ﷺ پر درود بھیجو اور ایسا تصور کرو کہ گویا تم آپ کی قبر شریف پر کمال تکریم و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم ظاہراً و باطناً آپ ﷺ کی روحانیت کو مشاہدہ کروگے۔

(۴) اگر تم نے آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت نہیں کی اور حضرت ﷺ کے وطن اور آپ کے روضہ ءمنورہ کو نہیں دیکھا، پس ہمیشہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہو اور تصور کرو کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تمہارے سلام کو، اور ادب کے حال میں رہو اس بات سے شرم کرو کہ آپ کی یاد کے وقت یا آپ پر درود بھیجتے وقت غیر کے ساتھ مشغول رہو، اور تمہارا درود مثل جسم بے روح ہو۔

(۵) اور جب مذکورہ باتوں سے تم نے سمجھ لیا کہ تعلق معنوی سے پہلی قسم آپ کی صورت شریف کا استحضار ہے ان صفات سے جو آپ سے متعلق ہیں، پس اس کو لازم پکڑو۔

(۶) (قسم دوم از تعلق معنوی) اس حقیقت کاملہ کا استحضار ہے جو آپ ﷺ کے اوصاف کمال کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و جلال کی جامع ہے اور خداوند کبیر متعال کے اوصاف سے آراستہ ہے ذات الٰہی کے نور سے ازل و ابد میں مشرف ہے ہر کمال پر حاوی ہے وجوہ صورت اور معنی حقیقت کی ہر فضیلت کو گھیرنے والی ہے، **حکماً و عیناً** اور **شهادةً، ظاهراً و باطناً**۔

(۷) اور ان تمام باتوں کا استحضار تم نہیں کرسکتے کہ جب تک یہ نہ سمجھو کہ آنحضرت ﷺ برزخ کلی ہیں جو وجود قدیم و حدیث کے حقائق میں قائم ہے، پس ہر ایک کی حقیقت دونوں طرف سے ذاتاً و صفاتاً آپ ﷺ ہی ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ اس ذات کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جو **حکماً و عیناً** اپنے اسماء وصفات و افعال و آثار کی جامع ہے۔

(۸) اے بھائی! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ کی صورت اور معنیٰ کا ہمیشہ تصور رکھو، اگر تم متکلف اس کو مستحضر رکھو گے تو نزدیک ہے کہ تمہاری روح آپ ﷺ کے ساتھ الفت اختیار کرے گی، اور آنحضرت ﷺ عیاناً تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور تم آپ ﷺ سے ملاقات کروگے آپ ﷺ کے ساتھ بات کروگے اور آپ ﷺ تم کو جواب دیں گے تم سے بولیں گے تم سے خطاب کریں گے، پس تم صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجے پر فائز ہوگے اور ان کے ساتھ جا ملوگے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔[1]

---

[1] (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق و مدقق المحدث عبد الحق دهلوی قدس سرہ، مدارج ۲) (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق و مدقق المحدث عبد الحق دهلوی قدس سرہ، مدارج ۲)

(۴) خود بعض اکابر وہابیہ کا پاؤں استمداد کے پھندے میں

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جو غیر مقلدوں کے سرگروہ ہیں، جنہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، وہ اپنی دوسری کتاب "تحفة النبلاء" میں طبرانی کی مذکورہ سابق حدیث کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

"کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور مجرب پایا ہے، وہ اس طرح کہ میں ۱۲۷۵ھ میں مرزاپور سے جبل پور کے راستہ بھوپال کو آرہا تھا موسم برسات کا تھا، راستہ میں ایک ندی کو عبور کرنا تھا، ندی بڑی طغیانی پر تھی، میں نے اپنا گھوڑا اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہو گا اس میں ڈال دیا، جب میں ندی میں داخل ہوا تو خدا کی قدرت پانی اور چڑھ گیا، میں اور میرا کرایہ دار ڈوب جانے لگے، میں فوراً گھوڑے پر سے پانی میں کود پڑا گھوڑے کو تو پانی بہا کر لے گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بہہ گئے اُس وقت میں نے تین بار با آواز بلند کہا:

یاعباداللہ اعینونی۔

اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو۔

میرا یہ کہنا تھا کہ ہم سب ایک پتھر پر جا کر ٹھہر گئے، اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس بلا اور مصیبت سے نجات بخشی اور میں جان سلامت لے گیا۔

واقعی یہ کلمہ بڑا پُر تاثیر ہے، اولیاء اللہ ایسے آڑے وقتوں میں غائبانہ یاد کرنے سے حاضر ہو کر امداد فرما دیتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگوں سے روحانی تعلق اور ان کے تصرف اور اختیارات پر اعتقاد رکھتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں، یہی لوگ اہل سنت والجماعت کہلانے کے حق دار ہیں یہی لوگ ناجی فرقے والے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کا قاضی شوکانی سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نفخ الطیب میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب امداد ہوتے ہیں:

زمرہ رائے درافتاد بہ ارباب سنن
شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

ترجمہ: اہل رائے کی جماعت اہل حدیث جماعت سے الجھ رہی ہے، اے شیخ سنت! کچھ مدد کیجئے اے شوکاں کے قاضی! کچھ مدد کیجئے۔

مولوی عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابر از الغی میں نواب صاحب کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا جو شخص رسول ربانی، غوث صمدانی سے استمدادو استعانت طلب کرنے کو حرام و شرک جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال اور جائز کہتا ہے ایسا شخص کون ہوا؟

ناظرین خود ہی انصاف سے غور کریں کہ کیا قاضی صاحب کا مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تھا؟ آیا قاضی صاحب (معاذ اللہ) او تاد تھے جن سے امداد طلب کرنا جائز ہوا؟ افسوس ہے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ:

خودرا فضیحت دیگرے را نصیحت۔

ترجمہ: اپنے لئے رسوائی کا سامان اور دوسروں کو نصیحت۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول ﷺ سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ ﷺ سے بایں الفاظ استغاثہ کرتے ہیں:

مالی وراءک مستغاث فارحمن — یا رحمته للعالمین بکائی

ترجمہ: یارحمتہ للعالمین! ﷺ میرے پاس آپ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، پس آپ ﷺ میرے رونے پر ضرور رحم فرمایئے۔

نواب صاحب اپنی کثیر تصانیف میں غیر اللہ سے امداد طلب کرنے کو کفر و شرک تحریر کرتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ ان دونوں کتابوں میں کس طرح غیر اللہ سے امداد مانگتے ہیں، شاید بھول گئے یا واقعی ان کا یہ عقیدہ بعد میں ہو گیا ہو گا، گویا یہ شعر ان کے توبہ نامہ پر دال ہے۔

مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا

مولوی محمد عثمان غیر مقلد اپنی کتاب "نظارہ گلبن عثمان" میں رسول اللہ ﷺ سے مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے:

اے شافع محشر ہے یہی وقت مدد کا

جز آپ ﷺ کے سب ھیبت حق کھائے ہوئے ہیں

سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں

شافع حشر ہو تم عیش کے ساماں تم ہو!

غیر مقلدین جو استمداد و استعانت کے دشمن ہیں ان کو خود اہل اللہ سے استعانت کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور دراصل یہ اس مسئلہ استمداد کی حقانیت کے لئے قدرتی اور غیبی تائید ہے سچ ہے:

چوں تیرے جہد زکمان گفتگوئے حق

ہر چند خصم ساعی انکارمے شود

ترجمہ: حق تعالیٰ کا فرمان کمان سے تیر کی مانند ہدف تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ دشمن انکار کی کوشش کرتا رہے۔

استمداد باولیاء اللہ و استعانت بہ اہل القبور

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا خواہ وہ زندہ ہوں یا عالم برزخ میں محققین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہے، اس طور پر کہ ان کو مظہر عون الٰہی جان کر توجہ الی اللہ کرے اور اس مدد کو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد جانے، بالذات وہی مدد کرتا ہے، وہی مستعان حقیقی ہے اور اولیاء کرام محض ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور اگر مستعان ہیں تو مجازاً ہیں، اور ان سے استمداد کرنا اسباب ظاہر یہ سے ہے مثل دیگر اسباب کے، اس قسم کی استمداد شرعاً ثابت ہے، اگر کوئی شخص اس کو شرک کہے تو یہ اس کی جہالت ہے، لہٰذا انصاف پسند اور عقل سلیم والوں کے لئے اس بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد قول فیصل حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

استمداد باولیاء کے مانعین کے سرکردہ علامہ ابن تیمیہ کو سمجھنا چاہیئے وہ اپنے رسالہ زیارت قبور میں رقمطراز ہیں:

وان قال انا اسالہ لکونہ اقرب الی اللہ منی لیشفع لی فی ھذہ الامور لانی اتوسل الی اللہ بہ کما یتوسل الی السلطان بخواصہ واعوانہ فھذا من افعال المشرکین والنصاریٰ فانھم یزعمون انھم یتخذون احبارھم و رھبانھم شفعاء یستشفعون بھم فی مطالبھم و کذالک اخبر اللہ عن المشرکین ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔

ترجمہ: اگر وہ (طالب امداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحب قبر قرب الٰہی میں مجھ سے بڑا ہوا ہے، وہ میری سفارش کرے گا میں اس کا توسل اس لیے پکڑتا ہوں جیسے بادشاہوں کے ہاں ان کے مقربین اور درباری لوگوں کے ساتھ توسل کیا جاتا ہے، تو یہ مشرکین و نصاری کا سا قول و فعل ہے، کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ احبار اور رہبان بارگاہ ایزدی میں ان کی حاجات پورا کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفَى۔ (الزمر ۳)

”صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

علامہ صاحب کا دعویٰ کس قدر بلند آہنگ ہے، مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے وہ کس قدر غیر چسپاں ہے اور اس کو کہتے ہیں:

کلمة الحق ارید به الباطل۔

ترجمہ: حق بات کے باطل معنی لئے گئے ہیں۔

یعنی دعویٰ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں **(معاذ اللہ من ذالک)** اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام میں ذریعہ قرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک

لوگ بتوں کے ذریعہ قرب حق کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہوگئے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے استمداد کے برابر ہے، اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی مثال بتوں پر صادق آتی ہے، اس صورت میں ناظرین انصاف فرمائیں کہ استمداد باولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار ہوئے یا ان اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والے۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

افسوس کہ منکرین استمداد نے جوش استدلال میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے ادب کا خیال نہ رکھا، اب ذرا اس استدلال کے دخل و خدع کا راز سنیئے:

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی۔ (الزمر ۳)

اس آیت سے علامہ ابن تیمیہ نے دلیل کو دعوی پر چسپاں کرنے کے لئے اولیاء سے مراد احبار و رھبان کے لئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اصنام و اوثان ہیں۔

چنانچہ تفسیر خازن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

اولیاء یعنی الاصنام۔

تفسیر مدارک میں ہے:

اولیاء ای الھۃ و ھو مبتا محذوف الخبر تقدیرہ و الذین عبدو الاصنام۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتوے دربارہ جواز استمداد باولیاء

شاید شیخ ابن تیمیہ کے اس دعوی و دلیل اور استدلال کا پہلو لے کر کسی سائل نے مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سے سوال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا جواب کس قدر شافی و مدلل فرمایا، سوال و جواب دونوں لفظ بلفظ درج کئے جاتے ہیں۔

فتویٰ اول استمداد اور بت پرستی میں فرق

(سوال) (۱) بت پرستے مدد از بت میخواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن، بت پرست گفت کہ گر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک ست، و گر مخلوق فھمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرک باشد؟

(۲) عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ کہ از غیر خدا مدد مجوئید، بت پرست گفت کہ بنی نوع انسان از یک دگر چرا سوال مے نمایند؟

(۳) عالم گفت کہ بنی نوع زندہ اند از یشاں سوال منع نیست وبتاں تو مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ اند قدرت بر ھیچ چیز ندارند۔

(۴) بت پرست گفت کہ شما از اھل قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بر شما ھم شرک عائد شود، القصہ ہر چہ مقصد و مراد شما از اھل قبور ست ہماں قسم مقصود من ھم از کنہیا[1] و کالکا[2] است۔ بحسب ظاہر نہ قوت اھل قبور دارند نہ بت۔

(۵) واگر میگوئی کہ بقوت باطن اھل قبور کشائش حالات بنمایند، بسا جا از بتاں ھم روائی حاجات میشود واگر میگوئید کہ بایشاں میگوئیم کہ از خدا برائے ما شفاعت بخواھید من ھم از بتاں ہمیں استدعا دارم پس ہر گاہ جواز استمداد از اھل قبور ثابت شد بعض ضعیف الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی وغیرہ چگونہ باز خواھند آمد؟

ترجمہ: (۱) سوال ایک بت پرست بت سے استمداد کرتا تھا کسی عالم نے اس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بت پرست نے کہا کہ اگر میں خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو البتہ شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیونکر شرک ہو گا؟

(۲) عالم نے کہا کہ کلام مجید میں بار بار آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو، بت پرست نے کہا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟

(۳) عالم نے کہا بنی نوع زندہ ہیں ان سے سوال کرنا منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی خیر پر قدرت نہیں رکھتے۔

(۴) بت پرست نے کہا تم لوگ بھی تو اہل قبور سے مدد اور سفارش طلب کرتے ہو چاہیئے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو، القصہ جو کچھ مقصد و مراد تمہاری اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصود بھی کنہیا اور کالکا سے ہے، بظاہر نہ اہل قبور قوت رکھتے ہیں نہ بت۔

(۵) اور اگر کہو کہ اہل قبور قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر کہو کہ ہم اہل قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو تو میں بھی بتوں سے یہ استدعا رکھتا ہوں، پس جب استمداد اہل القبور ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا اور مسانی کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟

---

[1] کنہیا: ہندوؤں کے اوتاد سری کرشن کا نام ہے

[2] کالکا: کالی دیوی

(جواب) (۱) دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ آں چند جا را خبردار باید شد آنگاہ بفضل الٰہی جواب سوال بخوبی واضح خواھد شد۔

(۲) اول آنکہ مدد خواستن چیز دیگر ست وپرستش چیز دیگر است، عوام مسلمین بر خلاف حکم شرع از اھل قبور مدد مے خواھند وپرستش نمیکنند وبت پرستاں مدد ھم میخواھند وپرستش ھم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کند و طواف کند یانام اورا بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بندہ فلانی بگوید و ھر کہ از مسلمانان جاھل با اھل قبور ایں چیزھا بعمل آرد فی الفور کافر میگرداز مسلمانی مے برآید۔

(۳) دوم آنکہ مدد خواستن دو طور مے باشد۔ اول مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے، مثل آنکہ از امیر و بادشاہ نوکر وگدا در مھمات خود مدد مے جویند، وعوام الناس از اولیاء دعاء میخواھند کہ از جناب الٰہی فلاں مطلب ما را درخواست نمائید ایں نوع مدد خواستن در شرع از زندہ مردہ جائز ست۔

(۴) دوم آنکہ بالاستقلال چیزے کہ خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش و باراں یا دفع امراض یا طول عمر، مانند ایں چیزھائے آنکہ دعا و سوال از جناب الٰہی در نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند این نوع حرام مطلق بلکہ کفر است، واگر از مسلماناں کسے از اولیائے مذھب خود خواہ زندہ باشد یا مردہ ایں نوع مدد خواھد از دائرہ مسلماناں خارج می شود بخلاف بت پرستاں کہ ھمیں نوع مدد از معبودان باطل خود مے خواھند وآں را جائز مے شمارند۔

(۵) وآنچہ بت پرست گفت کہ من ھم از بتان خود شفاعت میخواھم چنانچہ شما ھم از پیغمبران واولیاء شفاعت میخواھید پس دریں کلام ھم دغل وتلبیس است زیرا کہ بت پرستاں ھرگز شفاعت نمی خواھند بلکہ معنے شفاعت رانمی دانند ونہ در دل خود تصور می کنند، معنی شفاعت سفارش است و سفارش آنست کہ کسے مطلب کسے را از غیر خود بعرض ومعروض ادا سازد وبت پرستاں در وقت درخواست مطالب خود از بتاں نمی گویند کہ سفارش بالحضور پروردگار جل وعلا نمیند ومطالب ما را از جناب او تعالٰی برآرید بلکہ از بتان خود درخواست مطلب خود میکنند۔

(۶) وآنچہ گفتہ است کہ ھر چہ مقصد شما از اھل قبور ست ھماں قسم مقصود من ھم از صورت کنہیا و کالکا است نیز خطا در خطا ست زیرا کہ در ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون ست البتہ مے باشد زیرا کہ مدت دراز دریں بدن بودہ اند ولہٰذا قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکہ از طرف خود صورت ھا و سنگھا و درختاں و دریا ھا را اقرار مے دھند کہ صورت فلان است بے آنکہ آں چیز را تعلق باں ارواح باشد یا بدن آنہار را در آنجا سوختہ گردد دریں قرارداد افترائی را ھیچ اثر نیست، آرے حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راہ رحمانیت خود میفرماید آنہا مے فھمند کہ از طرف بتاں ایں فائدہ حاصل شد حق تعالیٰ کہ عالم الغیب والخفیات ست حالات بندگان خود را مے داند و در زندگانی آنہا حاجت روائی منظور ست از ھر خود را کہ صغیر السن ست میداند و در وقتیکہ از خدمت گار ودایہ خود چیزے می طلبد باو میدھ حالانکہ خدمتگار و دایہ مقدور نہ دارند و ھمچنیں است حال بتاں بلکہ حال اھل قبور نیز موافق قاعدہ اھل اسلام۔

(۷) وآنچہ مرقوم شدہ پس ھر گاہ کہ جواز استمداد از اھل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی وغیرہ چگونہ باز خواھند؟ آمد پس فرق میان استمداد از اھل قبور و پرستش سیتلا و مسانی بچند وجہ است۔

(۸) اول آنکہ اھل قبور معلوم اند کہ صلحاء و بزرگان بودہ اند و سیتلا و مسانی موھوم محض از وجود آنہا معلوم نیست بلکہ بظاھر خیال بندیٔ ایں مردم ست۔

(۹) دوم آنکہ سیتلا و مسانی بر تقدیر وجود آنہا از قبیل ارواح خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر بر ایذائے خلق بستہ اند لہٰذا را با ارواح طیبہ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت۔

(۱۰) سوم آنکہ استمداد از اھل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الٰہی عرض کردہ مطلب ما بر آرند و پرستش ایں چیزھا بنا بر اعتقاد استقلال و قدرت ست کہ کفر محض ست۔

ترجمہ: (۱) اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان متعدد جگہوں سے آگاہ ہونا چاہئے پھر بفضل الٰہی سوال کا جواب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

(۲) اول یہ کہ مدد مانگنا اور بات ہے اور پرستش دوسری بات ہے، عوام مسلمین شرع کے ظاہری احکام کے خلاف احکام کے خلاف اہل قبور سے مدد مانگتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے، اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں،

پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطور تقرب ورد کرے یا جانور اس کے نام پر ذبح کرے یا اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے، اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ یہ باتیں عمل میں لاتا ہے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

(۳) دوم یہ کہ مدد چاہنا دو طرح ہوتا ہے، اول مدد مانگنا مخلوق کا مخلوق سے جیسے کسی امیر و بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی مہمات میں مدد مانگتے ہیں اور عوام الناس اولیائے کرام سے دعا کرتے ہیں کہ جناب الٰہی سے ہمارے فلاں مطلب کی استدعا کرو، اس طرح کی مدد چاہنا شرع میں زندہ اور مردہ سے جائز ہے۔

(۴) دوم یہ کہ بالاستقلال وہ چیزیں مخلوق سے طلب کریں جو جناب الٰہی سے خصوصیت رکھتی ہیں بلا اس کے کہ جناب الٰہی سے دعا و سوال کرنے کی نیت ہو، جیسے فرزند دینا یا بارش برسانا یا امراض کو دفع کرنا یا لمبی عمر بخشنا، اور اس کے مانند، اس قسم کی استمداد حرام مطلق بلکہ کفر ہے، اور اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں اس قسم کی مدد مانگے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودوں سے مانگتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

(۵) اور یہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم بھی پیغمبروں اور اولیاء اللہ سے شفاعت چاہتے ہو۔ پس اس کلام میں بھی فریب اور دھوکا ہے کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتا بلکہ شفاعت کے معنی بھی نہیں جانتا اور نہ اپنے دل میں تصور کرتا ہے، شفاعت کے معنی ہیں سفارش کرنے کے، اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے مطلب کو اپنے سوا کسی اور سے عرض معروض کر دے، اور بت پرست اپنے مطالب کو بتوں سے طلب کرتے وقت یہ نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل علا کے حضور میں کرو اور ہماری مرادیں خدا تعالیٰ کی جانب سے بر لاؤ بلکہ اپنے بتوں سے ہی اپنے مطالب کی درخواست کرتے ہیں۔

(۶) اور وہ جو کہا ہے کہ جو کچھ تمہارا مقصد اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصد بھی کہنیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط در غلط ہے کیونکہ ارواح کا تعلق اپنے اپنے بدنوں کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ انہی بدنوں میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور یہ بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویروں اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی صورت ہیں بدوں اس کے کہ ان چیزوں کا ان ارواح کے ساتھ تعلق ہو، یا ان کے بدن اس جگہ پھونکے گئے ہوں اور اس بناوٹی قرارداد کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالق اکبر اپنی رحمانیت سے خود ہی بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی اشیاء سے

آگاہ ہے اپنے بندوں کے حالات کو جانتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کی مراد پوری کرنا منظور ہے اس لئے وہ خواہ کسی طرف سے اپنی مرادیں مانگیں ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے، جیسے مشفق باپ اپنے فرزند کی حاجت کو جو چھوٹا بچہ ہے سمجھتا ہے اور وہ خدمتگار اور اپنی دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ دے دیتا ہے حالانکہ خدمتگار اور دایہ مقدور نہیں رکھتے اور یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہل اسلام کے قاعدے کے موافق اہل قبور کا بھی۔

(۷) اور وہ جو لکھا گیا ہے کہ پس جب اہل قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز رہیں گے؟ پس اہل قبور سے استمداد کرنے اور سیتلا اور مسانی کی پرستش کرنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔

(۸) اول یہ کہ اہل قبور کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صالحین اور بزرگ ہوئے ہیں اور سیتلا اور مسانی موہوم محض ہیں، ان کے وجود کا کوئی علم نہیں بلکہ بظاہر ان کی خیال بندی ہے۔

(۹) دوسرے یہ کہ سیتلا اور مسانی کہ وجود کی تقدیر پر وہ ارواح خبیثہ اور شیاطین کے قبیل سے ہیں اور انہوں نے مخلوق کو دکھ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاک روحوں سے کیا مناسبت؟

(۱۰) سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی سے عرض کر کے ہماری مراد پوری کر دیں، اور ان چیزوں کی پرستش ان کی مستقل قدرت کے اعتقاد پر مبنی ہے جو کفر محض ہے۔[1]

شاہ صاحب کے اس فتوے میں ایک لفظ بر خلاف شرع سرسری نظر میں ضرور کھٹکتا ہے غالباً اس میں کاتب کی غلطی ہوئی ہے دراصل یہ لفظ بر خلاف ظاہر شرع ہو گا، یہ فقرہ یوں ہو جائے گا:

عوام مسلمین بر خلاف حکم ظاهر شرع از اهل قبور مدد میخواهند۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ استمداد کا یہ طریقہ جو مروج ہے صریحاً شرع میں نہیں آیا اور کسی روایت سے قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، مگر اصول شرع کے خلاف بھی نہیں، چنانچہ شاہ صاحب کا دوسرا فتویٰ جو استمداد ہی کی تائید میں ہے اس احتمال کی تائید کر رہا ہے۔

[1] (فتاوٰی عزیزی)

فتویٰ دوم استمداد بدعت حسنہ ہے

سوال: از انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام و شہدائے عظام و صلحائے عالی مقام بعد موت شان استمداد بایں طور کہ یافلان از حق تبارک وتعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شود دعا برائے من بخواہ درست است یانہ؟

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ: اے فلاں! حق تبارک وتعالیٰ سے میری مراد کی استدعا کرو اور میری شفاعت کرو اور میرے لئے دعا کرو اور یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ وتابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ؟ ونیز حکم مختلف مے شود باختلاف طرق استمداد اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور است پس ظاہر اجواز ست زیراکہ دریں صورت شرک نے آید مانند استمداد از صلحاء بدعا و التجاء در حال حیات و اگر بنوع دیگر است پس حکم آں موافق آں خواھد بود و در حدیث برائے رواں شدن حاجت ایں قدر آمدہ است:

عن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت و ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضاء فیحسن الوضوء ویدعوا بھذا الدعاء "اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی لیقضی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی۔

ترجمہ: جواب فوت شدہ بزرگوں سے استمداد خواہ قبروں کے نزدیک ہو یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی، لیکن اختلاف ہے اس میں کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ؟ اور نیز استمداد کے طریقوں کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے، اگر استمداد اس طرح ہے جو سوال میں مذکور ہے تو بظاہر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں جیسے صالحین کی حیات میں دعا و التجاء کے ساتھ استمداد کرنا، اور اگر کسی اور طرح ہے تو حکم اس کے موافق ہو گا، اور حدیث شریف میں حاجت روائی کے لئے اس قدر آیا ہے "حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جو نابینا تھا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے صحت بخشے، تو آپ ﷺ نے فرمایا

اگر تم چاہتے ہو تو دعا کردوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، بس یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اس نے کہا دعا کیجئے، راوی کہتا ہے کہ بس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے تو وضو کما حقہ کرے اور یہ دعا کرے:

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی لیقضی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی۔

الٰہی میں سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو نبی الرحمۃ ہیں میں آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ مراد برلائے الٰہی! بس ان کی شفاعت میرے لئے قبول فرمایئے۔ (مشکوٰۃ)[1]

فتویٰ سوم جواز استمداد میں

استمداد بارواح بزرگان دو قسم است، قسم آن ست کہ با بزرگان زندہ ھم مانند آں بعمل مے آید۔ یعنی دعائے ایشاں را اقرب الی الاجابہ فھمیدہ ایشاں را واسطہ در خواست مطالب خود سازد و ایشاں را مرتبہ بجز توسط اولیت در ذھن خود نہ نھد و مانند عینک پندارد و ھذا جائز بلا اشتباہ، و قسم آنست کہ توجہ مقصود بر ایشاں باشد و چناں پندارد کہ ایشاں در دھانیدن مطلب یا دادن آں مستقل اند، و مرتبہ از قرب حق دارند کہ تدبیر الٰہی را تابع مرضی خود توانند ساخت و ھمیں وسم ست کہ عوام بآں استمداد مے طلبند و ایں قسم شرک محض ست مشرکان زمان جاھلیت زیادہ بریں در حق اصنام خود اعتقاد داشتند فقط۔

ترجمہ: ارواح بزرگاں سے استمداد کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ بھی عمل میں آتی ہے، یعنی ان کی دعا کو **اقرب الی الاجابۃ** سمجھ کر ان کو اپنے مطالب کی درخواست کا واسطہ بنائیں، اور ان کے لئے سوائے واسطہ اور آلہ ہونے کے اور کوئی مرتبہ اپنے ذہن میں نہ رکھیں اور عینک کی مانند سمجھیں، اور بلاشبہ جائز ہے، اور ایک قسم وہ ہے کہ توجہ مقصود انہی پر ہو اور ایسا سمجھیں کہ یہ حضرات مطلب کے دلانے یا حکم دینے میں خود مختار ہیں، اور قرب حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ خدائی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے اس عوام استمداد کرتے ہین اور یہ قسم شرک محض ہے، جاہلیت کے عہد کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے بھی زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔

[1] (رواہ الترمذی) (فتاویٰ عزیزی جلد اول)

فتویٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسل میں فرق

شاہ صاحب ممدوح تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

افعال عادی الٰہی مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک را مشرکاں نسبت بارواح خبیثہ و اصنام مے نمایند و کافر مے شوند و موجداں از تاثیر اسماء الٰہی یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحا بندگان او کہ ھم از جناب او درخواستہ انجاح مطالب مے کنانند مے گھمند و در ایمان ایشاں خلل نے افتد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنا، رزق وسیع ہونا، بیمار کا تندرست اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں خلل نہیں، کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موئثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے امداد کا مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ یہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر التفات محض بجانب حق ست واو را یکے از مظاھر عوام دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاھری نماید دور از عرفان نخواھد بود و در شرع نیز جائز روا ست وانبیاء اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است نہ از غیر۔

ترجمہ: اگر التفات خاص اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ مقرب کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ اسباب و حکمت پر نظر کر کے ظاہراً غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہو گا اور شرع میں بھی جائز و روا ہے، اور انبیاء علیہم

السلام واولیاء کرام نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور در حقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگنا ہے۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جو مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو — کاں سبو را ھم مدد باشد زجو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواھی زخور — نور مہ ھم زآفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ دربارۂ استمداد

شیخ ابن تیمیہ جیسے مانعین استمداد کے منع و انکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبد العزیز جیسے خاتم المحدثین اور رئیس الفقہاء اس کے مؤید ہوں اور دوسری طرف امام ربانی جیسے مجدد اعظم اور عارف اکبر اس پر صاد صحیح ثبت فرمائیں حضرت المجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں:

ھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ باحیا و اموات در مخوف مھالک مدد ھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ ازیں ھا نمودہ است گاہ ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود۔

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

ترجمہ: اسی طرح اہل حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں خوف و ہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کئے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے۔

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

ہم اور تم سے بہانہ بنالیا گیا۔[1]

[1] (مکتوبات مطبوعہ امرتسر دفتر دوم، مکتوب ۵۸/ صفحہ ۲۵)

اس ارشاد سے جواز استمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں:

(۱) اہل حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلب امداد ہے، کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر استمداد نہیں کرتے جو موہم شرک ہوتی، بلکہ ان کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) ان کے اعتقاد کے پاک و بے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ امداد مل جاتی ہے، وگرنہ اگر ان کا عقیدہ موہم شرک ہوتا تو الٹا ان پر غضب نازل ہوتا اور ان پر اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی۔

(۳) اس امداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات ان محبوبان خدا کو جن سے استمداد کی جاتی ہے اس امداد اور کاربرآئی کی خبر ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بامر حق دیگر ارواح طیبہ یا ملائکہ یا ان محبوبان کی صور مثالیہ حاضر ہو کر امداد کر دیتی ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق دربارۂ استمداد

ہندوستان کے نامور محدث حضرت المجدد کے ہم عصر شاہ جہان بادشاہ کے مفتیٔ اعظم اور قاضی القضاہ رسول اللہ ﷺ کے عاشق زار شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) ودر استعانت و استمداد از قبور فقہا را سخن ست ایشاں گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت واعتبار وتذکر موت بود یا برائے ایصال نفع واستغفار برائے موتی باشد چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ است۔

(۲) ومشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء در عالم برزخ دائم وباقی ستو توسل واستمداد بارواح مقدسہ ایشاں ثابت و موثر۔

(۳) وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ مے گویند کہ ھر کہ در حیات وے بوے توسل وتبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جست۔

(۴) وایں سخن موافق دلیل ست چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث واجماع علماء ثابت است و متصرف در حیات وبعد از ممات روح ست نہ بدنی و متصرف حقیقی حق تعالیٰ ست، وولیات عبارت از فنافی اللہ وبقا بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔

(۵) ونزد ارباب کشف وتحقیق مقابلہ مرات بامرات۔ واولیاء راابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند وامداد وارشاد طالباں کنند۔

(۶) و منکراں را دلیل و برہان بر انکار آں نیست۔

(۷) یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دید مکہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات یا بیشتر:

(۱) ازاں جملہ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) و شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

و دیگر راا از اولیاء نیز شمردہ۔

ترجمہ: (۱) قبروں سے اعانت و مدد چاہنے کے بارے میں فقہاء کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت جو انبیاء علیہم السلام کی نہ ہوں عبرت و نصیحت اور یاد موت کے لئے ہوتی ہے یا مردوں کو نفع پہنچانے اور ان کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا فعل بقیع کی زیارت میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۲) اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور قائم ہے اور ان کی پاک روحوں سے توسل و استمداد کرنا ثابت اور موثر ہے۔

(۳) اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بزرگ سے اس کی زندگی میں توسل اور تبرک چاہیں اس کی موت کے بعد بھی طلب کر سکتے ہیں۔

(۴) اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث کی دلالت اور اجماع علماء سے ثابت ہے اور متصرف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے اور ولایت سے مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم اور اکمل ہے۔

(۵) اور اہل کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ مزور کی ارواح سے انوار و اسرار کی روشنی کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا موجب ہوتا ہے جیسے ایک آئینے کے ساتھ دوسرے آئینے کا مقابلہ۔ اور اولیاء کے لئے جسم حاصل کردہ مثالیہ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو ارشاد اور ان کی امداد کرتے ہیں۔

(۶) اور منکروں کے پاس اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

(۷) مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاء کرام کو دیکھا جو کہ اپنی قبر میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا زیادہ۔ منجملہ ان کے:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲)اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

اور دوسرے بزرگوں کو بھی شمار کیا ہے۔(رسالہ تکمیل الایمان)

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارۂ جواز استمداد

سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ضیاء القلوب صفحہ/۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ۔

استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں، خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے؟

جواب: (۱)جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔

(۲)اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳)اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت ہو۔

(۴)اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے:

استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیة۔

(۵)ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تصور و تذکر سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے قسم خامس ہے۔[1]

بعض لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور وہ اپنے دعوے میں بالعموم یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ(سورۃ الیونس ۱۸)

[1](فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

اس آیت سے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کی ممانعت ثابت کرنا صریحاً قرآن مجید کی تحریف کرنا ہے، کیونکہ یہ آیت بتوں کے بے نفع اور بے ضرر ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا اس کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام پر چسپاں کرنا کفر ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شفاعت اور نفع و ضرر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

براہ راست انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے براہ راست مانگنا بھی جائز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ اطلبوا الحوائج الیٰ ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا و تنجحوا فان اللہ تعالیٰ یقول رحمتی فی ذوی الرحمۃ من عبادی و لا تطلبوا الحوائج عند القاسیۃ قلوبھم فلا ترزقوا و لا تنجحوا فان اللہ تعالیٰ یقول ان سخطی فیھم۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی حاجتوں کو میری امت کے مہرباں لوگوں سے مانگو (یعنی نرم دل لوگوں سے) تو تم دیئے جاؤ گے (اپنا مقصد) اور تمہاری حاجتیں پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے مہربان بندوں میں ہے اور اپنی حاجتوں کو سخت دل والوں سے نہ مانگو کہ نہ دیئے جاؤ گے اور نہ پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک میری ناخوشی ان میں ہے۔ (رواہ الطبرانی)

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے خزانے سے طالبوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔

(۲) عن عتبۃ بن غزوان قال قال رسول اللہ ﷺ من ارادعونا فلیقل یا عباد اللہ! اعینونی یا عباد اللہ! اعینونی، یا عباد اللہ! اعینونی و قد جرب ذالک۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو چاہے مدد تو چاہئے کہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!، طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ بات بارہا آزمائی گئی۔ (رواہ الطبرانی)

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو چاہیئے کہ پکارے، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے باوجود آیت ایاک نعبدو ایاک نستعین کے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(۳) بہجتہ الاسرار میں ہے کہ شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ ما سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں اپنے شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مدرسہ میں اتوار کے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کھڑاؤں میں وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، جب سلام پھیرا تو بڑے زور سے نعرہ مار کر اپنی کھڑاؤں کو اٹھا کر اونچا پھینک دیا وہ ہماری آنکھوں سے فوراً او جھل ہو گئی پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے بہت جلد غائب ہو گئی پھر آپ آرام سے بیٹھ گئے کسی کو آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی کہ عرصہ کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے ہم نے حضرت سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لے لیں؟ آپ نے فرمایا بے شک لے لو چنانچہ انہوں نے ایک سیر ریشم، چند ریشمی کپڑے، کچھ سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں لا کر دے دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملی ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے لوگ حملہ آور ہوئے، انہوں نے ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا، اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف چل دیئے، ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، دور سے ہم بھی دیکھ رہے تھے، اچانک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم محی الدین جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور ان سے امداد طلب کریں، ممکن ہے کہ آپ کی روحانی امداد سے ہم کو فائدہ پہنچے، بنابریں ہم نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ نذر مانا کہ اگر ہم کو ہمارا تمام مال و اسباب واپس مل جائے اور ہم بھی صحیح سالم رہیں تو یہ سب کچھ ادا کر دیں گے، چنانچہ ہم نے شیخ سے فریاد کرنا شروع کی، یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ المدد! جب ہم تھوڑی دیر تک یہ وظیفہ پڑھتے رہے تو اچانک ایسی مہیب آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے اور خوفزدہ ہو گئے اور جنگل بھی گونج اٹھا، ہم نے اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید ان لٹیروں کو لوٹنے کے لئے کوئی اور زبردست لٹیرے آ گئے ہیں جس سے یہ شور و غل پیدا ہوا ہے، ابھی ہم اپنے خیالوں میں تھے کہ چند آدمی ان کی طرف سے ہماری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اٹھو ہمارے ساتھ چلو اور اپنا تمام مال و متاع گن کر لے لو، اور جو مصیبت اس وقت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو دیکھو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ وہاں گئے تو اس جگہ پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں، کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، الغرض انہوں نے ہمارا مال و اسباب سب کا سب واپس دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے، کسی اللہ کے

مقبول بندے نے تمہاری امداد کی ہے، ہم نے کنایۃً اس راز کا انکشاف کیا، جب ان لٹیروں نے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت دیکھی تو سچے دل سے تائب ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے غلاموں میں داخل ہو گئے، خدا کی شان یہ ڈاکو زہد و ریاضت کر کے حضرت کی توجہ سے ولی اللہ ہو گئے۔

بستان المحدثین میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ ابو العباس احمد زروق رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ دو شعر تحریر کئے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاتہ　　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ

ترجمہ: میں اپنے مرید کا اس کی پراگندگیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

و ان کنت فی ضیق و کرب و وحشۃ　　　فناد بیا زروق اتی بسرعتہ

ترجمہ: اور اگر تنگی و سختی و وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا۔

اولیاء اللہ کا فیض جس طرح ان کی دنیوی زندگی میں تھا وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے لہٰذا ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور ان سے امداد مانگنا سلف صالحین کا طریقہ ہے سینکڑوں حاجت مند لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی در حیات استمداد کردہ می شود بوی بعد وفات۔

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے ساتھ استمداد کی جاتی ہے زندگی میں اس سے استمداد کی جاسکتی ہے بعد وفات کے بھی۔

شیخ صاحب موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہاء و علماء مشائخ دیار مغرب است گفت کہ از روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقویٰ است یا امداد میت من گفتم کہ قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط حق است و در حضرت اوست۔

ترجمہ: سیدی احمد زروق جو بڑے فقہاء اور علماء اور مشائخ دیار مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ مدد کرنا زندہ کا زیادہ قوی ہے یا مردہ کا؟ میں نے جواب دیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ امداد زندہ کی زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے کیونکہ وہ بساط حق پر ہے اور اس کے دربار میں حاضر ہے۔

بعض عارفوں نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہو جاتی ہے حالت زندگی کے اعتبار سے کیونکہ ان کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کی روح کو خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو یہ عزت و بزرگی دیتا ہے کہ ان کے ذریعے جو لوگ اپنی حاجت کو چاہنے والے ہیں ان کی حاجت کو پورا کر دیں۔[1]

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے طفیل مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چنانچہ مشارق الانوار میں ہے:

شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ولی کی قبر پر فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جو زائرین کی حاجات کو پوری کر دیتا ہے اور کبھی کبھی وہ بزرگ خود لوگوں کی حاجت کو پوری کر دیتے ہیں، کیونکہ عالم برزخ میں ان کے اختیارات وسیع ہو جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا آنا جانا ان کی روح کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جو بزرگ زائرین کی حاجت کو خود پورا کرتے ہیں ان کو اس کا اس قدر ثواب ملتا ہے ج قدر ان کو عالم برذک میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایشاں رود و زیارت ازاں جا انجذاب دریوزہ کند۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے اور وہاں سے حصول جذب کی بھیک مانگے۔

اہل روم کا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے مدد مانگنا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں لڑنے کو گئے تھے اور وہیں شہید ہو گئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔ (حکم و اسد الغابہ)

[1] (مشارق الانوار ص ۸۸)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کو قحط کے وقت طلب باراں کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں چار ایسے اشخاص کا نام مبارک لکھتے ہیں جو اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے۔

(۱) شیخ طفیل منجبی علیہ الرحمہ

(۲) شیخ حیات بن قیس حرانی علیہ الرحمہ

(۳) شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ

(۴) شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ

یہ روایت راقم نے کتاب "شذرات الذهب فی احوال من ذهب" میں بھی دیکھی ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی در قبر خود مثل احیاء تصرف میکند۔

ترجمہ: شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب صفۃ الصفوہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عن احمد بن الفتح قال سالت بشراً عن معروف الکرخی قال فمن کانت له حاجة فلیات قبره و یدع فانه یستجاب له ان شاء الله تعالیٰ۔

ترجمہ: حضرت احمد بن فتح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بشر حافی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے معروف کرخی علیہ الرحمہ کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہیے کہ ان کی قبر پر جائے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول ہو گی۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت ہو تو اس کو قسم دے کہ یا اللہ بحق معروف کرخی میری حاجت کو پورا کر، قبول ہو گی۔

ان چار کے علاوہ کئی اور بزرگ ہیں جن کے تصرفات بعد وفات ثابت ہیں یعنی:

(۵) امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

(۶) امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

مرقات میں ہے کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء حاجت مند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس آجاتے۔

ان میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

انی اتبرک بابی حنیفة واجیی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین و سالت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضیٰ سریعاً۔ (ردالمختار)

ترجمہ: میں امام صاحب کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔ (خیرات الحسان)

(۷) ابی اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے واسطے تریاق اکبر ہے، جس نے آپ کے طفیل سے بدر گاہ رب العالمین دعا مانگی، اس کی مراد بر آئی۔

(۸) شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ تزکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے وفات کے وقت فرمایا جو کوئی میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر حاجت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد بر لائے گا۔

شیخ ابو نصر سراج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس لایا جائے گا بخشا جائے گا، چنانچہ اب تک طوس میں یہ رسم ہے ک ہر جنازے کو پہلے آپ کے روضہ ء مبارک کے پاس لا کر رکھتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار بزرگوں کی قبریں ہیں جن سے لوگ فیض وبرکت حاصل کررہے ہیں، مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری، بمقام میترانوالی ضلع سیالکوٹ میں راقم الحروف کے والد حضرت مولانا مست علی نقشبندی قادری، اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی، سرہند شریف میں سید احمد مجدد الف ثانی، دہلی میں حضرت باقی باللہ و حضرت نظام الدین اولیاء، کلیر شریف میں حضرت علاؤالدین صابر، چورہ شریف میں حضرت نور محمد و فقیر محمد وغیرہ۔

استفاضہ از قبور الاولیاء اور زیارت قبور اولیاء کا طریقہ

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

گاہ کہ برائے زیارت قبرے از عوام مومنین برود اول پشت بقبلہ رو سینہ میت نماید و سورۂ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار و در وقت آمدن بمقبرہ ایں الفاظ بگوید السلام علیکم اہل الدیار من المومنین یغفر اللہ لنا ولکم وانا ان شاء اللہ بکم اللاحقون۔ و اگر قبرے بزرگے از اولیاء و صلحاء باشد روے سوئے سینہ آں بزرگ کردہ بنشیند وبست و یکبار بچہار ضرب سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح گوید و سورۃ انا انزلنا سہ بار بخواند و دل را از خطرات خلاص کردہ مقابل سینہ آں بزرگ آرد و برکات در دل ایں زیارت کنندہ خواہد رسی۔

ترجمہ: جب عام مومنوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کے سینے کی طرف منہ کرے اور سورۃ الفاتحہ ایک بار اور سورۃ الاخلاص تین بار پڑھے اور قبرستان میں آنے کے وقت یہ الفاظ کہے:

السلام علیکم اہل الدیار من المومنین یغفر اللہ لنا ولکم و انا ان شاء اللہ بکم اللاحقون۔

"سلامتی ہو تم پر اے اس مقام والو! مومنوں اور مسلمانوں سے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے اور ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ آملنے والے ہیں۔"

اور اگر اولیاء و صلحاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کی قبر ہو تو اپنا منہ اس کے سینے کے مقابل لائے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ کی برکات پہنچیں گی۔ (فتاوٰی عزیزی)

طریق استمداد

حضرت شاہ صاحب موصوف فتاویٰ عزیزی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

بعضے از اہل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشاں بتواتر شدہ، طریق استمداد از ایشاں آں است کہ جانب سر قبر او سورۃ البقرہ انگشت بقبر نہادہ مفلحون بخواند، باز بطرف پائین قبر بیاید وامن

الرسول تاآخر سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت! من برائے فلاں کار در جناب الہیٰ التجائے کنم و دعائے شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نماید، باز رو بقبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواھد و کسانیکہ کمال ایشاں معلوم نیست و مشہور و متواتر نشدہ دریافت کمال آنہا بھاں طریق ست کہ بعد از فاتحہ و درود و ذکر سبوح دل خود را مقابلہ سینہ مقبور بدارد اگر راحت و تسکین و نورے دریافت کند بداند کہ ایں قبر از اھل صلاح و کمال ست لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

ترجمہ: بعض اہل قبور کمال کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا کمال متواتر ہو چکا ہے تو ان سے مدد طلب کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان کی قبر کے سرہانے قبر پر انگلی رکھ کر سورۂ بقر مفلحون تک پڑھے پھر پائنتی کی طرف آئے اور امن الرسول آخر سورہ تک پڑھے اور زبان سے کہے: اے حضرت! میں فلاں کام کے لئے جناب الہٰی میں التجاء کرتا ہوں اور دعا۔ آپ بھی دعا اور شفاعت سے میری امداد کرو، پھر رو بقبلہ ہو اور اپنا مطلوب جناب باری تعالیٰ سے چاہے، اور جن کا کمال معلوم نہیں اور شہرت و تواتر کو نہیں پہنچا ان کے کمال کے دریافت کا وہی طریقہ ہے کہ فاتحہ و درود اور ذکر سبوح کے بعد اپنے دل کو صاحب قبر کے سینے کے مقابل کرے اگر راحت اور تسکین اور نور محسوس کرے تو سمجھے کہ یہ کسی اہل صلاح و کمال کی قبر ہے، لیکن استمداد مشہور بزرگوں ہی سے کرنی چاہیئے۔ (رسالہ فیض عام)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ ضمیمۂ مقامات مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یک باریک پہلو شل شد استمداد از روح حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نمودم ھموں وقت صورت شریف ایشاں را معلق در ھوا دیدم کل آں بیماری سلب نمودند۔

ترجمہ: ایک بار میرا پہلو شل ہو گیا میں نے حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت حضرت کی صورت ہوا میں معلق نظر آئی میری تمام بیماری سلب کر لی۔

انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا فیض

حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت سے توسل

حافظ ابن القیم اپنی کتاب اغاثۃ اللھفان میں نقل فرماتے ہیں ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ ابی العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے، انہوں نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھ کر ابوالعالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے دن کو تیرہ قبریں جدا جدا کھودیں، جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا، اور یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور کفن نہ چرائیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس مردے کو کس امید پر رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تابوت کو باہر نکالتے تھے تو پانی برستا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے، پھر پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر پوچھا کہ ان کے جسم میں کچھ تغیر تو نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو زمیں بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی درندہ کھاتا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اور بعد از وصال حصول مطالب کے لئے ذریعہ کرنا ایک قدیم دستور تھا اسی واسطے حضرت دانیال علیہ الاسلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور ان کی وساطت سے طلب باراں کرتے رہے، اگر یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرمادیتے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی برکت

تفسیر مظہری میں ہے کہ جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو تنگ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ سب بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ، موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر چل دیئے، جب دریائے نیل پر پہنچے تو راستہ بھول گئے، بڑی کوشش کی گئی مگر پتہ نہ لگا، آپ نے پکار کر کہا کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آکر بتلائے، ایک

بڑھیانے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تھا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کسی وقت تم لوگ مصر کا رہنا چھوڑ دو تو میرا تابوت جس میں میری لاش ہو گی اپنے ہمراہ لے جانا ورنہ راستہ نہیں ملے گا، آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں دفن ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاتی ہوں کہ میری ایک بات کو مان لیا جائے، آپ نے پوچھا، وہ کیا ہے، کہنے لگی کہ وہ یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بہشت میں جہاں آپ کو جگہ ملے وہیں میں بھی ہوں، آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس سے اس کا اقرار کر لو ہم اس کی آرزو پوری کریں گے، چنانچہ آپ نے اس بڑھیا سے اقرار کر لیا، اس نے اسی وقت تابوت کا پتہ بتلا دیا کہ دریا کے بیچ اس جگہ دفن ہے، انہوں نے وہاں سے فوراً تابوت نکال لیا اور اس کی برکت سے راستہ کا پتہ چل گیا۔

اس روایت سے تین مفید نتیجے نکلتے ہیں:

(۱) تابوت یوسف نبی علیہ السلام سے استمداد کرنے کی مشروعیت۔

(۲) خود حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے تابوت سے استمداد کرنے کی وصیت کرنا۔

(۳) بڑھیا کی حق پسندی کہ اپنے لئے کوئی دنیاوی مراد طلب نہیں کی بلکہ عقبیٰ کی نعمت چاہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبر سے نکل کر سائل کے لئے دعا کرنا

علامہ احمد شہاب الدین حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاوٰی حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

نقل الیافعی وغیرہ عن الشیخ الکبیر ابی عبداللہ القرشی انہ وقع بمصر غلاء کبیر فتوجہ للدعاء برفعہ فقیل لا تدع فلا یسمع لاحدمنکم فی ھذا الامر دعاء فسافرت الی الشام فلما وصلت الی قریب من ضریح الخلیل علیہ وعلی نبینا افضل الصلاۃ والسلام تلقانی فقلت یا رسول اللہ اجعل ضیافتی عندک الدعاء لاھل مصر فدعالھم ففرج اللہ عنھم۔

ترجمہ: امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعا کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو، اس باب میں تم میں سے کسی کی نہ سنی جائے گی، شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا، جب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ میری میزبانی وضیافت میں اہل مصر کے لئے دعا فرمائیں، آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع کر دی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں اور وہ زائرین کو بظاہر بھی ملتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان کی برکت سے کشائش رزق بھی ہوتا ہے۔

روضۂ رسول ﷺ سے امداد مانگنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بہت سے اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا:

اتیناک والعذرا یدمی لبانھا   و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

ترجمہ: ہم حضور ﷺ کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کے سینے سے خون بہہ رہا ہے اور بچوں والیاں بچوں سے غافل ہو گئی ہیں۔

یہاں تک کہ ان شعروں میں یہ بھی پڑھا:

و لیس لنا الا الیک قرارنا   و این قرار الخلق الی الی الرسل

ترجمہ: حضور ﷺ کے سوا ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے اور مخلوق بھاگے تو بجز رسولوں کے پاس کہاں بھاگے۔

اور آپ ﷺ نے کوئی انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے وہ شعر پڑھے تو رسول اللہ ﷺ اس کی التجاء کے موافق خوشی اور عجلت کے ساتھ چادر مبارک کھینچتے ہوئے اٹھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور مینہ کے لئے دعا فرمائی ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ مینا برسنا شروع ہو گیا۔(بیہقی)

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آپ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی اور مینہ برسا پھر آپ نے فرمایا کہ:

"اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو بے شک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے؟"

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ ﷺ کی مراد تھی پڑھ کر سنایا اور وہ شعر یہ تھا:

و ابیض یستسقی الغمام بوجھه   ثمال الیتامیٰ عصمت للارامل

ترجمہ: یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے جو یتیموں کا ماوی اور بیواؤں کا ملجا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی و شادمانی سے دمکنے لگا۔(بیہقی)

اگر یہ شرک ہوتا تو آپ ﷺ اس سے کبھی خوش نہ ہوتے، اور ابو طالب کے قصیدہ گوئی کا منشاء جس میں آپ کا وہ شعر ہے جسے حضور ﷺ نے پڑھوا کر سنا یہ تھا کہ قریش حضور ﷺ کے نبی ہونے سے پیشتر ایک بار قحط میں مبتلا ہوئے تو ابو طالب

نے حضور ﷺ کے توسل سے تمام قریش کے سامنے مینہ مانگا تھا، حق تعالیٰ نے بڑے زور کا مینہ برسایا تھا، اس پر ابو طالب نے یہ قصیدہ حضور ﷺ کی مدح میں تصنیف کیا تھا۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ ء رسول کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قحط اهل المدینة قحطاً شدیداً فشکوا الی عائشة فقالت انظروا الیٰ قبر النبی ﷺ فاجعلو منه کوا الی السماء حتی لا یکون بینه و بین السماء سقف ففعلوا فمطروا۔

ترجمہ: حضرت ابو الجوزاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا، فرمایا کہ روضہ ء رسول ﷺ پر جاؤ اور چھت میں سوراخ کر دو تاکہ رحمتہ للعالمین کے روضہ ء مقدسہ کو دیکھ کر آسمان سے رحمت نازل ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس بارش ہو گئی۔ (رواہ الدارمی)

دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ نفل پڑھو یا قرآن مجید پڑھو بلکہ وہی کہا جو "پیر پرست" کہا کرتے ہیں کہ متبرک قبروں پر جاؤ، اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو آپ ہرگز جانے کی اجازت نہ دیتیں، غرض اس روایت سے توسل بالفعل ثابت ہوا، اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی ﷺ کی قبر مبارک ہے جس کو ہم تلبس، حسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس بس چیز موجب رحمت ہے اس لئے ہم پر رحم فرمایئے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، ایک شخص نے روضہ ء رسول ﷺ پر حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی: "یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیئے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے"، آپ ﷺ نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان کو سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا ہوشیار رہو، وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، آپ زار زار رونے لگ گئے، پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ! میں قصور نہیں کرتا ہوں جہاں مجبور رہتا ہوں۔ [1]

[1] (بیہقی، ابن ابی شیبہ، جذب القلوب)

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں طلب بارش کے لیے روضہ ٔ مقدسہ پر جانا اور رسول اللہ ﷺ کا اس کی استدعا کو قبول کرکے خواب میں یہ دکھلانا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، اور پھر اس اعرابی کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچانا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پیغام کو برحق تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) محمد بن حرب ہلالی (بروایت عتبی) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ میں جاکر روضہ ٔ رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک اعرابی وہاں کھڑا ہو کر یوں عرض کر رہا ہے: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آپ ﷺ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، یہ کہہ کر وہ زار و قطار روتا ہوا یہ شعر پڑھتا تھا:

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع الاکم

ترجمہ: اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔

روحی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف و فیه الجود و الکرم

ترجمہ: میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے۔

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ پھر وہ اعرابی چلا گیا، میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اس اعرابی کو جاکر بشارت دو، کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روضہ ٔ رسول ﷺ پر جاکر عرض کرنے سے لوگوں کو مرادیں حاصل ہوتی ہیں گویا وصال کے بعد آپ ﷺ امور دینی اور دنیوی دونوں میں ذریعہ ہوسکتے ہیں۔

(۵) احمد بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک ادھر اُدھر پھرتا رہا، جس سے میں بے حد تھک گیا اور بھوک کی شدت سے بے تاب ہوگیا، لاچار مدینہ منورہ میں آکر روضہ ٔ رسول ﷺ پر حاضر ہوا اور میں نے رسول اللہ

[1] (ابن عساکر، ابن جوزی، ابن کثیر، مواہب اللدنیہ اور خلاصت الوفاء)

ﷺ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کیا، پھر میں آپ ﷺ سے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے سو گیا، خواب میں آپ ﷺ نے فرمایا، اے احمد! کیا حال ہے؟ عرض کیا یا حضرت میں بھوک سے بے تاب ہو کر آپ کا مہماں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے اپنا ہاتھ آپ کی طرف پھیلایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت بازار کی طرف چلا گیا اور روٹی اور فالودہ لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر جنگل کی طرف واپس چلا آیا۔ [1]

(۶) ایک شخص مدینہ منورہ میں آکر پانچ روز تک ٹھہرا لیکن کھانے کے لئے کہیں کچھ نہ ملا،، آخر روضہء رسول پر حاضر ہو کر سلام کرکے عرض کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں، یہ بار بار کہتے ہوئے سو گیا، وہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ صحابہ سمیت تشریف لائے ہوئے ہیں، مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر فرمایا کہ اُٹھ کھڑا ہو رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں، میں نے اُٹھ کر اسی وقت آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، جس کو میں کھاتے کھاتے جاگ پڑا، دیکھتا کیا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ [2]

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مہمان آکر کھانا کھاتے تھے، اسی طرح آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی یہ فیض کا چشمہ جاری ہے۔

(۷) امام ابو بکر بن مقری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابو الشیخ تینوں مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے، خرچ کی کمی کے باعث فاقہ پر فاقہ گزرنے لگا، ایک دن عشاء کے وقت میں روضہء مقدسہ پر جا کر یوں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم بھوک سے بے تاب ہو گئے ہیں، اب آپ کے مہمان ہیں، یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا، میں اور ابو الشیخ دونوں سو رہے مگر طبرانی جاگتا رہا، ایک مرد علوی نے آکر دستک دی، جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ شخص ہاتھوں میں دو تشتریاں کھانے اور چھواروں سے بھری ہوئی لئے کھڑے ہیں، انہوں نے ہم تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، پھر فارغ البال ہونے کے بعد کہنے لگے کہ شاید تم نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں شکایت کی تھی، کیونکہ مجھے خواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے مہمانوں کے پاس کھانا لے جا کر ان کے ساتھ کھاؤ۔ [3]

---

[1] (جذب القلوب)

[2] (جذب القلوب، صفۃ الصفوہ)

[3] (دارمی، کتاب الوفاء، جذب القلوب)

(۸) حافظ ابن قیم کتاب الکبائر فی السنۃ والبدعۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ:

"ہم اتفاق سے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، ایک روز رباعی (سکہ) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے، شیعہ دکاندار نے ہمیں سنی خیال کر کے کہا کہ اگر تم ابو بکر صدیق اور عمر خطاب پر لعنت کروگے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کہوں گا، غرض کئی دفعہ ایسا ہی کہتا رہا مگر میں اس کا جواب دیتا رہا آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے جوش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرتا ہے، اس دکاندار نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اسی وقت میری آنکھوں پر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے میری دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں اندھا ہو گیا میں روتا ہوا روضہء رسول ﷺ پر جا کر یوں فریادی ہوا، "یارسول اللہ ﷺ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر حاضر ہوا ہوں، خدارا میری مدد کیجیے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آگئی، خواب میں آپ ﷺ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں بالکل درست ہیں، گویا ان کو کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی، میں نے آپ ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس دکاندار نے پہچان کر آواز دی، میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ کہا میں بے شک وہی ہوں جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا کہ پھر آنکھیں کس طرح درست ہوئیں یہ تو ناممکن کام ہے میں نے اپنے بینا ہونے کا تمام قصہ بتلایا، وہ یہ سن کر مع اہل و عیال کے اپنا مذہب چھوڑ کر اہل سنت والجماعت میں داخل ہو گیا۔

یا محمد من بے سروساماں مددے

قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! مجھ بے سروسامان کی مدد فرمایئے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتیٔ امت بکف ھمت تست

اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ما گدائیم تو سلطان دو عالم شدہ — شاہ شاہاں مددے شاہ گدایاں مددے

ترجمہ: ہم منگتے ہیں اور آپ دوجہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

لیس لی غیرک یاسیدمکی مدنی　　سوئیم افگن نظرے بر من حیراں مددے

ترجمہ: اے میرے مکی مدنی آقا! میرے لئے آپ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میری طرف نظر رحمت فرمایئے اور مجھ حیران کی مدد فرمایئے۔

عاصیم پر زگناھیم وغریبی داریم

رحم فرما بہ غریبی غریباں مددے

ترجمہ: ہم گناہگار ہیں، گناہوں سے پر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمایئے کچھ مدد کیجیئے۔

(۹) علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ شواہد الحق میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطب رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں شرف حاضری پایا تو روضۂ مبارک پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلها　　تقبل الارض عنی فهی نائبتی

وهذه دولۃ الاشباح قد حضرت　　فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

اس کے بعد فرماتے ہیں:

فمدیده الشریفۃ من الشباک فقبلها۔

یعنی جب آپ ﷺ سے دور تھا تو اس وقت اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں روانہ کرتا تھا تاکہ وہ آپ کی قبر مبارک کو بوسہ دے کر تبرک حاصل کرے، لیکن اب تو میں خود آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا ہوں اس لئے آپ ذرا اپنے دائیں ہاتھ کو نکالئے تاکہ میرے لب اس سے فیض یاب ہوں آپ ﷺ نے اسی وقت اپنا دست مبارک روضہء مقدسہ سے باہر نکالا تو میں نے اس کو بوسہ دیا۔

دیکھیئے روضہء رسول ﷺ سے اب تک لوگ ویسے ہی فیض پا رہے ہیں جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں معمول تھا، غرض آپ ﷺ کا فیض لوگوں پر ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے، اور آپ ﷺ کے دروازے کا سائل کبھی بھی محروم نہیں جاتا۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدرگاھش بیا و ھر چہ میخواھی تمنا کن

ترجمہ: اگر دنیا اور آخرت کی خیریت کی تجھے آرزو ہے اُن کی بارگاہ میں آ، اور جو چاہے مانگ اور آرزو کر تجھے سب کچھ ملے گا۔

عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہے مجھے تیرا وسیلہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ　　کون ہے جز تیرے میرا یا محمد مصطفیٰ ﷺ

کچھ نہیں ہے پاس اور راہ عدم در پیش ہے — آسرا ہے ایک تیرا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
نقد توبہ رائیگاں کھویا ہوا توبہ شکن — نفس نے مجھ کو تو لوٹا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
کون سا وہ کار بد ہے جو نہیں مجھ سے ہوا — میں رہا مجرم خدا کا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
سر پہ گٹھڑی ہے گناہ کی کیوں نہ پھر تشویش ہو — تم سے آکر کیا کہوں گا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
ایک دن بھی عاقبت کی فکر کچھ میں نے نہ کی — میں رہا پابند دنیا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
جز خطا مجھ سے نہ کوئی بھی ہوا کار ثواب — کون ہے بدکار مجھ سا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
میں غریق بحر عصیاں ہوں کرم کی ہو نظر — پار ہو اب میرا بیڑا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
آپ ہی اپنے در اقدس پہ جب رہنے نہ دیں — پھر کہاں میرا ٹھکانہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
امت عاصی کی کشتی کے نگہباں آپ ہیں — ناخدا کا کیا بھروسہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
آرزو ہے دن قیامت کے لوائے حمد کا — ہو میرے سر پر بھی سایہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
یہ تمنا ہے کہ ہو خورشید محشر تیز جب — چہرۂ انور دکھانا یا محمد مصطفیٰ ﷺ

عام موتیٰ کے لئے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت

انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام جہاں مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ متبرک ہوتی ہے، اس لئے عوام وخواص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم ان کے مزار کے قریب دفن ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہم گناہ گاروں کو بخش دے، یہ بھی ایک طرح سے استمداد باولیاء اللہ ہے، بہر کیف جس طرح زندگی میں ان کی صحبت مفید ہوتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی۔

دیکھئے جب رسول اللہ ﷺ زیارت کرنے والوں کی شفاعت کے بھی ضامن ہوتے ہیں، بھلا جو شخص آپ ﷺ کے قریب دفن ہو گا وہ کس طرح آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہ سکتا ہے، یہی برکت اولیائے کرام کے مزارات کی ہے م بنا بریں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

شیخ جمال موصلی کی آرزو روضۂ مقدسہ کے پاس دفن ہونا

جمال موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک کے پاس جگہ پانے کے لئے بہت سارو پیہ خرچ کیا، جب جگہ مل گئی تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر پر یہ لکھنا کہ ایک کتا دلیز پر پڑا ہے جو چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ چلا ہے تو اپنی اس نظر عنایت سے جو ان پر ڈال رہا ہے محروم نہ کرنا۔(تذکرۃ الاولیاء)

منکرین استمداد کا مولانا روم کی مثنوی سے استدلال اور اس کا جواب

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ھیں از و خواھید نے از غیر او　　　　آب در یم جو مجو از خشک جو

ترجمہ: ارے اُس سے مانگو اُس کے غیر سے مت مانگو، پانی سمندر سے ڈھونڈو خشک نہر سے مت ڈھونڈو۔

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کا شیوہ عموماً یہ ہے کہ اکابر اسلاف کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے ان سے ایسے اقوال چن لیتے ہیں جن کے ظاہری مفہوم سے اُن کے اپنے غیر مقلدانہ عقائد کی تائید ہوتی ہو اگرچہ وہ ظاہری مفہوم صاحب کتاب کے مذہب و مسلک سے کتنا ہی منافی و بعید واقع ہو، اس بنا پر وہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا شعر کو استمداد باولیاء اللہ کی تردید میں پیش کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مولانا روم بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نبی، ولی، غوث، قطب، ابدال سے استمداد و استعانت نہ کرو، اور یہ غیر مقلدین کا محض ایک فریب ہے جس سے یہ لوگ بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے یا ان کو مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بدگمان کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس شعر میں استمداد کا زیر بحث مسئلہ ہی مراد نہیں، بلکہ یہاں مولانا کا مدعا یہ ہے کہ تم کو جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے آگے دست سوال دراز نہ کرو کسی صنم و متمول اور بادشاہ کی آستان بوسی کی عار اختیار کرو، بلکہ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو کہ متوکلین کی شان یہی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

من سال الناس اموالهم تكثرا فانما يسئل جمرا فليستقل او ليستكثر۔

یعنی جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے وہ آگ کے انگار مانگ رہا ہے خواہ تھوڑے مانگے یا زیادہ۔ (مشکوٰۃ)

مايزال الرجل يسال الناس حتىٰ ياتى يوم القيامة ليس فى وجهه مضغتهٔ لحم۔

یعنی جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر بوٹی تک نہ ہوگی۔(مشکوٰۃ)

اور فرمایا:

لیسال احدکم ربہ حاجۃ کلھا حتیٰ یسال شسع نعلہ اذاانقطع۔

یعنی ہر شخص اپنی تمام ضروریات خداوند تعالیٰ سے طلب کرے حتیٰ کہ اپنے نعل کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے اسی سے مانگے۔(مشکوٰۃ)

مولانا اپنے قول میں اس قسم کی طلب اور سوال سے منع فرمارہے ہیں جن سے احادیث مندرجہ بالا میں نہی وارد ہوئی ہے، کہ وہ دوں ہمتی اور عدم توکل پر مبنی ہے، اور اولیاء اللہ سے فی الحیات اور بعد الممات استمداد کرنا ایک اور مسئلہ ہے جس کو اس طلب وسوال سے کوئی نسبت نہیں، مولانا کے اس مدا کا تعین یہ دوسرا شعر کررہاہے جو اس کے آگے فرمایا ہے:

ور بخواہی از دگرھم اودھد　　　　بر کف میلش سخاھم اونہد

یعنی اگر تو کسی دوسرے منعم سے سوال کرتا ہی ہے تو بھی اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر سخاوت کا وصف وہی رکھتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سائلین غیر متوکلین کو توکل کی تعلیم دینا مقصود ہے نہ کہ اولیااللہ سے استمداد واستعانت کرنے کو غیر شرع ٹھہرانا۔

دوسرے یہ کہ مخاصم معاند پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولاناروم رحمہ اللہ تعالیٰ صوفیہ میں سے ہیں بلکہ صوفیہ کے سرتاج ہیں، ساتھ ہی اس کو یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ استمداد باہل قبور صوفیہ کا ایک خاص مسئلہ ہے اور اسلاف کا اہل باطن کے قبور سے بطریق مراقبہ فیض حاصل کرنا ان کے اشغال سے ہے۔

چنانچہ شاہ اسحٰق محدث دہلوی نے شیخ عبدالحق دہلوی علیہما الرحمہ کی کتاب شرح مشکوٰۃ عربی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی ﷺ او الانبیاء علیھم السلام فقد انکرہ لثیر من الفقھاء واثبتہ المشائخ الصوفیۃ قدس اللہ اسرارھم وبعض الفقھاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیھم الخ۔

یعنی استمداد باہل القبور سوائے نبی ﷺ کے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے اکثر فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے اور صوفیاء کرام اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔(مائۃ المسائل)

پس مولانا کے کلام سے استمداد کے مسئلہ میں کوئی ایسی بات نکالنا جو جمہور صوفیہ کے خلاف مسلک ہو ایک ایسی حرکت ہے جس کا کوئی معقول آدمی مرتب نہیں ہو سکتا۔

فوت شدہ بزرگان دین کی قبور سے استمداد اور اس کی اجابت کے واقعات

ان واقعات و نظائر کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہتاہے کہ پلے چند اکابر ملت کے بیانات استمداد و اعانت کی تائید میں نقل کئے جائیں۔

نداء الاولیاء کا جواز

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ تعالیٰ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جواہر خمسہ کے تمام عملوں کی اجازت شیخ ابو طاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ ماسے حاصل کی، یہ جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں کی تصنیف سے ہے، یہ کتاب بڑی مستند اور معتبر ہے، اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر محدث نے اس کے عملیات کی اجازت حاصل کی ہے، اگر اس کے عملیات وغیرہ غیر مشروع ہوتے تو آپ ہر گز اجازت حاصل نہ کرتے، دیکھئے اس کتاب میں ذیل کا عمل مرقوم ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امداد طلب کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں ناد علی سات بار، یا تین بار، یا ایک بار پڑھے اور وہ ناد علی یہ ہے:

نادعلیا مظهر العجائب تجده عونالک فی النوائب، کل هم و غم سینجلی بولیتک یاعلی یاعلی یاعلی!

جس کا ترجمہ یہ ہے: "پکار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عجائب امور کے مظہر ہیں، تم ان مصیبتوں میں اپنے مددگار پاؤگے، ہر ایک فکر اور غم اے علی! اے علی! اے علی! آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا۔"

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روضہء رسول ﷺ پر جا کر اپنے مصائب کی شکایت کرنا

عن علی ابن ابی طالب قال لما مات رسول اللہ ﷺ و دفن جاءت فاطمة فاخذت قبضة من تراب القبر فوضعته علی عینیها و بکت:

ماذا علی من شم تربة احمد — عن لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انها — صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور وہ دفن کئے گئے تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے روضے پر تشریف لائیں اور قبر مبارک سے ایک مٹھی خاک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور روئیں اور یہ شعر پڑھے:

ماذا علی من شم تربة احمد — عن لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انها — صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: اس کو اس بات کی حاجت نہیں ہے جس نے قبر احمد کی خوشبو کو سونگھا کہ وہ کبھی کسی خوشبو کو سونگھے، مجھ پر وہ مصیبتیں گریں کہ اگر وہ دنوں پر گرتیں تو وہ رات بن جاتے۔ (وفا ابن جوزی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر جا کر اظہار مصائب کرنا جائز ہے، بلکہ مسنون ہے۔[1]

قبور اکابر سے استفادہ جمہور کے نزدیک مشروع ہے

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری مالکی المشہور بابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ مدخل میں لکھتے ہیں:

فمن اراد حاجة فليذهب اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالىٰ و خلقه و قد تقرر في الشع و علم مالله تعالىٰ بهممن الاعتناء و ذالک کثیر مشهور و مازال الناس من العماء و الاكابر كابرا عن كابر مشرقاً و مغرباً يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذالک حسا و معنى۔

ترجمہ: جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو اسے چاہئے کہ بزرگان دین کی قبروں پر جائے اور ان سے توسل کرے اس لئے کہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ اور بندے میں واسطہ ہیں، اور شریعت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہے، یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے، ہر زمانے کے علماء کا یہی دستور چلا آتا ہے عام ازیں کہ علماء مشرق ہوں یا مغرب بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے فیض و برکت حاصل کرتے اور اس کی برکت ظاہراً و باطناً محسوس کرتے رہے ہیں۔

تشفع و توسل آئمہ دین کا معمول ہے

امام ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہ اللہ تعالیٰ سفینۃ النجاء لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء میں تحریر فرماتے ہیں:

تحقق لذوى البصائر و الاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرک مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت في حياتهم و الدعاء عند قبور الصالحين و التشفع بهم معمول به عند علماء المحققين من ائمة الدين۔

ترجمہ: ارباب بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی برکت ان کے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالم حیات میں تھی، صالحین کی قبور کے پاس جا کر دعا کرنا اور ان کی شفاعت چاہنا، علمائے محققین اور ائمہ دین کا معمول ہے۔ (رواہ فی مدخل)

---

[1] (رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر اہل روم استمداد و استسقاء کرتے ہیں

ابو ایوب انصاری غزیٰ قسطنطنیة فی خلافة معاویة مع ولدہ یزید فقتل ھنالک ودفنہ المسلمون فی اصل سور البلد قال الراوی فالروم یزورون قبرہ ویستسقون بہ اذا قحطوا۔ (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے بیٹے یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں جہاد کو گئے تھے اور وہیں شہید ہوئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑھ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔ (اسد الغابۃ)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے قحط کے دنوں میں بارش مانگا کرتے تھے۔

اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت

اوی اقبل مروان یوما فوجد اجلا واضعاً وجھہ علی القبر فقال اتدری ماتصنع؟ فاقبل علیہ فاذا ابو ایوب انصاری فقال جئت رسول اللہ ولم أت الحجرۃ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاتبکوا علی الدین اذاولاہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذاولاہ غیر اھلہ۔

ترجمہ: مروی ہے کہ ایک روز مروان روضہ ءرسول ﷺ پر گیا وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا منہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ پھر ان کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس (اور یہ بھی فرمایا) کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم دین پر نہ رؤو جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو جو اس کے قابل ہو، لیکن تم دین پر اس وقت رؤو جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو کہ جو اس کے قابل نہیں ہے۔[1]

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

اول: رسول اللہ ﷺ یا بزرگان دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، گویا مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے۔

[1] (رواہ احمد والحاکم)

دوم: اہل اللہ کے مزاروں پر بوسہ دینا یا منہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر اپنا منہ رکھا تھا، لہٰذا صحابہ کا فعل حجت ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: یعنی میرے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

سوم: اگر کوئی انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزاروں پر منہ رکھنے کو تعجب یا کراہت کی نظر سے دیکھے تو ایسے شخص کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق رونا چاہئے جیسا کہ انہوں نے مروان کو فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام کے مزارات سے استعانت عام شائع ہے

ابن حاج مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَظِيمُ جَنَابِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ - صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ فَيَأْتِي إِلَيْهِمُ الزَّائِرُ .... ثُمَّ يَتَوَسَّلُ إِلَى اللهِ تَعَالَى بِهِمْ فِي قَضَاءِ مَآرِبِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَيَسْتَغِيثُ بِهِمْ وَيَطْلُبُ حَوَائِجَهُ مِنْهُمْ وَيَجْزِمُ بِالْإِجَابَةِ بِبَرَكَتِهِمْ وَيُقَوِّي حُسْنَ ظَنِّهِ فِي ذَلِكَ فَإِنَّهُمْ بَابُ اللهِ الْمَفْتُوحِ، وَجَرَتْ سُنَّتُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ وَمَنْ عَجَزَ عَنْ الْوُصُولِ إِلَيْهِمْ فَلْيُرْسِلْ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَذِكْرِ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ حَوَائِجِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَسَتْرِ عُيُوبِهِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ، فَإِنَّهُمْ السَّادَةُ الْكِرَامُ، وَالْكِرَامُ لَا يَرُدُّونَ مَنْ سَأَلَهُمْ وَلَا مَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ، وَلَا مَنْ قَصَدَهُمْ وَلَا مَنْ لَجَأَ إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہے کہ زیارت کرنے والے ان کے مزار پر آتے ہیں اپنی قضائے حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں، ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، ان سے استغاثہ کرتے ہیں، اپنی حاجات ان سے چاہتے ہیں، اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے دروازے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتوں کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے پوری کرتا ہے، اور جو ان کے مزار مبارک پر حاضر نہیں ہوسکتا وہ ان کی درگاہ میں سلام بھیجتا ہے اور اپنی حاجت عرض کرتا ہے، مغفرت کی دعا کرتا ہے، ستر عیوب کا آرزومند ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگ بڑے بزرگ ہیں، بزرگ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے، جو ان سے توسل کرتا ہے وہ ناکام نہیں رہتا، جو ان کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا۔[1]

---

[1](المدخل لابن الحاج مکی ج ۱ ص ۲۵۸)

اہل اللہ تعالیٰ کی قبر سے فیض حاصل کرنا

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایشاں رود واز انجا انجذب فیض ودریوزہ کند۔

ترجمہ: اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کے واسطے جائے اور اس جگہ سے حصول فیض کی بھیک مانگے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

انہ قال لابی جعفر المنصور لما سالہ عن استقبال القبر حین الدعاء فقال الامام مالک لہ ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم قبلک بل استقبلہ وتشفع بہ فیشفعک اللہ۔

ترجمہ: ایک روز امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابی جعفر منصور نے پوچھا کہ دعا کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کیوں منہ پھیرتے ہو، وہ تمہارا وسیلہ ہیں اور تم سے پہلے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بلکہ مرقد مبارک کی طرف رخ کرو اور شفاعت چاہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کی شفاعت منظور فرمائے گا۔

یہ مسئلہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی ہے۔ (عبدالعزیز مصحح)

استمداد قبور پر ایک جامع تقریر

شیخ الاسلام کشف الغطا میں تحریر فرماتے ہیں:

وایں امریست ثابت ومقرر نزد مشائخ صوفیہ از اھل کشف وکمال تاآنکہ گویند اکثرے را فیوض وفتوح از ارواح رسیدہ، امام شافعی گفتہ کہ قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است مراجابت دعا را حجۃ الاسلام گفتہ ھر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ شود بودے بعد از ممات، وامام رازی گفتہ چوں مے آید زائر نزد قبر حاصل مے شود نفس اورا تعلق خاص بقبر چناں کہ نفس صاحب قبر راوبسبب ایں دو تعلق حاصل مے شود میان ھر دو نفس ملاقات معنوی وعلاقہ مخصوص پس اگر نفس صاحب مزار قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود واگر بعکس بود بر عکس شود، ودر شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ مے شود بزیارت قبور واستعانت بنفوس احیار از اموات بدرستی کہ نفس مفارقہ راتعلقے است بہ بدن وبہ تربتے کہ دفن کردہ شدہ است دراں۔ پس چوں زیارت مے کند زندہ آں تربت راو متوجہ مے شود بسوئے نفس میت حاصل

مے شود میان هر دو نفس ملاقات واضافات، واختلاف کردند دریں کہ امداد حی قوی تراست از امداد میت یا بالعکس؟ مختار بعض محققان ثانی ست و دریں باب بعضے روایت مے کنند کہ فرمود آنحضرت ﷺ چوں متحیر شوید شما در امور یعنے برآمد کار پس وجوئید از اصحاب قبور۔

ترجمہ: اور یہ امر مشائخ صوفیہ کے نزدیک ثابت مسلم ہے اہل کشف و کمال سے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ اکثر کو فیوض و فتوح ارواح سے پہنچا ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے، اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جائے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کرسکتے ہیں، اور امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ تعلق خاص حاصل ہوتا ہے جس طرح صاحب قبر کے نفس کو ہوتا ہے، اور ان دو تعلقوں کے سبب سے دونوں نفسوں کے مابین ملاقات معنوی اور خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے، پس اگر صاحب قبر کا نفس قوی ہے تو زائر کا نفس اس سے فیض پاتا ہے اور اگر بالعکس ہو تو برعکس ہوتا ہے، اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارت قبور سے اور زندوں کے متوفیوں سے استمداد کرنے سے نفع ملتا ہے، بلاشبہ جدا ہونے والے نفس کو بدن کے ساتھ اور قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہے تعلق ہے، پس جب کوئی زندہ آکر قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ملاپ ہو جاتا ہے، اور اس مسئلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ زندہ کی امداد مردہ کی امداد سے قوی تر ہے یا بالعکس، بعض محققین کا مختار یہ ہے کہ متوفی کی امداد قوی تر ہے، اور اس بارہ میں بعض روایات کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی امر میں متحیر ہو یعنی کاربرآری میں مشکل پیش آئے، تو اہل قبور سے مدد مانگو۔

استمداد و توسل کے متعلق قول فیصل

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اما استمداد باهل قبور در غیر نبی ﷺ یا غیر انبیاء علیہم السلام مزکر شدہ اند، زیرآنکہ بسیاری از فقهاء مے گویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے موتی و استغفار برائے ایشاں و رسانیدن نفع بایشاں بہ دعا واستغفار و تلاوت قرآن، واثبات کردہ اند آنرا مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارهم و بعضے فقهاء رحمۃ اللہ علیهم۔ وایں امر محقق و مقرر ست نزد اهل کشف و جمال از ایشاں تاآنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ وایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مراجابت دعارا۔

(۳) وحجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ ھر کہ استمداد کردہ مے شود بوے۔۔۔۔ در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات۔

(۴) ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس رامشائخ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرف ھائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی وعبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ما و دو کس دیگر راازاولیاء شمردہ اند ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ است گفتہ۔

(۵) سیدی احمد بن رزوق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب ست گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمے از من پرسید امداد حی قوی است یا امداد میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی ترست ومن میگویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق ست ودر حضرت اوست۔

(۶) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصار کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتاب وسنت واقوال سلف صالح چیزے کہ منافی ومخالف ایں باشد ایں رد مے کند۔

(۷) وتحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واورا علم وشعور بر زئراں وواحوال ایشاں ثابت وارواح کاملہ راقربے ومکانے در جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بیشتر ازاں واولیاءراکرامت وتصرف در عوام حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں رادراں باقی است ومتصرف حقیقی نیست مگر خدا عزشانہ وھمہ بقدرت اوست وایشاں فانی اند در جلال حق در حیات وبعد از ممات، پس اگر دادہ شود مراحدے را چیزے بواسطت یکے از دوستان حق بمکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانچہ در حالت حیات بود ونیست فعل وتصرف در ھر دو حالت مگر حق را جل جلالہ وعم نوالہ ونیست چیزے کہ فرق کند میان ھر دو حالت۔

(۸) ویافتہ شدہ است دلیل براں در شرح بخاری شیخ ابن حجر در شرح حدیث: لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجداً گفتہ است ایں بر تقدیر یست کہ نماز گزارد بجانب

قبر از جهت تعظیم وے کہ حرام است باتفاق، واما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبر یا صالح و نماز گزاردن نزد قبر وے نہ بقصد تعظیم قبر و توجہ بجانب قبر بلکہ بہ نیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت بہ برکت قرب و مجاورت مر آں روح پاک را حرج نیست در آں۔

(۹) ودر آخر باب چیزے بیاید متعلق بایں سخن و تمام گردد ایں بحث ان شاءاللہ تعالیٰ در کتاب جہاد و در قصہ مقتولان بدر۔ واما استمداد باھل قبور منکر شدند آں را بعض فقہاء اگر انکار از جہت آن است کہ سماع و علم نیست ایشاں را بزائراں واحوال ایشاں پس بطلان او ثابت شدہ۔

(۱۰) واگر سبب آں ست کہ قدرت و تصرف نیست مر ایشاں را دراں موطن تا مدد کنند بلکہ محبوس و ممنوع اند و مشغول بآنچہ عارض شدہ است مر ایشاں را از محنت و شدت آنچہ باز داشتہ است از دیگراں، ممنوع کہ ایں کلیہ باشد خصوصاً در شان متقین کہ دوستان خدا اند شاید کہ حاصل شود ارواح ایشاں از قرب در برزخ و منزلت وقوت وقدرت بر شفاعت ودعا وطلب حاجات مر زائراں را کہ متوسل اند بایشاں چنانچہ روز قیامت خواھد بود وچیست دلیل بر نفی آں۔

(۱۱) و تفسیر کردہ است بیضاوی آیت کریمہ والنازعات غرقاً الایہ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ مے شوند از ابدان و نشاط مے کنند بسوئے عالم الملکوت و سیاحت مے کنند دراں پس سبقت مے کنند وحظائر قدس پس مے گردند بشرف وقوت از مدبرات۔

(۱۲) ولیت شعری چہ مے خواھند ایشاں استمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آں را از آنچہ ما مے فہمیم ازاں این است کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کنند خدا را و طلب مے کند حاجات خود را از قرب جناب عزت وغناء وے و توسل مے کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب مکرم در درگاہ عزت وے و مے گوید خداوندا بہ برکت ایں بندۂ ت کہ رحمت کردہ بروے و اکرام کردہ اورا بلطف و کرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی، یا ندا مے کند ایں بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و برخواہ از خدا کہ بدھد مسول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا۔ پس معطی و مسئول و مامول پروردگار ست تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بندہ در میاں مگر وسیلہ، نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء اللہ

فانی و ھالک اند، در فعل الٰہی و قدرت سطوت وے نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ دراں ھنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

(۱۳) واگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوٰی حق باشد چنانکہ منکر زعم مے کن پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحاں و دوستان خدا در حالت حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن ست باتفاق و شائع ست در دین۔ واگر میگویند کہ ایشاں بعد از موت معزول شد و بروں آوردہ شدند ازاں حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در حالت حیات چیست دلیل برآں؟

(۱۴) یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شدند از آفات بعد از ممات، پس ایں کلیہ نیست بردوام واستمرار آں تا روز قیامت نہایت ایں کہ ایں کلیہ نباشد و قاعدہ استمداد عام نباشد بلکہ ممکن است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستھلک باشند در لاھوت حق چنانچہ ایشاں را شوعری و توجہی بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفی و تدبیری در وے نہ چنانکہ دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاھر مے گردد نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اھل قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجاء بجانب وے تعالیٰ ست چنانکہ عوام و جاھلاں و غافلاں اعتقاد دارند و چنانکہ مے کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مر آں را و نماز بسوئے وے و جز آں کہ ازاں نہی و تحذیر واقع شدہ است، ایں اعتقاد وایں افعال ممنوع و حرام خواھد بود، و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است، و حاشا از عالم شریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را وایں فعل را بکند۔

(۱۵) وآنچہ مروی و محکی است از مشائخ اھل کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر ست و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آں را ذکر کنم و شاید کہ منکر متعصب سود نکند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک۔

(۱۶) سخن دریں جا از وجہ علم و شریعت است آری مروی و مسنون در زیارت، سلام بر موتی و استغفار مر ایشاں را و قرات قرآن است ولیکن در اینجا نہی از استمداد نیست۔ پس زیارت برائے امداد موتی و استمداد ایشاں ھر دو باشد بر تفاوت حال زائر و مزور۔

(۱۷) باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء است صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ ایشاں احیا اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق و اولیاء بحیات اخروی معنوی، وکلام دریں مقام بحد اطناب و تطویل کشید بر رغم منکراں کہ در قرب ایں زماں ایں فرقہ پیدا شدہ منکر استمداد و استعانت را از اولیائے خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و ھر مردم را ازاں شعور نیست و متوجہان بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدہ اصنام مے دانند و مے گویند آنچہ میگویند۔

ترجمہ: (۱) لیکن استمداد اہل قبور سے سوائے نبی ﷺ کے یا سوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کیا گیا ہے کیونکہ اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ زیارت قبور نہیں ہے مگر مردوں کے لئے دعا کرنے یا ان کے لئے مغفرت چاہنے اور ان کو دعا و استغفار اور تلاوت قرآن کے ساتھ نفع پہنچانے کے لئے۔ مگر مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے استمداد کو صحیح تسلیم کیا ہے اور بعض فقہا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی اس کو مانا ہے، اور یہ امر ثابت و مسلم ہے اہل کشف و کمال کے نزدیک حتی کہ بہت سے اصحاب کو ارواح سے فیوض و فتوح پہنچا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(۳) اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی استمداد کی جاسکتی ہے۔

(۴) اور مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں اسی طرح جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا اس سے زیادہ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دو بزرگ اور شمار کئے اور مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ جو دیکھا اور پایا ہے بیان کر دیا۔

(۵) سیدی احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ جو دیار مغرب کے بڑے فقہاء علماء اور مشائخ سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا متوفی کی؟ میں نے کہا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندی کی امداد قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ متوفی کی امداد زیادہ قوی ہے، پس شیخ نے کہا! ہاں کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اور ان کے حضور میں ہیں۔

(۶) اور اس بارے میں ان حضرات صوفیاء و فقہاء عظام کے اقوال منقولہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا حصر و شمار ناممکن ہے، اور کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے۔

(۷) اور بتحقیق ثابت ہوا ہے آیات و احادیث سے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائروں پر اور ان کے احوال پر علم و شعور ثابت ہے اور ارواح کاملہ کو جناب حق میں قرب اور درجہ ثابت ہے جیسے کہ زندگی میں تھا، یا اس سے زیادہ، اور اولیاء کو لوگوں میں تصرف اور کرامت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح کو ہی حاصل ہے اور وہ باقی ہے اور متصرف حقیقی محض خداوند عزشانہ ہی ہے اور سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلال حق میں فانی ہیں، پس اگر کسی کو کوئی چیز اللہ کے کسی دوست کے توسل سے دی جائے اس درجہ کی بدولت جو اس کو خدا کے ہاں حاصل ہے تو بعید نہیں جیسے کہ حالت حیات میں تھا اور دونوں صورتوں میں فعل و تصرف خاص خداوند تعالیٰ کا ہے اور دونوں حالتوں میں کوئی فرق کی بات نہیں۔

(۸) شیخ ابن حجر کی بخاری شریف کی شرح میں اس پر دلیل موجود ہے آپ نے درج ذیل حدیث کی شرح میں:

لعن اللہ الیھود و النصاری اتخذو اقبور انبیائھم مساجدًا۔

"لعنت بھیجے اللہ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا"۔

فرمایا ہے یہ اس تقدیر پر ہے کہ قبر کی طرف اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے کیونکہ یہ حرام ہے بالاتفاق، لیکن کسی پیغمبر علیہ السلام یا صالح آدمی کے قرب میں مسجد بنانا اور اس کی قبر کے پاس نماز پڑھنا نہ تو قبر کی تعظیم کے قصد سے نہ قبر کی طرف رخ کرکے بلکہ اس سے مدد لینے کی نیت سے تاکہ اس روح پاک کے قرب اور پڑوس کی برکت سے عبادت کا ثواب پورا ہو جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۹) اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر میں کچھ باتیں اور آئیں گی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں اور یہ بحث ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب جہاد میں اور مقتولان بدر کے قصے میں پوری ہو جائے گی لیکن استمداد باہل قبور سے جو بعض فقہاء منکر ہوئے تو اگر ان کا انکار اس لحاظ سے ہے کہ ان کو زائر کا اور اس کے احوال و سماع کا علم نہیں ہے پس اس کا بطلان ثابت ہو چکا۔

(۱۰) اور اگر اس سبب سے ہے کہ قدرت و تصرف اس مقام میں ان کو حاصل نہیں ہے تاکہ مدد کر سکیں بلکہ وہ مقید اور ممنوع ہیں اور مشغول ہیں ان مشاغل میں جو ان کو مانع ہیں یعنی محنت اور اس حالت کی سختی جو دوسروں سے باز رکھتی ہے، پس اس بات کا کلی ہونا ممنوع ہے خصوصاً متقیوں کے حق میں جو خدا کے دوست ہیں شاید کہ ان کی ارواح کو برزخ میں قرب و منزلت کے باعث زائر جو ان سے توسل کرتے ہیں ان کی شفاعت، ان کے لئے دعا اور طلب حاجت پر قدرت ہو، جیسے کہ روز قیامت میں ہو گی، اور اس کی نفی پر کیا دلیل ہے۔

(۱۱) اور بیضاوی علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ والنازعات غرقاًالایۃ کی تفسیریوں کی ہے کہ ان سے وہ نفوس فاضلہ مراد ہیں جو بدن سے جدا ہوئے ہیں کہ وہ بدنوں سے کھینچے جاتے ہیں اور عالم ملکوت کی طرف نشاط کرتے اور اس میں چلے جاتے ہیں پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کی بدولت مدبرات بن جاتی ہیں۔

(۱۲) معلوم نہیں یہ لوگ استمداد و امداد سے کیا مراد سمجھتے ہیں جو یہ لوگ اس کے منکر ہیں، ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داعی (دعا گو) جو محتاج ہے، اور اللہ کا فقیر ہے وہ خدا سے دعا کرتا ہے اور اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے جناب عزت کے قرب سے اور اس کی غنا سے اور توسل کرتا ہے اس بندہ مقرب کی روحانیت سے جو اس کی درگاہ میں عزت یافتہ ہے اور کہتا ہے کہ خداوند اس اپنے بندے کی برکت سے جس پر تونے رحمت فرمائی ہے اور اس کو عزت بخشی ہے، اپنی اس مہربانی اور کرم سے جو تو اس پر رکھتا ہے میری حاجت برلا، کیونکہ تو عطا فرمانے والا کریم ہے، یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے خدا کے بندے! اور اس کے ولی! میری شفاعت کر اور خدا سے دعا کر کہ میرا مقصود و مراد وہ مجھے دے، اور میری حاجت کو پورا کرے، پس دینے والا پروردگار ہے اسی سے سوال ہے اسی سے امید ہے، تعالیٰ و تقدس بندہ محض درمیان میں وسیلہ ہے۔ اور کوئی قادر و فاعل ع متصرف موجود نہیں مگر حق سبحانہ و تعالیٰ اور اولیاء اللہ خدا کے فعل و قدرت و سطوت میں فانی و ہالک ہو چکے ہیں، ان کا کوئی فعل و قدرت و تصرف نہیں، نہ اب قبر میں اور نہ اس وقت کہ وہ زندہ تھے دنیا میں۔

(۱۳) اور اگر یہ معنی جو امداد و استمداد میں ہم نے ذکر کئے ہیں موجب شرک و توجہ بما سوائے حق ہوں، جیسے کہ منکر کا زعم ہے پس چاہیئے کہ صالحان اور دوستان خدا سے ان کی زندگی میں بھی توسل کرنا ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ باتفاق مستحب و مستحسن ہے اور دین میں شائع ہے، اور اگر کہتے ہیں کہ یہ حضرات موت کے بعد معزول ہو گئے اور اس حالت و کرامت سے جو ان کو زندگی میں حاصل تھی خارج کر دیئے گئے ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

(۱۴) یا کہتے ہیں کہ وہ حضرات ان آفات کی وجہ سے جو موت کے بعد پیش آتی ہین مشغول و ممنوع ہو جاتے ہیں، پس یہ بات ہمیشہ کلیہ نہیں اس کا دوام قیامت تک نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ کلیہ نہیں ہو گا، اور استمداد کا قاعدہ عام نہ ہو گا، بلکہ ممکن ہے بعض حضرات عالم قدس کی طرف منجذب اور لاہوت حق میں مستہلک ہوں، چنانچہ ان کو عالم دنیا کی طرف شعور اور توجہ نہ رہی ہو، اور اس میں تصرف اور تدبر نہ ہو، جیسے کہ اس عالم میں بھی مجذوبوں ور متمکنوں کے تفاوت احوال سے ظاہر ہوتا ہے، ہاں اگر زائر لوگ یہ اعتواد کریں کہ اہل قبور حضرت حق کی طرف توجہ کرنے اور حق تعالیٰ سے التجاء کرنے کے بغیر خود متصرف مستقل اور قادر ہیں جیسے کہ عوام اور جاہل لوگ اور غافل اعتقاد رکھتے ہیں، اور جیسے کہ یہ لوگ وہ کام کرتے جو اسلام میں حرام اور ممنوع ہیں مثلاً بوسہ ء قبر، سجدہ ء قبر، نماز بجانب قبر وغیرہ جس سے نہی اور بچنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے، یہ اعتقاد اور افعال

ممنوع اور حرام ہیں، عوام کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ بحث سے خارج ہے، ایک عالم شریعت اور واقف احکام سے یہ بات بعید ہے کہ ایسے اعتقاد کا معتقد ہو اور اس فعل پر عمل کرے۔

(۱۵) اور وہ جو مروی و مذکور ہے مشائخ اہل کشف سے کاملین کی ارواح سے استمداد کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے متعلق وہ بے شمار ہے، اور ان حضرات کی کتب ورسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے اس کے ذکر کی حاجت نہیں کہ شاید منکر متعصب کو کلمات ان حضراتکے مفید نہ پڑیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔

(۱۶) یہاں علم و شریعت کے لحاظ سے کلام ہے خواہ مروی و مسنون زیارت ہو، مردوں کو سلام کرنا ان کے لئے استغفار کرنا ہے اور قرآن شریف پڑھنا، لیکن یہاں استمداد سے نہی وارد نہیں، پس موتیٰ کی زیارت سے ان کی امداد اور ان سے استمداد زائر و مزور کے تفاوت حال پر دونوں ہو سکتی ہیں، واضح رہے کہ اختلاف غیر انبیاء علیہم السلام میں ہے کیونکہ یہ زندہ بحیات حقیقی دنیاوی ہیں باتفاق، اور اولیائے کرام بحیات اخروی معنوی۔

(۱۷) اور کلام یہاں طوالت و درازی کو پہنچ گیا منکروں کے خلاف جو اس زمانے کے قریب یہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے یہ لوگ اولیاء اللہ سے جو اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف منتقل ہو کر ہو کر زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، اور رزق پاتے ہیں اور خوشحال ہیں اور ہر شخص کو اس کی خبر نہیں، استمداد و استعانت کرنے کے منکر ہیں اور ان کی جناب میں توجہ ہونے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں اور جو منہ پر آتی ہے کہتے ہیں۔

ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت

روی ابن عساکر فی تاریخہ و ابن الجوزی فی مثیر العزم الساکن الیٰ اشرف الاماکن، و الامام ھبۃ اللہ فی توثیق عری الایمان من العتبی ان اعرابیا جاء الیٰ قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ”وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا“ (النساء ۶۴)، وقد جئتک مستغفرا من ذنبی مشفعاً بک الیٰ ربی ثم انشا یقول۔

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمه	فطاب من طیبھن القاع و الاکم
روحی الفداء لقبر انت ساکنه	فیه العفاف و فیه الوجود و الکرم

قال العتبی فغلبتنی عینای فرایت رسول اللہ ﷺ فی النوم فقال یا عتبی! الحق الاعرابی و بشرہ بان اللہ قد غفر له۔ (جزب القلوب)

ترجمہ: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مثیر العزم الساکن الیٰ اشرف الاماکن میں اور امام ھبتہ اللہ نے توثیق عری الایمان میں عتبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا:

السلام علیک یارسول اللہ۔ ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں معافی چاہنے والا اپنے گناہوں سے، میں آپ ﷺ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف شفاعت چاہتا ہوں، اور پھر یہ شعر پڑھا:

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمہ   فطاب من طیبھن القاع والاکم

"اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں، جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔"

روحی الفداء لقبر انت ساکنہ   فیہ العفاف و فیہ الجود و الکرم

"میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ رہتے ہیں، اس میں پرہیز گاری ہے اور جود و کرم ہے۔"

عتبی نے کہا کہ مجھ کو نیند آگئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عتبی! تم اعرابی کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہء مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں۔

روضۂ مبارک سے بشارت مغفرت کی دوسری نظیر

روی ابو سعید السحانی عن علی کرم اللہ وجھہ ان اعرابیا قدم علینا بعد ما دفنا رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ ایام فرمی بنفسہ علی قبرہ و حثی علیٰ راسہ من ترابہ و قال یا رسول اللہ! قلت فسمعنا قولک و وعیت عن اللہ فوعینا عنک و کان فیما انزل الیک و لو انھم "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَر اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا" (النساء ۶۴)، و قد ظلمت نفسی و جئتک تستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک۔ (مواھب اللدنیا، خلاصۃ الوفا)

ترجمہ: حضرت ابو سعید سحانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر گر پڑا اور قبر مبارک کی مٹی کو اپنے سر پر

ڈال کر کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے جو فرمایا تھا ہم نے آپ کے قول کو سنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے آپ نے محفوظ رکھا ہم نے اسے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

تو حضرت میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں، حضور میں آیا ہوں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیئے اور بخشش مانگئے، اسی وقت اسے روضہ مقدسہ سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی اور تو بخش دیا گیا۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں، نیز اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے روضہ ءمبارک سے زندوں کی طرح جواب دیا۔

روضہ مبارک سے نزول باراں کی بشارت

عن مالك الدار وكان خازن عمر رضي الله عنه قال أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله أستسق لأمتك فإنه قد هلكوا فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فقال ائتي عمر فاقرأه السلام وأخبره أنهم مسقون وقل له عليك الكيس الكيس فأتى الرجل عمر رضي الله عنه فأخبره فبكى عمر ثم قال يا رب ما آلو إلا ما عجزت۔

ترجمہ: حضرت مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانچی تھے سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قحط پڑا تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث ہے نبی ﷺ کے روضہ ءمبارک پر آیا اور قحط کی شکایت کی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کے واسطے پانی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں، تب خواب میں اس شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان کو میرا سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ ہوشیار رہیں، اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حال بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا کہ اے اللہ! ہم قصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہوتے ہیں۔[2]

---

[1] (شواهد الحق۔ص ۸۶/۸۷)

[2] (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، ص ۴۹، ج ۱، اخرجه ابن ابی شيبة فی المصنف ج۷، ص ۴۸۲، ۳۲۰۰۲، والبهيقی فی الدلائل ج۷، ص ۴۷)

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر بارش و باراں مانگنے کے لئے جانا اور آنحضرت ﷺ کا اس کی استدعا کو قبول کر کے خواب میں کہنا کہ عمر خطاب سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، پھر اس اعرابی کا یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچانا ثابت ہوتا ہے، پس اگر طلب حاجات کے لئے قبر پر جانا شرک ہوتا تو آپ ﷺ اس اعرابی کی عرض کو کیونکر قبول کرتے، پس جب رسول اللہ ﷺ کے روضہء مبارک پہ جانے اور عرض کرنے سے قحط جیسی بلا دفع ہوئی اور بزرگوں کی قبروں پر جاکر مراد مانگنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے بلکہ یہ ایک امر مستحسن ہے، غرض انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں پر جانا کفر و شرک نہیں ہے اور ان کا توسل پکڑنا جائز ہے، بتوں سے مانگنے یا توسل پکڑنے اور اولیاء اللہ سے مانگنے یا توسل پکڑنے میں زمین و آسماں کا فرق ہے۔ بت بے جان ہیں اور اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں جو مظہر انوار الٰہی ہیں۔

روضہ مبارک کے توسل سے بارش برس گئی

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کا اظہار کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

انظروا الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی روضہء مقدسہ پر جاؤ۔

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ دعا مانگو، یا قرآن مجید پڑھو، بلکہ وہی فرمایا جو متوسلین کہا کرتے ہیں۔

فاجعلوا منہ کوا الی السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقف۔

اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تا کہ رحمت اللعالمین ﷺ کے روضہ مبارک اور آسمان کے مابین کوئی چھت حائل نہ رہے۔

ففعلوا ۔۔۔۔۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

فمطروا ۔۔۔۔۔ پس موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔

یہی روایت ایک اور طریقہ سے یوں آئی ہے:

عن أبي الجوزاء قال قحط أهل المدينة قحطا شديدا فشكوا إلى عائشة رضي الله عنه فقالت فانظروا قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوة إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا حتى نبت العشب وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم۔

ترجمہ: حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بار سخت قحط پڑا اور لوگوں نے اس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کو دیکھو اور ایک ایسا سوراخ چھت میں بنادو کہ آسمان اور قبر مبارک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پانی خوب زور سے برسا حتیٰ کہ گھاس بکثرت پیدا ہوگئی اور اونٹ فربہ ہوگئے حتی کہ چربی سے پھٹ گئے۔[1]

دیکھئے اگر توسل بالقبر شرک ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روجہ مبارک پر بارش مانگنے کے لئے نہ بھیجتیں، چونکہ انہوں نے اس کو مستحسن طریقہ سمجھا تھا اس لئے انہیں اجزت دی، لطف یہ ہے کہ لوگ بھی اپنے مطلب پر کامیاب ہوگئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

وسبب دررفع حجاب میان قبر شریف وآسماں آں باشد کہ ایں طلب شفاعت است از قبر شریف زیراکہ درحیات آنحضرت استقاءمے کردند بذات شریف وچوں ذات شریف وے درپردہ شدامر کرد عائشہ کہ کشف کردہ شود قبر شریف تا باراں ببارد، گویا استقاء کردند بقبر در حقیقت استقاء واستشفاع است بذات شریف وے وکشف قبر مبالغہ است دراں۔

ترجمہ: چھت میں اس سوراخ کرنے کا سبب یہ تھا کہ طلب شفاعت کرنی ہے قبر شریف سے، اس واسطے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ زندہ تھے آپ کی ذات شریف سے طلب باراں کی جاتی تھی اور جب آپ کی ذات پردہ میں ہوگئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم فرمایا چھت میں سوراخ کرنے کا تاکہ پانی برسے، گویا طلب باراں کی بذریعہ قبر شریف کے مگر یہ حقیقت میں طلب باراں ہے کہ آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات بابرکات کو اور سوراخ کرنا اس میں مبالغہ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کو واسطہ اور شفیع کرنا گویا خود آپ کی ذات شریف کو واسطہ اور شفیع کرنا ہے۔

دیکھئے کہ جب مدینہ منورہ میں سخت خشک سالی ہوئی اس وقت نہ تو نماز استقاء پڑھی گئی اور نہ دعا مانگی گئی بلکہ حسب حکم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضہ مبارک کا حجاب جو قبر اور آسمان کے درمیان تھا اٹھادیا گیا، یعنی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور قبر شریف واسطہ کی گئی کہ جس سے اس قدر پانی برسا کہ ملک سرسبز وشاداب ہوگیا۔

[1] (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲، ص ۱۴۱)

کاش کہ اگر اس زمانہ میں بھی خشک سالی کے وقت ہم لوگ بھی اس سنت کی پیروی کر کے کسی ولی اللہ کی قبر شریف کے ذریعے سے طلب بارش کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کامل ہے کہ مدعا بر آئے اور یہ کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے تمام صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روبرو کیا گیا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا، اب کس مسلمان کی ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسے فعل مسنون کا نام (جو بحکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روبرو کیا گیا ہو، اور اس کا اثر بھی مترتب ہوا ہو) شرک رکھے اور اس کو قبر پرستی قرار دے، اس واسطے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول و فعل و اعتقاد کا نام سنت ہے نہ شرک، بس جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول و فعل شرک ٹھہرا تو اسلام کا خدا حافظ۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

ترجمہ: جب کفر کعبہ سے ہی اُٹھ کھڑا ہو تو اسلام کہاں رہے گا۔

ایک مہمان نے روضہ مبارک سے غیبی ضیافت فرمائی

أبو الخير الدعوى رعونة لا يحتمل القلب أمساكها فليلقها إلى اللسان فتنطق بها ألسنة الحمقى قال و سمعته يقول دخلت مدينة الرسول صلى الله عليه و سلم و أنا بفاقة فأقمت خمسة أيام ما ذقت ذوقا فتقدمت إلى القبر فسلمت فسلمت على النبي صلى الله عليه و سلم و على أبي بكر و عمر و قلت أنا ضيفك الليلة يا رسول الله و تنحيت فنمت خلف المنبر فرأيت في النوم النبي صلى الله عليه و سلم و أبو بكر عن يمينه و عمر عن شماله و علي ابن أبي طالب بين يديه فحركني علي وقال لي قم قد جاء رسول الله صلى الله عليه و سلم فقمت إليه و قبلت بين عينيه فدفع إلي رغيفا فأكلت نصفه و انتبهت و إذا في يدي نصف رغيف۔

ترجمہ: حضرت ابو الخیر الشیبانی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں فاقہ سے تھا، وہاں میں پانچ دن ٹھہرا اور میں نے کچھ نہ کھایا، پھر میں روضہ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر آیا اور میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کیا اور میں نے کہا: أنا ضيفك الليلة: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں الگ ہو گیا پھر میں منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کو آپ کے داہنے طرف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں جانب اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے آگے دیکھا، حضر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بلایا اور فرمایا کہ اُٹھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لاتے ہیں، میں اُٹھا اور میں نے

آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، پھر آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے اس میں سے کچھ کھایا، پھر میں جاگ پڑا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ حیات میں ان کے پاس مہمان آتے تھے اور ان کو آپ کھانا کھلاتے تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے روضہ مبارک سے مہمانوں کو کھانا کھلایا، مخالفین اسی توحید پرستی کو قبر پرستی ٹھہرا رہے ہیں۔

دوسری نظیر: شیخ عبدالحق محدث ہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ابن الجلاء گوید کہ بمدینہ رسول اللہ ﷺ درآمدم و یک دو فاقہ بر من گزشتہ بود، و قبر شریف ایستادم گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ! و بخواب رفتم پیغمبر خدا را دیدم ﷺ رغیفے بدست من داد نصفے را ھم در خواب خوردم چوں بیدار شدم، نصف دیگر در دست من باقی بود۔

ترجمہ: حضرت ابن الجلا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور ایک دو یوم فاقہ رہا، لاچار میں نے روضہ مبارک پر جا کر عرض کیا: **انا ضیفک یا رسول اللہ** ﷺ! یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں سو گیا، خواب میں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میں نے ابھی آدھی کھائی تھی کہ میں بیدار ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

تیسری نظیر: جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں:

ابو بکر اقطع گوید بمدینہ درآمدم و پنج روز بر من گزشت کہ بعام نچشیدم روز ششم بر قبر شریف رفتم و گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ! بعد ازاں در خواب مے بینم کہ سرور انبیاء علیہم السلام مے آید و ابو بکر بہ یمین و عمر بہ شمال و علی بن ابی طالب در پس، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا مے گوید: برخیز کہ پیغمبر آمد، رفتم و بوسہ درمیان دو چشم او دادم رغیفے بمن داد او را خوردم چوں بیدار شدم ھنوز پارئہ از وے در دست من بود۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر اقطع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں آیا اور پانچ روز تک میں نے طعام نہ چکھا، چھٹے روز روضہ مبارک پہنچا اور کہا: **انا ضیفک یا رسول اللہ** ﷺ! یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں، اس کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں ہیں اور حضرت عمر

[1] (صفة الصفوة ج ۴، ص ۲۸۳، الناشر: دار المعرفة - بیروت)

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے کی طرف، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ اٹھو حضور اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں، میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا، آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے اس کو کھانا شروع کر دیا، میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ روٹی کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں موجود ہے۔[1]

مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت ﷺ نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی

وقال الإمام أبو بكر بن المقرئ: كنت أنا والطبراني وأبو الشيخ في حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكنا على حالة، وأثّر فينا الجوع، وواصلنا ذلک اليوم، فلما كان وقت العشاء حضرت قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت: يا رسول الله الجوع، وانصرفت، فقال لي أبو القاسم: اجلس، فإما أن يكون الرزق أو الموت، قال أبو بكر: فقمت أنا وأبو الشيخ والطبراني جالس ينظر في شيء، فحضر بالباب علوى، فدقّ ففتحنا له، فإذا معه غلامان مع كل واحد زنبيل فيه شيء كثير، فجلسنا وأكلنا وظننا أن الباقي يأخذه الغلام، فولى وترک عندنا الباقي، فلما فرغنا من الطعام قال العلوي: يا قوم أشكوتم إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فأمرين أن أحمل بشيء إليكم۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ابو بکر المنقری کہتے تھے کہ میں اور ابوالشیخ اور طبرانی حرم رسول اللہ ﷺ میں فاقہ کی حالت میں تھے، ہمیں بھوک معلوم ہوئی، ہم نے وہ دن تمام کیا، پھر میں رات کے وقت روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ الجوع الجوع، یارسول اللہ ﷺ ہم بھوکے ہیں، ہم بھوکے ہیں، پھر میں چلا آیا، اس کے بعد ابوالشیخ نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اب یا تو کھانے کی کوئی چیز آ جائے گی یا پھر موت آ جائے گی، حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے کہ دروازے پر ایک علوی آیا اور اس نے کواڑ کو ہلایا، میں نے کواڑ کو کھولا تو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں اور ہر غلام کے ساتھ ایک زنبیل ہے کہ جس میں بہت سی کوئی چیز ہے ہم نے بیٹھ کر اس کو کھایا، پھر وہ شخص چلا گیا اور چھوڑ دیا جو باقی رہا تھا، پس جس وقت میں نے کھانے سے فراغت پائی تو علوی نے کہا کہ اے قوم! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تھی، کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے آپ لوگوں کے لئے کچھ طعام لے جانے کا حکم دیا۔[2]

---

[1] (صفة الصفوة مصنفہ ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ)

[2] (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، ج۴، ص ۲۰۰، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر بھوکے حضور ﷺ کے روضہ مبارک پر جاکر کھانا مانگیں تو آپ کے ذریعے سے بعض اوقات کھانا بھی ملتا ہے۔

ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ **جذب القلوب** میں ارشاد فرماتے ہیں:

احمد بن صوفی گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ھمہ طرقیدہ کہ بمدینہ آمدم و براں سرور ﷺ و صاحبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سلام کردم و بجواب رفتم آنحضرت ﷺ را در خواب دیدم کہ مے فرماید احمد آمدی، چہ حال داری؟ گفتم: انا جائع وانا فی ضیافتک یارسول اللہ! فرمود دست بکشا، کشادم دراھمے چند در دست من نہاد، بیدار شدم دراھم در دست من بود، ببازار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔

ترجمہ: حضرت احمد بن محمد صوفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن چور چور ہو گیا، میں مدینہ منورہ میں آکر رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کیا اور سو گیا، خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے احمد! آئے ہو کیسا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ بھوک سے بے تاب ہوں، آپ کا مہمان ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاتھ بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت اٹھ کر بازار کی طرف گیا اور روٹی اور فالودہ خرید کر کھایا اور جنگل کی طرف چلا آیا۔

آنحضرت ﷺ نے روضہ مبارک سے اپنا ہاتھ نکال کر غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا

بھجۃ الاسرار میں ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو روضہ مقدسہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر یوں عرض کی:

فی حالۃ البعد کنت روحی ارسلھا   تقبل الارض عنی وھی نائبی

ترجمہ: میں دوری کی حالت میں آپ کی طرف اپنی روح کو روانہ کرتا تھا، وہ زمین کو میری طرف سے چومتی اور وہ میری نائب تھی۔

وهذه نوبة الاشباح قد حضرت فامدد يديک کی تحظی بها شفتی

اور اس وقت یہ موقع ہے کہ میرا جسم حاضر ہے، پس اپنا دست مبارک نکالئے کہ میرے ہونٹ اس سے لذت پائیں۔

پس رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ سن کر اپنا دست مبارک نکالا اور حضرت غوث اعظم سے مصافحہ کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ بقابن بطور رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کی زیارت کی، پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سینے سے لگالیا اور ان کو خلعت پہنا کر فرمایا: ”اے شیخ عبدالقادر! میں علم شریعت، علم حال اور فعل حال میں تمہارا محتاج ہوں“۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حنبلی مذہب کو اختیار کیا، کیونکہ حنبلی مذہب کے لوگ کم تھے، آپ کی شمولیت سے اس مذہب کو زیادہ شہرت ہوئی۔

ایک مریض کو روضہ پاک پر عرض کرنے سے شفاء حاصل ہوئی

عن ابی محمد الاشبیلی نزلت برجل من اهل غرناطة علة عجز عنها الاطباء و ایسوا من برئها فکتب عنه الوزیر بن ابی الخصال کتابا الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یسئا له فیه الشفاء لدائه فما هو الا ان وصل الراکب الی المدينة الشريفة و قرء علیٰ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا الشعر و برء الرجل مکانه۔

کتاب و قيد من زمانة مشفی بقبر رسول الله احمد يستشفی

ترجمہ: حضرت ابو محمد اشبیلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطباء نے جواب دیا، وزیر بن ابی الخصال نے اس کی طرف سے ایک معروضہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بھیجا، اس میں شفا کی درخواست تھی، جب قاصد نے آکر مدینہ منورہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا اور وہ شخص اپنے گھر بیٹھا اچھا ہو گیا۔

کتاب و قیدمن زمانۃ مشفی　　　　بقبر رسول اللہ احمد یستشفی

یہ عریضہ ہے لاغر مریض کا جو اپنے پرانے مرض سے قریب بہ ہلاکت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر طالب شفاء ہے۔[1]

روضہ پاک پر دو مظلوموں کی فریادرسی

حافظ ابن قیم نے دو شخصوں کا قصہ لکھاہے جو رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر فریاد لے کر گئے تھے وہ یہ ہے کہ:

کان بعض العدو قطع لسان احدھما و بعضھم فقاعین الاخر فلما اتیاقبرہ الشریف و استغاثا بہ رد اللہ علیھما ما فقدمن اللسان والعین۔

ترجمہ: بعض دشمنوں نے ایک شخص کی زبان کاٹ لی تھی، اور ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی، وہ دونوں شخص رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر گئے اور فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زبان اور آنکھ عطا فرمائی۔[2]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر جا کر فریاد کرنے سے اندھوں کو آنکھ اور زبان کٹے ہوئے کو زبان مل جاتی ہے۔ لہٰذا قبروں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہوا۔

حضور ﷺ نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں

شیخ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ:

"کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، ایک روز رباعی (ایک سکہ کا نام ہے) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے ایک شیعی بقال ہماری وضع قطع دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر تم شیخین پر لعنت کروگے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ ایسا تو میں کبھی نہیں کہوں گا، آخر کار وہ کئی بار ایسا ہی ہنس ہنس کر کہتا رہا، میں تو اس کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے طیش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اس شیعہ نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اس نے فوراً میری آنکھوں پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے میری دونوں آنکھیں بہہ کر رخسار پر آگئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ الغرض میں آہ و بکا کرتا ہوا روضہ مبارک پر جا کر یوں فریادی ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں مظلوم ہوں آپ کے در پر فریاد لے کر آیا ہوں، للہ میری دستگیری کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آگئی، خواب میں آپ ﷺ نے میری چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں ایسی کہ جیسے ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی، میں نے حضور ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور میں اپنے وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ

[1] (خلاصۃ الوفاء)

[2] (رواہ ابن قیم فی کتابہ الکبائر فی السنۃ والبدعۃ)

منورہ جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس رافضی نے پہچان کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا گیا، اس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ میں نے کہا کہ بے شک میں وہی آدمی ہوں، جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، رافضی کہنے لگا کہ پھر آنکھیں درست کس طرح ہوئیں، یہ تو محال اور ناممکن بات ہے، میں نے اپنا تمام ماجرا بتایا کہ یہ محض حضور ﷺ کی برکت کا نتیجہ ہے کہ بینا ہو گیا ہوں ورنہ یہ واقعی محال امر تھا، وہ یہ سن کر مع عیال و اطفال کے اپنے جھوٹے مذہب سے تائب ہو گیا"۔

خواب میں حضور ﷺ نے ایک ظالم کو دفع فرمایا

امام جزری رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے دیباچہ میں ارقام فرماتے ہیں:

"کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک ظالم شخص کے پنجے میں پھنس گیا، میں نے کتاب حصن حصین جو ایک خاص مضامین کی احادیث کا مجموعہ ہے پناہ مانگی اور اس سے توسل پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ کو دیکھ کر میں آپ کے بائیں طرف مودب کھڑا ہو گیا، آپ نے میری طرف نظر عنایت کر کے فرمایا:

ماترید؟ یعنی تو کیا چاہتا ہے؟

فقلت لہ ادع اللہ لی وللمسلمین۔

یعنی میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ بدرگاہ رب العالمین دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائے۔

آپ ﷺ نے مع حاضرین مقربین کے دعا مانگی، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالم خود بخود کہیں چلا گیا ہے اور تمام مخلوق خوش و خرم نظر آ رہی ہے اور میں بھی آزاد ہو گیا ہوں، گویا یہ حضور ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ہم سب ظالم کے پنجے سے رہا ہو گئے۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ کا ایک چشم دید واقعہ

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شہید فرماتے ہیں:

"کہ میرے ایک نہایت معتبر و ثقہ دوست جو حاجی، زبدۃ الحکماء، منشی، فاضل اور دیندار بزرگ ہیں اور ۱۳۱۴ھ میں خواجہ ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ (مرشد امیر حبیب اللہ خان کابلی) کے ساتھ حج اور زیارت روضہ کے لئے گئے۔ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حرم روضہ میں مصروف ذکر و دعا تھے تو رات کو ۱۰ بجے کے قریب نقیب سب زائرین کو اخرج اخرج (نکل جاؤ، نکل جاؤ) کہہ کر نکالنے لگا، اس حکم کی تعمیل ضروری تھی کہ یہ دائمی انتظام تھا، خواجہ صاحب بھی تعمیل قاعدہ لازم سمجھ کر

باہر چلے آئے، اگلے روز پھر ہم کو حرم روضہ میں رات آگئی اور عین اسی وقت پھر اخرج، اخرج کا حکم تعمیل پانے لگا، مگر جب نقیب خواجہ ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے آگے آیا تو فوراً شیخ حرم نے اس کو پکارا کہ **دع ھذا الشیخ فانہ امرنی رسول اللہ ﷺ البارحۃ بانہ لا یخرج** (یعنی ان بزرگ کو رہنے دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کل کی رات مجھے حکم دیا کہ ان کو حرم روضہ سے نہ نکالا جائے)"

دیکھئے رسول اللہ ﷺ کو قبر مبارک کے اندر بھی اپنے عاشقان باصفا کا کس قدر خیال ہے، پھر اگر محبان رسول ﷺ آپ ﷺ سے استمداد کریں اور فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ محل تعجب ہے؟ **حاشا و کلا۔**

روضہ پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

محمد بن المنکدر گوید مردے پیش پدر من ھشتاد دینار ودیعت نہاد و بجہاد رفت و اذن داد کہ اگر ترا حاجت افتد ازیں ھا خرچ کن۔ پدرم نزد احتیاج آں را خرچ کرد چوں آں مرد باز آمد مبلغ کہ نہادہ بود طلب کرد، پدر در ادائے آں درماند و باوے گفت کہ فردا بیا تا جواب تو گویم، ایں بگفت و شب در مسجد شریف نبوی ﷺ بتوجہ کرد و زمانے در حضور شریف و گاھے پیش منبر استغاثہ نمود و فریاد کرد ناگاہ در تاریکی شب مردے پیدا شد و صرۂ ھشتاد دینار بدست وے داد بامداد مبلغ را باں مرد داد و از زحمت مطالبہ خلاص یافت۔

ترجمہ: محمد بن المکندر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے، اور جہاد پر چلا گیا اور اجازت دی کہ اگر آپ کو ضرورت ہو تو ان میں سے خرچ کر لینا، میرے والد نے ضرورت کے وقت ان کو خرچ کر لیا، جب وہ شخص واپس آیا تو جو رقم امانت رکھی تھی وہ واپس مانگی، والد اس کی ادائیگی سے عاجز آگئے اور اس سے کہا کل آنا تو میں جواب دوں گا، یہ کہا اور رات کو مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرے اور کبھی حضور شریف میں اور کبھی منبر کے سامنے فریاد کرتے رہے، اچانک رات کی تاریکی میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دی، صبح ہوتے ہی وہ رقم اس شخص کو دی اور اس کے مطالبہ سے نجات پائی۔

ایک بھوکے نابینا کو روضہ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی

وقال أبو العباس بن نفیس المقري الضریر جعت بالمدینة ثلاثة أیام فجئت إلی القبر فقلت یا رسول الله جعت ثم بت ضعیفا فرکضتني جاریة برجلها فقمت معها إلی دارها فقدّمت إليّ خبز برّ وتمرا وسمنا وقلت کل یا أبا العباس فقد أمرني بهذا جدي صلی الله علیه وسلم ومتی جعت فأت إلینا۔

ترجمہ: حضرت ابو العباس بن نفیس المقری نابینا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین روز بھوکا رہا، پھر قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں بھوکا ہوں، پھر ناتواں ہو کر سو رہا کہ ایک عورت نے پاؤں کی ٹھوکر سے مجھے جگایا میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے مکان تک گیا، وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لائی اور کہا کھاؤ اے ابو العباس! مجھے میرے نانا ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، جب تم کو بھوک لگے تو ہمارے یہاں آیا کرو۔[1]

روضہ پاک پر فریاد کرنے سے شیطان دفع ہوا

عن ابی ایوب رجل من قریش ان امرأة من اهله کانت تجتهد فی العبادة و تدیم الصیام و تطیل القیام فاتاها الملعون و قال الی کم تعذبین هذا الجسد و هذا الروح لو افطرت و قصرت من القیام و کان ادوم لک و اقوىٰ قالت فلم یزل یوسوس لی حتی هممت بالتقصیر قالت ثم دخلت مسجد رسول الله ﷺ معتصمة بقبره و ذلک بین المغرب و العشاء فذکرت الله و صلیت علی رسوله ﷺ و ذکرت مع نزل بی من وسوسة الشیطان و استغفرت و جعلت ادعو الله ان یصرف عنی کیده و وساوسه قال فسمعت صوتا من ناحیة القبر یقول : إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ٦) قالت فرجعت مذعورة و جلة القلب فو الله ماعاودتنی تلک الوسوسة بعد تلک اللیلة۔

ترجمہ: حضرت ابو ایوب قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے خاندان میں تھی، جو عبادت شاقہ کیا کرتی تھی اور صائم الدہر رہتی اور طول قیام کیا کرتی تھی، ایک روز اس کے پاس شیطان مردود نے آکر کہا کہ تم اپنے جسم اور جان کو کہاں تک تکلیف دوگی، اگر تم افطار کرو اور قیام کم کرو تو یہ ہمیشہ ہو سکے گا اور بہتر ہو گا، وہ کہتی ہیں کہ یہ وسوسہ میرے دل میں برابر ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے کمی کرنے کا ارادہ کر لیا، پھر ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان روضہ رسول ﷺ پر گئی وہاں اللہ کو یاد کیا اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا اور اس وسوسے کو جو شیطان نے میرے دل میں ڈالا تھا بیان کیا، اور میں نے استغفار کیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اس کے مکر اور وسوسے کو دور کر دے، پس میں نے قبر کے ایک کونے سے ایک آواز سنی:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ٦)

ترجمہ: کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو، وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں سے ہوں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے خوفناک ہو کر لوٹ آئی اور میرا دل ڈر گیا، اللہ کی قسم کہ اس رات کے بعد وہ وسوسہ میرے دل میں پھر کبھی نہیں آیا۔

[1](خلاصة الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ج ۱، ص ۵۰)

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب شیطان کسی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ ڈالے تو اس کو چاہیئے کہ روضہ نبوی ﷺ یا دیگر اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر امداد طلب کرے جس سے امید ہے کہ وہ ایسے وسوسوں سے بہت جلد نجات پائے گا۔

ندائے یا محمد ﷺ سے بکریاں موٹی ہو گئیں

ابن ایثر رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب "الکامل" میں ارشاد کرتے ہیں کہ ۱۸ ہجری میں ملک عرب میں بڑا قحط پڑا تو قوم بنی مزینہ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمارے واسطے کوئی بکری ذبح کیجئے تاکہ اس سے اپنا پیٹ بھریں، انہوں نے فرمایا کہ بکریوں میں گوشت کا نام ونشاں ہی نہیں ہے صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کر دی۔ جب اس کی کھال اتاری گئی تو اس میں گوشت نہ تھا بلکہ صرف ہڈیاں ہی تھیں یہ حالت دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے با آواز بلند کہا "یامحمداہ" اس پر حضور ﷺ نے خواب میں ان کو بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازی ہو جائیں گی اور قحط بھی چند یوم تک جاتا رہے گا چنانچہ جب صبح کو بیدار ہوئے تو بکریوں کو واقعی فربہ دیکھا اور چند یوم کے بعد قحط بھی ملک سے جاتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر ایک مظلوم کی دادرسی

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب "المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ" میں لکھا ہے:

یا نبي اللہ إني متوجه بک إلی ربي في حوائجی لتقضي لي الیٰ ان قال ثم یتوجه الی اللہ تعالی ما سأل و أضعف له و ذلک فوق سألته لکرامة إبراهيم -عليه السلام- و حدث أبو الحسن موسی بن الحسين التاجر قال: حدثني رجل من أهل بعلبک قال: زرنا قبر إبراهيم الخليل -عليه السلام- و کان معنا رجل مغفل من أهل الجبل فسمعنا و قد زار القبر و هو يبکي و هو يقول: حبيبي إبراهيم سل ربک يکفيني فلانًا و فلانًا فإنهم يؤ ذياني و نحن نضحک منه و نتعجب من قوله، ثم رجعنا بعد مدة إلی يافا فوصل قارب من بيروت و فيه رجل من أهل بعلبک فحدثنا أن الثلاثة الذين سماهم ماتوا۔

ترجمہ: یا نبی اللہ ہم متوجہ ہوتے ہیں بذریعہ آپ ﷺ کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجتوں میں تاکہ تو میری حاجت پوری کر دے ھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو بذریعہ جمیع انبیاء علیہم السلام کے خصوصاً سردار اولین و آخرین سردار ہمارے محمد ﷺ کے ذریعے سے اور کعب نے کہا کہ جو کوئی ابراہیم علیہ السلام کو وسیلہ پکڑتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے بلکہ دوچند اس سے بہ سبب زیادہ ہونے بزرگی ابراہیم علیہ السلام کی کے، اور حسن بن مولیٰ بن حسن تاجر نے بیان کیا کہ مجھ سے

ایک شخص نے جو بعلبک کا رہنے والا تھا کہا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کو گئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک اور معزز شخص بعلبک کا تھا، میں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے مزار کی زیارت کرتے وقت رو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے میرے پیارے ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے سوال کیجیئے کہ تین اشخاص نے مجھے بہت ستایا ہے اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے وہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے یافہ تک پھرا اور بیروت کے قریب پہنچا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تینوں شخص جن کا اس نے نام لیا تھا مر گئے۔[1]

حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم سے توسل

حدثنا أبو العالية قال: "لما فتحنا تستر وجدنا في بيت مال الهرمزان سريرا عليه رجل ميت، عند رأسه مصحف له، فأخذنا المصحف، فحملناه إلى عمر بن الخطاب رضي الله عنه، فدعا له كعباً، فنسخه بالعربية. فأنا أول رجل من العرب قرأه، قرأته مثل ما أقرأ القرآن. فقلت لأبي العالية: ما كان فيه؟ قال سيرتكم وأموركم ولحون كلامكم. وما هو كائن بعد. قلت: فما صنعتم بالرجل؟ قال: حفرنا بالنهار ثلاثة عشر قبراً متفرقة، فلما كان الليل دفناه وسوينا القبور كلها، لنعميه على الناس لا ينبشونه، فقلت: وما يرجون منه؟ قال: كانت السماء إذا حبست عنهم أبرزوا السرير فيمطرون. فقلت من كنتم تظنون الرجل؟ قال: رجل يقال له: دانيال، فقلت: مُذْ كم وجدتموه مات؟ قال: مذ ثلاثمائة سنة، قلت: ما كان تغير منه شيء؟ قال: لا، إلا شعيرات من قفاه، إن لحوم الأنبياء لا تبليها الأرض، ولا تأكلها السباع۔

ترجمہ: ابی العالیہ نے کہا کہ جب ہم لوگوں نے تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے اس کتاب کو میں نے پڑھا، پھر میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ دن کے وقت ہم نے تیرہ قبریں علیحدہ علیحدہ کھودیں، رات کو اسے ایک قبر میں دفن کر دیا اور باقی تمام قبروں کو برابر کر دیا، یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور اس کو نہ کھودیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ لوگ اس مردے سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تخت کو باہر نکالتے تھے اسی وقت پانی برسنا شروع ہو جاتا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام تھے، پھر میں نے پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر میں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر تو واقع نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں صرف چند

---

[1] (إتحاف الأخِصا بفَضَائل المسجد الأقصى، ج ۲، ص ۶۲، ۶۳، ۶۴، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتب)

بال سر کے پیچھے سے خراب ہوئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ان کو درندہ کھاتا ہے"۔[1]

اس روایت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو حین حیات میں اور بعد ممات کے حصول مطالب کے واسطے ذریعہ کرنے کا ایک قدیم دستور تھا اور لوگ ہمیشہ سے کیا کرتے تھے، تب ہی تو حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش مبارک کو تین سو برس تک رکھے رہے اور جب پانی نہیں برستا تھا تو اس نعش مبارک کو نکال کر اس کے ذریعہ سے بارش مانگا کرتے تھے اسی وقت بارش ہو جایا کرتی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ فرمانا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو وہ لوگ تخت کو نکالتے تھے اور پانی برس جاتا تھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز تھا کیونکہ اگر ان لوگوں کا یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس قصے کو ذکر کر کے ضرور ایسے کاموں سے منع کرتے۔

قبولیت دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ **اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ** میں چار ایسے بزرگوں کے اسمائے مبارک لکھتے ہیں جو اپنی بروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) شیخ طفیل نجمی رحمہ اللہ تعالیٰ (۴) شیخ حیات بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت بشر بن حارث تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے اکسیر ہے۔

وقال أحمد بن الفتح فما فعل معروف الكرخي فحرك رأسه ثم قال لي هيهات حالت بيننا وبينه الحجب إن معروفا لم يعبد الله شوقا إلى جنته ولا خوفا من ناره وإنما عبده شوقا إليه فرفعه الله إلى الرفيع الأعلى ورفع الحجب بينه وبينه ذاك الترياق المقدس المجرب فمن كانت له إلى الله حاجة فليأت قبره وليدع فإنه يستجاب له إن شاء الله تعالى۔

ترجمہ: حضرت احمد بن الفتح نے کہا کہ میں نے معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے اور ان کے درمیان میں پردہ حائل ہو گیا، معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدا کی عبادت جنت کے شوق یا جہنم کے خوف سے نہیں کی تھی بلکہ خدا کی عبادت خدا کے شوق میں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام اعلیٰ میں اٹھالیا،

---

[1] (الكتاب: إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، ج ۱، ص ۲۰۳، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية)

پس جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کے مزار مبارک پر جا کر دعا کرے، ان شاء اللہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو تابعین میں سے ہیں اور جن کے جنازے پر علی بن مدنی محدث رحمہ اللہ تعالیٰ پکار کر یہ کہتے تھے کہ یہ دین اور دنیا میں بزرگ ہیں۔ یہ اجازت دی کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر جائے اور اپنا مطلب کہے، اس کا کام ہو جائے گا، تو پھر بھلا ایسا فعل کیونکر شرک ہو سکتا ہے اور کون بد بخت ایسے علامہ تابعی کو مشرک کہہ سکتا ہے۔

(۲) شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ در قبر خود مثل احیاء تصرف مے کند۔

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

(۳) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دعا قبول ہونے کے لئے مثل تریاق ہے۔

(۴) علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں ارشاد فرماتے ہیں:

لم یزل علماء و ذوو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفة یتوسلون الی اللہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک۔ منھم الامام الشافعی یقول لانی اتبرک بابی حنیفة و اجیء الیٰ قبرہ زائراً فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الیٰ قبرہ۔

ترجمہ: بڑے بڑے علماء و فضلاء اور حاجت مند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس جاتے، چنانچہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں، اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔

---

[1] (صفة الصفوة، ج۲، ص ۳۲۴، الناشر: دار المعرفة-بیروت)

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات وجوابات

ساری امت مصطفی ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیئے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جو اب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (البقرۃ ۱۰۷)

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب: اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ مِنْ دُونِ اللَّهِ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہذا ولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔

رب فرماتا ہے:

وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (آل عمران ۱۶۰) اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (آل عمران ۱۹۲) ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

(المائدة ۵۵) یعنی اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا۔

نیز فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (التوبة ۷۱) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض (۲)...رب تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى (الزمر ۳) یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کردیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب: اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ نَعْبُدُهُمْ ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبارت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کوتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا آلِهَةً (الاحقاف ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض (۳)...رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (المنافقون ٦) برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب: یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔

اس آیت سے پہلے یہ ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (المنافقون ۵) جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے۔ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبة ۱۰۳) اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند، مگر بد قسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی، اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض (۴)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (التوبة ۸۴)

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری جس میں نبی ﷺ کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز

جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب: اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (التوبة ۸۴) کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماریوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض (۵)...رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے:

يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ (البقرة ۲۵۴) اور کہیں فرماتا ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (المدثر ۴۸) یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب: یہ سب آیتیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرة ۲۵۴) مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ۶۷)

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیز گاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے۔

نیز فرماتا ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء ۸۹)

اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال و اولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض (۶)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔ لہٰذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے

بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفاومردہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم ﷺ کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکواۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری : جنت کا داخلہ تین طرح ہو گا: کسبی، وہبی، عطائی۔ کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

جَزَاءًبِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدة١٧) جنت وہبی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔

مگر بغیر اعمال جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور ٢١) جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہو گی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہر گز ہر گز نہیں مل سکتی۔

اعتراض (٧)... قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا:

يَانُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (هود ٤٦) اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہوتے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب: جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا:

يَابُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ (ھود ۴۲) یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔

تو اس نے جواب دیا:

قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ (ھود ۴۳) میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ اس لئے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہر گز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض (۸)... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرمادیا گیا:

يَاإِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (ھود ۷۶)

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب: قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لیئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا۔ اذھب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھوتا اسے بھی بخار ہو جاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری

انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر علیہ السلام ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہو سکتا کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جائے لہذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لئے رب نے فرمایا: **سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ**

تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (المنافقون ٦) آپ کا دعا کرنا یانہ کرنا ان منافقوں کے لئیے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں علیهم فرمایا علیک نہ فرمایا۔

اعتراض (۹)... مشکوۃ شریف باب الاتداد میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

لا أُغْنِي عنکِ من اللهِ شيئًا۔

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔[1]

جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا (المائدة ۵۵)

تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی۔

قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے ذریعے اور رستہ کے۔[2]

فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہو گی۔[3]

---

[1] ((أخرجه البخاري (٢٧٥٣)، ومسلم (٢٠٦)، والترمذي (٣١٨٥)، والنسائي (٣٦٤٧) واللفظ له، وأحمد (٨٧٣٦)مشکوۃ المصابیح باب الارتدادو التحذیر الفصل الاول ص ٤٦٠ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[2] (شامی باب غسل میت ج ا ص ٦٣٣ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[3] (ردالمحتار علی درالمختار ج ا ص ٦٣٤ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے جائیں اور لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

نوٹ ضروری

حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ **رحمۃ للعالمین۔**

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہ گاروں کو پہنچیں گے نیکو کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکو کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء ۔۔۔ از چہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔

ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ:

شفاعتی لاهل الكبائر من امتی۔

میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لئے ہے۔[1]

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی طفیل ابو لہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابو طالب دوزخ میں جانے بچ گئے۔

اعتراض (۱۰)...بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقیا وانا نتوسل الیک بعم نبینا ناسقنا قال فیسقر۔

---

[1] (ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: الٰہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔[1]

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ پکڑا۔ حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہئیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا۔ اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور پر نور ﷺ سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفی ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرماتا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرۃ ۸۹) قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ ٹوپی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہر گز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔

[1] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

نیز معلوم ہورہاہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

وانانتوسل الیک بعم نبینا۔

ترجمہ: یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچاکے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔ [1]

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

ای بوسیلۃ الرحیم التی بینہ وبین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔

چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں:

قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبد المطلب ازیں باب است۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وھو من المندوبات وفی صحیح البخاری فی الاستسقآء حدیث عمر انا کنا نتوسل الیک نبینا ا وانا نتوسل الیک بعم نبیک فاسقنا فلیسقو والحدیث عثمان ابن حنیف فی شان الاعمیٰ۔

ترجمہ: یعنی دعا میں انبیاء واولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑدیا۔ اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہٰذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض (۱۱)... حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینسیں بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹادیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچادیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

[1] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکواۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولے کام نہیں آسکتا۔

چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ میں ہے:

ولا یاتی احدکم یوم القیامۃ ببعیر یحملہ علی عنقہ لہ رغاء فیقول یا محمد فاقول لا املک لک شیئا قد بلغت۔ [1]

نوٹ ضروری

یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب: اس اعتراض کے جو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہو گا جو زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور کافروں کے لئیے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکے کا۔ یعنی نبی ﷺ شفیع مختار اور وسیلہ بااختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لئیے یہ ارشاد ہو گا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہو گی۔

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیر والوں کے لئے ہو گی۔ [2]

نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہو گی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری

وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان عفو سیات کا۔

دوسرا بااختیار جیسے انبیاء واولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفاوعدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفی ﷺ کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

[1] (صحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

[2] (سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنہ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعتراض (۱۲)...بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جارہے تھے کہ بارش آگئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب: اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ناجائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر دفع کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض (۱۳)... شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نداریم غیـــر از تو فریادر ســـ

پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔

پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریادرس ماننا پڑے گا۔

جواب: اس جگہ حقیقی فریادرس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریادرس ہیں۔

یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں:

ہر کہ فریادر ســـ روز مصیبـــت خواہد
گو درایام اســـلامت بجوانمـــردی کوشش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریادرس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔مگر نبی ﷺ فریادرس نہ ہوں۔

(۱۴) بوستان میں ہے:

بـــہ تہـــدید گر بر کشد تیغ حـــکم　　　　بمـــانـــد کروبیـــان صـــم وبکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرمارہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا توذکر ہی کیا ہے۔

جواب: جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرماوے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محرم بندوں کی سفارش کرسکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

شیخ سعدی قدس سرہ یہ شعر نہ دیکھا:

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل بمہمان دارالسلامت طفیل

یارسول اللہ ﷺ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ ﷺ کے طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جائیں۔

نیز فرماتے ہیں:

خدا یا بحق بنی فاطمہ کہ برقوم ایمان کنم خاتمہ

الٰہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

شنیدم کہ درروز امید وبیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہ گاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض (۱۴)... اگر اللہ کے مقبول بندے خدارسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پالینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیئے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب: وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔

مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

اعتراض (۱۵)...جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العٰلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلاواسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العٰلمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لیئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ حکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکر ان کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض (۱۶)... وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہو گی کہ حضور ﷺ بخشوالیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب: یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کرکے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین، مالداروں کی زکوۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہ گار شفاعت سے مایوس ہو گا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کر لو۔

شیخ فرماتے ہیں:

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود　　　　برآرد بہ چنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض (۱۷)... مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ۔ (لقمان ۲۵)

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب: ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس ۸۲) اس کی شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرمادے تو وہ شئ ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً:

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ۔ (السجدة ۱۱)

فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (آل عمران ۱۶۴)

نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (الاسراء ۲۴)

کہو کہ یا اللہ! جیسے میری ماں باپ نے صغر سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔

دیکھو موت دینا، پاک کرنا، پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے:

تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۹۸) إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (الشعراء ۹۸)

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجت مند مانتے تھے۔

قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے:

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (الاسراء ۱۱۱)

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔

یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری

ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسال کے وسیلہ سے کفن درزی ... کے وسیلہ سے دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ: ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مکہ معظمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آپ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہو گیا۔

ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا:

اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ھٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (ص ۴۲)

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہو اسے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض (۱۸)... موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے فرمایا: کَمْ لَبِثْتَ؟ (البقرۃ ۲۵۹) تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا: لَبِثْتُ یَوْمًا أَوْ بَعْضَ یَوْمٍ (البقرۃ ۲۵۹) میں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا: بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (البقرۃ ۲۵۹) تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جاکر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمَنِ آلِھَةً یُعْبَدُوْنَ (الزخرف ۴۵)

اے نبی ﷺ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمالیا۔ اور نماز فجر قضا ہوگئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی (علیہ السلام) ولی (رحمہ اللہ تعالیٰ) وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استنجاوالا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہئے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر مومن کے لئیے ایک نماز کے برابر ہوگا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہٰذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض (۱۹)... نبی ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری إِنَّکَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (القصص ۵۶) جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب: اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ ﷺ سے محبت کرے اور آپ ﷺ سے جو محبت کرے گا وہ آپ ﷺ کی بات مانے گا ابو طالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہٰذا ہدایت نہ پا سکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر بھی ابو طالب کو حضور ﷺ کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض (۲۰)... نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

جواب: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور ﷺ کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض (۲۱)... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پاکر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہدہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا۔ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ۔ (النمل ۲۲) میں اس چیز کا احاطہ کرکے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جاکر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہدہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزار رہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ جھپکنے سے پہلے تخت لاکر حاضر کر دیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ (النمل ۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا: أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (النمل ۴۰) میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔

طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگر است۔

اعتراض (۲۲)... رب تعالیٰ فرماتا ہے: يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (المائدۃ ۴۰) رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ مَنْ يَشَاءُ میں مَنْ عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابو لہب اور اس کی بیوی جمیلہ۔

جن کے بارے میں فرمادیا گیا:

سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۳) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لھب ۴)

یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔

دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (سورہ البینہ ۸) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یا فرمادیا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى (النساء ۹۵) اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہو گا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہو گا۔

اعتراض (۲۳)... قرآن کریم فرمارہا ہے کہ کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (الاسراء ۹۰)

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور وانگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (الاسراء ۹۳) کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ

کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا۔ باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب: نبی اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹادی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد و ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے انگلیوں سے چشمے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور وانگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنادیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

بوریا ممنون خواب راحتش ‏ ‏ ‏ ‏ تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تا کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔[1]

امام الائمہ کاشف الغمّہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ مبارکہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کرتے ہیں:

انت الذی لمّا توسل آدم من ذلة بک فاز وھو اباک۔

ترجمہ: " آپ ﷺ وہ ذات ہیں کہ آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے وسیلے سے توبہ کی اور کامیاب ہوئے۔ اور وہ آپ ﷺ کے دادا تھے۔"

معلوم ہوا کہ منکرینِ وسیلہ اگر اپنے آپ کو حنفی کہیں تو وہ جھوٹے ہیں اور دھوکہ باز ہیں، ان کے نزدیک تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (العیاذ باللہ) مشرک ہیں۔ امام اعظم تو وسیلہ کے قائل ہیں اور یہ گمراہ اسے شرک کہتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ مذاہبِ اربعہ بلکہ اسلام سے خارج ہیں۔ وسیلہ پر بے شمار دلائل ہیں، علمائے کرام نے کتب بھی لکھے حتیٰ کہ علماء نے لکھا کہ وسیلہ کا انکار کفر ہے۔

[1] (سعید الحق فی تخریج جاء الحق ص ۴۸۸)

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور ﷺ سے بے دریغ امداد مانگی۔

اشعار حسب ذیل ہیں:

یا شفیع العباد خذ بیدی	انت فی الاضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میری نبی ﷺ	کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لیس لی ملجاء سواک اغث	مسنی الضر سیدی سندی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ	فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی!
غشنی الدھر ابن عبد اللہ	کن مغیثا مانت لی مددی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف	اے مرے مولیٰ خبر لیجئے میری

نام احمد چوں حصینے شد حصین

پس چہ باشد ذات آں روح الامین

اعتراض (۲۴)....اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِینُ (البقرۃ ۵)

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

جواب: اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کار ساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے:إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّهِ (الأنعام۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔یا فرمایا گیا: لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (البقرۃ۲۵۵)اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں۔پھر ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے بہ عطائے الٰہی۔

نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ ”کالی مائی تیری دہائی“ وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔اگر آیت کا

مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔نہ تو صحابہ کرام اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔دائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔استاد کی مدد سے علم سیکھا۔مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔پھر غسال اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔گور کن کی مد دسے قبر کھدی۔مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

اعتراض (۲۵).....رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (البقرة۱۰۷)

معلوم ہوا کہ رب کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

جواب: یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔بلکہ ولی مِنْ دُونِ اللّٰهِ کی نفی ہے۔جنہیں کفار نے اپنا ناصر و مددگار مان رکھا تھا یعنی بت وشیاطین ،ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔جیسے انبیاء علیہم السلام واولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ، وائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہوکر آتا ہے۔اگر کوئی شخص کسی کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو۔

موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى (طه۲۴)

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (۲۹) هَارُونَ أَخِي (۳۰) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (طه ۳۱)

ترجمہ: مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء علیہم السلام ہے۔

اعتراض: درمختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول **شیئاً للہ قیل یکفرہ** معلوم ہوا کہ **یا عبدالقادر جیلانی شیئاًللہ** کہنا کفر ہے۔[1]

جواب: یہاں **شیئاًللہ** کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔رب تعالیٰ تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔یہ معنی واقعی کفر ہیں۔

اس کی شرح میں شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اماآن قصد المعنی الصحیح فالظاھر انہ لاباس بہ۔

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک **شئیاللہ** کا یہ ہی مطلب ہے۔[2]

اعتراض:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے　　　جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

جواب:

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے　　　جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

توسل کر نہیں سکتے خدا سے　　　اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اعتراض: خدا کے بندے ہوکر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہیئے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔[3]

جواب: ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔قرآن بھیج رہا ہے۔دیکھو گزشتہ تقریر۔اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں　　　مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے!

اعتراض: قرآن کریم نے کفار کا کفریہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔

---

[1] (ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج۵ ص ۳۳۶۔۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[3] (تقویۃالایمان)

جواب:۔ اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور حاکم سے مدد مانگ کر، یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کرچکے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (النساء ۵۲)

ترجمہ: جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔اس کا مددگار کوئی نہیں۔

مومن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مددگار بنائے۔

اعتراض: شرح فقہ اکبر میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل (علیہ السلام)نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل (علیہ السلام)کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔ بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں خلیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔

جواب: یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکالنا رب کو نا پسند ہوگا۔اسی لئے خلیل اللہ علیہ السلام نے اس وقت خدا سے بھی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی دعا نہ کی نہ مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہما۔

اعتراض: زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مُردوں سے نہیں۔کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مُردہ میں نہیں لہذا یہ شرک ہے۔

جواب: قرآن میں ہے:وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحۃ۵) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔کیا زندہ کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونی چاہئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفی ﷺ کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی بجائے پانچ کرادیں۔رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرماکر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔استمداد کے منکرین کو چاہیئے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔

نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو:

وَلَاتَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرة ۱۵۴)

ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں گے مگر یہ بلاوجہ زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الٰہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔(روح البیان)

اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے، جل جائے، طاعون میں مرے ،عورت زچگی کی حالت میں مرے۔طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذاللہ مردہ ماننا لازم آئے گا۔حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق بہ ہم ثبوت استمداد میں کرچکے ہیں کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی اس سے مدد مانگی جائے اور اس کی کچھ تحقیق بوسہ تبرکات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ (القصص ۸۸) کی تفسیر میں ہے:

فحینئذ فلیس فی الایۃ دلیل علی ما زعمہ الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا و میتا شرک فانہ جھل مرکب لان سوال الغیر من اجراء اللہ النفع او النصر علی یدہ قد یکون واجباً لانہ من التمسک بالاسباب ولا ینکر الاسباب الا جحوداًاو جھولاً۔

ترجمہ: یعنی یہاں لاتدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔خارجیوں کی یہ بکواس اس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔[1]

[1] (تفسیر صاوی ج۴ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے۔

(۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں

(۳) لاتدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

اعتراض: بزرگان دین کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست وپاہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ (الحج ۷۳) یہ اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کرسکتے۔ہماری کیا مدد کریں گے۔

جواب: یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح ہے کمزور ہوگیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہوجاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے خصوصاً ارواح انبیاء علیہم السلام۔

رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى (الضحیٰ ۴) ہر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمداد ولی کی روح سے ہے۔نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔[1]

يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا (التوبۃ ۳۷) کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے زہر پیا۔حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہرپیا تھا۔اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔لہٰذا اب اثر ظاہر ہوا۔ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔مگر اس جانب توجہ نہیں۔خانہ کعبہ میں تین سوبرس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کرسکا؟ رب سمجھ دے۔

اعتراض: حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کرسکے تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟

[1](تفسیرروح البیان پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۳۷،تفسیرروح البیان ج۳ص ۴۲۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ (الحج ۷۳)

جواب: ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی مگر طاقت کا استعمال نہ کیا کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء فرعون کو بھی کھاسکتا تھا مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر منگالیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الٰہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے مگر حکم الٰہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہذا یہ آیت انبیاء علیہم السلاموااولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناناصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے باربار اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔

وہابیوں کا اعتراض

آپ سنی لوگ پیر باباسید علی ترمذی کے مزار پر حاضری کے لئے جاتے ہو تمہیں کیا معلوم کہ پیر بابااس دنیا سے مسلمان گزرا یاخارج ازاسلام تھے یہ وہابیوں کامشہوراعتراض ہے۔(**نعوذباللہ من اقوال الوھابیۃ الخبیثۃ ومن ظنونھم المردودۃ**)مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کے بارہ جواب دیئے ہیں:

جواب اول

پہلا جواب الزامی ہے:

اے وہابی تجھے کیا معلوم کہ تو جسے اپنا ابا کہتا ہے وہ حقیقت میں تیرا ابا ہے یا تیری امی جان نے کہیں چوری کر کے تجھے ناجائز جنا ہے۔

(۲) اے وہابی تونے اپنے والد (وہ والد جس کا تجھے والد ہونے کا حق الیقین نہیں)کاجنازہ پڑھا تجھے کیا تحقیق کہ تیرا یہ مشکوک والد مسلمان گزرا یا کافر؟ پھر تونے اپنے اس مشکوک والد کا جنازہ کیوں پڑھا؟

میں کہتا ہوں کہ پیر باباسید علی ترمذی شاہ خراساں رحمہ اللہ تعالیٰ مسلمان ہیں ، حسینی سید ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی کامل ہیں پھر لاکھوں لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھاہے اور جنازہ اس میت کا پڑھا اور پڑھایا جائے۔

جس میت میں وہ شرائط پائے جائیں جو فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کئے ہیں شرائط ملاحظہ ہوں:

(۱) وشرط صحۃ الجنازۃ اسلام المیت۔

کسی میت پر نماز جنازہ تب صحیح ہو گا جب مرنے والا مسلمان ہو میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

فقہ کی تمام کتب میں یہ مسئلہ تحریر ہے۔[1]

(۲) ویصلی علی کل بر و فاجر اذامات علی الایمان۔

ہر (مسلمان میت) نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھی جائے بشرطیکہ وہ حالت ایمان پر وفات ہوا ہو۔[2]

شفاء السقام کے مصنف فرماتے ہیں

(۳) لوقیل لہ بناءعلی قولک ھذالانصلی الجنازۃ علیک بعدموتک لانالاندری ھل مت انت علی الکفر او الایمان و انت مقربذلک علی الغیر فلایسلم ذلک لنفسہ فان لم یرض بذلک لنفسہ فلایتجاریٰ علی من غمرہ اللہ تعالیٰ برضاہ برمسہ۔

(جب وہابی یہ کہے کہ ہمیں کیا معلوم، کہ یہ شخص مسلمان مرا ہے یا کافر، تو کیونکر اس کے مزار کی زیارت کے لئے جایا جائے) میں کہتا ہوں (اے وہابی) اگر یہی بات ہے، تو تیرے مرنے کے بعد ہم تیرا جنازہ کیونکر پڑھیں کیونکہ ہمیں کیا معلوم، کہ تو مسلمان مرا یا کافر جب کہ تو اپنے لئے کبھی بھی اس بات کے لئے تیار نہ ہو گا، میں کہتا ہوں، کہ جب تو اپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا تو بزرگ اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں ہیں ان بزرگوں کے بارے میں ایسی گستاخی کیوں کرتا ہے۔[3]

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں:

(۴) انہ اذذاک یجرہ الی الشک فی صحبتہ الصحابۃ بان یقول من این علمتم ان الصحابۃ ماتوا علی الاسلام فان اقر بموجب ھذہ المقالۃ۔قلنالہ یاخاسر الدین ویاعدو خاصۃ المسلمین ھم نجوم الاسلام۔

جب (وہابی) اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرتے کرتے یہاں تک پہنچتا ہے تو پھر (ایک دن) وہ یہ کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کرے گا۔

اور کہے گا کہ تجھے کیا معلوم کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حالت اسلام پر وفات ہوئے ہیں، جب وہ اس مقالہ (بات) تک پہنچ جائے تو ہم اسے کہیں گے کہ اے مسلمانوں کے دشمن اور اے وہ جس کا دین (اس طرح گفتگو کرنے سے) برباد ہوا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اسلام کے (چمکتے ہوئے) ستارے ہیں۔[4]

---

[1](تنویر الابصار، شامی ج ا ص ۵۱۲، برجندی ج ا ص ۲۲۸، کبیری ص ۲۶۸، والکنز والزیلعی ج ا ص ۲۳۹، جامع الرموز ج ا)

[2](عقائدنسفیہ وشرح العقائد)

[3](شفاءالسقام ص ۲۳۴)

[4](شفاءالسقام ص ۲۳۴)

صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں:

(۵) وماظهر من الميت من كلمات الكفر فی حال موته يغفر ويعامل معه معاملة الموتی المسلمين حملاله علی انه فی حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذكره الكمال۔

ترجمہ: اگر قریب المرگ سے حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہو جائیں تو وہ (عند اللہ) معاف ہے، کیونکہ اس سے یہ کلمات ایسی حالت میں صادر ہوئے جو بے خودی (بے ہوشی) کا عالم ہے، بعض فقہاء نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ موت سے پہلے اس کے عقل کے ضائع ہونے کا حکم دیا جائے گا، لہٰذا اس کے ساتھ (غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن وغیرہ) میں وہی معاملہ کریں گے جو عام مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔[1]

میں کہتا ہوں عزیز مسلمان بھائیو! اگر کسی عام مسلمان سے بھی حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہوئے تو وہ بھی (بے ہوشی، عالم بے خودی، زوال عقل) کی وجہ سے (عند اللہ) معاف ہے۔ تو جس سے بحمدہ تعالیٰ یہ کلمات صادر ہی نہ ہوں اس کے ایمان و اسلام میں کس طرح شک کیا جائے، اولیاء اللہ کے بارے میں ایسا سوچنے والا اپنے ایمان کی خیر منائے۔

حضور پر نور ﷺ کے فرمان عالی کے مطابق

(۶) عن الاصحاب مصباح الدين بشهادة سيد المرسلين ﷺ فقد سلتزمت نفسك الشك فی بقائهم علی اكمل الحالات بعد الموت فقد حرمت بركة انوارهم و اسرارهم و فاتك عن الخيرات اعظم فوت۔

حضور پر نور ﷺ کے فرمان عالی کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دین کے درخشاں ستارے ہیں (اے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دشمن) تو نے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں غلط گمان کر کے اپنے آپ کو شکوک و شبہات میں ڈال دیا۔ سو تو ان کے انوار و اسرار کی برکت سے محروم ہوا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ وہ نفوس قدسیہ ہیں، کہ انتقال کے بعد ان کے حالات (عالم برزخ میں) بطریق اولیٰ کامل و اکمل ہو جاتے ہیں (ينتقلون من دار الفناء الی دار البقاء کہ وہ تو فانی گھر کو چھوڑ کر باقی گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)۔

(اے دشمن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو اس گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظیم مہربانیوں سے محروم ہوا۔

سوالهم (ای سوال الوهابية) كلامی فی غير هذه العصابة المرضية۔

اگر وہابی کہے کہ میرے اعتراض سے صحابہ مراد نہیں بلکہ میری مراد دوسرے اولیاء اللہ وغیرہ ہیں۔

[1] (تنویر الابصار ص ۵۹۷)

جواب (ہم کہتے ہیں اے دشمن صحابہ) اگر تیری مراد اولیاء اللہ ہوں، تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین اولیاء اللہ نہیں؟ بلاریب (بغیر کسی شک وشبہ کے) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین تمام کے تمام اولیاء اللہ ہیں، بلکہ اولیاء اللہ کے سردار ہیں، سو تیرے اعتراض میں لامحالہ صحابہ کرام بھی شامل ہوگئے۔

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں:

(۷) بانہ و بماجرہ الی الکفر العیاذ باللہ تعالیٰ بان یصرح فی حق الانبیاء علیھم السلام بتلک العبارۃ الشنیعۃ فما اقبح ذلک الخبیث و اقل حیائہ۔

وہابی کا یہ شک وشبہ اولیاء کے بارے میں کہ تجھے کیا معلوم کہ یہ مسلمان وفات ہوئے یا نہیں یہ شک اس وہابی کو) حد کفر تک لے جاتا ہے، کیونکہ اس کا یہ خیال فاسد اسے انبیاء کرام علیھم السلام کے بارے میں شکوک وشبھات میں مبتلا کردیگا۔ سو یہ (وہابی) کتنا بڑا خبیث وبے حیا ہے کہ اس نے اللہ جل جلالہ کے قول کو بھی جھٹلایا۔[1]

(۸) يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (الابراھیم ۲۷)

(اس کاذب وہابی نے) اللہ تعالیٰ کے اس قول کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (دنیا وقبر وآخرت کی زندگی میں) قول ثابت (کلمہ توحید **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) پر ثابت (قدم) رکھتا ہے (وہابی نے) اس سے انکار کیا، سو یہ وہابی اپنے قول سے ہی کافر ہوگیا۔

(۹) قولہ تعالیٰ: أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (آل عمران ۱۳۳)

(جنت) پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

مسلمان بھائیو! جنت پرہیز گاروں کے لئے ہے اور اولیاء اللہ سارے کے سارے متقی پرہیز گار ہیں۔ بمع پیر بابا سید علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تو ماننا پڑے گا کہ یہ پہلے مسلمان ہیں پھر پرہیز گار و اولیاء اللہ، اگر بفرض محال اہل وسنت والجماعت میں سے اولیاء اللہ کو متقی وپرہیز گار نہ مانا جائے تو کیا فرقہ وہابیہ دائمی جہنمیہ کافرہ کو متقی وپرہیز گار مانے، نعوذ باللہ، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن اللہ کے دوست اولیاء بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱۰) أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۶۲) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۶۳) لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴)

---

[1] (شفاء السقام، ص ۲۳۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: خبر دار اللہ کے ولیوں پر نہ خوف ہے نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے، (یہ متقی) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری (اختیار) کی۔ انہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہو، اللہ کے کلمات کو تبدیلی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں نہ ان کے لئے کوئی غم۔ نیز اللہ تعالیٰ تو انہیں خوشخبریاں سنا رہا ہے، اور وہابی انکار کرتا ہے، اس انکار و تکذیب کے بنا وہابی کافر ہے صاحب شفاء سقام کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس وہابی کا یہ کہنا کہ تمہیں کیا معلوم کہ یہ ولی ایمان کے ساتھ گزرا یا (نعوذ باللہ) بدون ایمان کے۔

صاحب شفاء اس قول کا مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۱) یکذبه صریحا امره ﷺ (فی الحدیث الصحیحه الصریحة المنقولة فی الصحاح الستة و غیرها) بزیارة القبور علی العموم من المسلمین و لم یقل لا تزور الا من تحققتم موته علی الاسلام۔

اس کا رد اس حدیث صحیحہ جو صحاح ستہ میں موجود ہے کے لئے کافی ہے۔

(جس میں رسول اللہ ﷺ نے امت سے فرمایا کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، اب (جاؤ) قبروں کی زیارت کرو) اس حکم میں عموم ہے، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی قبروں کا حکم دیا یہ نہیں فرمایا کہ (اس کا جنازہ پڑھ کر دفنانے کے بعد اب) تحقیق کرو کہ اس کی موت اسلام پر واقع ہوئی یا نہیں۔[1]

صاحب شرح عقائد لکھتے ہیں:

(۱۲) اجماع الامت من عصر النبی ﷺ الی یومنا هذا بالصلوٰة علی من مات من اهل القبلة من غیر توبة و الدعاء و الاستغفار لهم من العلم بارتکابهم الکبائر بعد الاتفاق علی ان ذلک لا یجوز لغیر المؤمن۔

عہد مصطفوی ﷺ سے لے کر آج تک جمیع امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو اہل قبلہ بغیر توب و استغفار کے وفات پا جائے اور اس بات کا علم بھی ہو کہ مرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب تھا، پھر بھی باتفاق جمیع امت اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے، نماز جنازہ مومن کے علاوہ کسی اور پر جائز نہیں۔[2]

ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ولیوں کے مزارات کی حاضری جائز ہے، اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔

"سو" وہابی کا قول مردود ہے۔

---

[1] (شفاء السقام ۲۳۴)

[2] (شرح عقائد و رمضان آفندی ۲۴۱)